سلسلۂ مطبوعات
٦

شرقِ اوسط کی ڈائری

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے سفر مصر و سوڈان، شام
فلسطین اور لبنان کی دلچسپ روئداد اور تاریخی دستاویز
روزنامچہ کے سادہ و دلنشیں پیرایہ بیان میں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ترجمہ

مولوی شمس الحق ندوی

مکتبۂ فردوس مکارم نگر (برولیا)
لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق محفوظ

اشاعت دوم

۱۴۰۴ھ ـــــــ ۱۹۸۴ء

کتابت ـــــــ شوکت علی مئوناتھ بھنجن اعظم گڈھ

طباعت ـــــــ دو ہزار

صفحات ـــــــ

قیمت ـــــــ

مترجم

شمس الحق ندوی

باھتمام

عتیق الرحمٰن طیبی

ملنے کا پتہ

کتب خانہ عزیزیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

یادگار مولانا محمد سمیع اللہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست عنوانات

مقدمہ	۱۸
حجاز سے روانگی	۲۷
سفر کے ساتھی	۲۸
جہاز کے مسافر	۳۱
جہاز کا ماحول	۳۲
مصر کا اشتیاق	۳۳
ساحل مصر پر	۳۴
سوئیس سے قاہرہ کو روانگی	۳۵
ہندوستانی دارالاقامہ میں ایک جلسہ	۳۸
تقریر	۳۹
ڈاکٹر احمد امین سے ملاقات	۴۱
شریعت اسلامی اور تاریخ اسلام کے بارے میں ڈاکٹر احمد امین کے بعض منفرد خیالات۔	۴۳
احمد امین کی نظر میں عربی طرز فکر اور مغربی طرز فکر کا فرق	۴۴
الجمعیۃ الشرعیۃ کی مسجد میں میری تقریر	۴۵
جمعیۃ کی مسجد	۴۷
جمعیۃ اور اس کے بانی	۴۷
تحریکوں کی زندگی کا انحصار زمانہ کی نبض شناسی پر ہے	۴۹
عالم عربی کا زوال	۵۰
عشق خود ایک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام	۵۱
شیخ حامد الفقی سے ملاقات	۵۳
شیخ ازہر سے ملاقات	۵۲
ہندوستان کا دینی طرز تعلیم اور علماء کی تربیت میں اس کا نمایاں حصہ	۵۴
شیخ الازہر	۵۵
شیخ حامد فقی کے درس میں شرکت	۵۶
اخوانی نوجوانوں کے ساتھ	۵۸
استاد سعید رمضان کے ساتھ	۵۹
محمد بن ابراہیم آل شیخ سے ملاقات	۶۰
جمعیات الشبان المسلمین کے مرکز عام میں	۶۲
جنرل محمد صالح حرب سے ملاقات	۶۲
دار الجمعیۃ کی زیارت	۶۲
انصار السنۃ میں میری تقریر	۶۳

www.abulhasanalinadwi.org

ہندوستان میں دینی داعیوں اور مجاہدین کی چند مثالیں	۶۴
مادّی دعوت اسلامی دعوت کی حریف	۶۶
ڈاکٹر احمد امین سے ایک ملاقات	۶۷
ان کی کتاب زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث پر میری رائے	۶۷
ازہر و جامعہ فواد کے بارے میں احمد امین کی رائے۔	۶۹
دین اور سیاست کی تفریق کے بارے میں احمد امین کی رائے	۶۹
کیا مسلمان موجودہ تمدن اور دینی روح کے جمع کرنے میں ناکام رہے	۷۰
ناکامی کے اسباب اور علاج ڈاکٹر احمد امین کی نظر میں	۷۰
احمد امین صاحب کی کتاب ضحی الاسلام پر میرا تبصرہ اور معتزلہ کے بارے میں میری رائے	۷۱
شیخ احمد محمد شاکر سے ملاقات	۷۱
ازہر اور کالج کے نوجوانوں کے ساتھ	۷۲
دنیا کے دو رو پ ہیں، نوجوانوں میں میری تقریر	۷۳
ان خود ساختہ منتظمین کا دور ختم ہوا	۷۴
اس عالم کی از سر نو تعمیر وہی ہاتھ کر سکتے ہیں جنہوں نے حرم تعمیر کیا	۷۵
مجاہد نوجوانوں کی چند مثالیں	۷۵
ڈاکٹر احمد امین سے مسئلۂ جوگ و تصوّف پر گفتگو	۷۷
حکیم اور عارف کا فرق	۷۷
کثرت سے وحدت کی طرف	۷۸
علم کا صحیح سرچشمہ وحی الٰہی اور علم نبوت ہے	۷۹
شیخ جمال الدین اور محمد عبدہٗ کے بارے میں کچھ معلومات	۷۹
تعلیم اور عہدۂ قضا کا فرق	۸۰
جمعیۃ الشبان المسلمین کے ڈاکٹر عبد الحمید ہال میں	۸۰
معاشرہ میں دینی شعور و روحانی بیداری	۸۲
مصری دیہات کی سیر	۸۲
معیار زندگی میں بہت زیادہ فرق ایک بڑا خطرہ ہے	۸۲
دیہات میں مسلم مہمان کے ساتھ اچھا برتاؤ	۸۳
کچّا مال جو ضائع ہو رہا ہے	۸۳

www.abulhasanalinadwi.org

جامع ازہر کی زیارت ۸۴

ازہر کے دفتر میں ۸۵

استاذ محمد فرید وجدی سے باتیں ۸۵

انگریزی اور فرانسیسی تعلیم کا فرق ۸۶

جامع ازہر کے دارالاقامہ کے بارے میں میرا تاثر ۸۷

شیخ علامہ زاہد کوثری سے ملاقات ۸۷

عدالت نوجداری کی سیر اور اخوان کے مقدمے میں حاضری ۸۸

استاذ سعید رمضان کی صفائی اور اس کا تاثر ۸۹

اخوان المسلمین کے صدر شیخ حسن البنا کے والد احمد ابن عبدالرحمٰن کے ساتھ ۹۰

شیخ حسن البنا کے والد اپنے قابلِ فخر فرزند کا قصہ سناتے ہیں۔ ۹۱

علوبہ پاشا سے گفتگو ۹۶

ہند و پاک اور انڈونیشیا کے مسلمانوں کے بارے میں علوبہ پاشا کی رائے ۹۷

محترم محمد الغزالی سے ملاقات ۹۸

یوم پیدائش حضرت حسینؓ ۹۸

رسالہ الفتح اور اس کے اڈیٹر سے میرا تعلق ۱۰۰

محترم محب الدین خطیب سے ملاقات ۱۰۱

جشن میلاد حسینؓ کی تفریح ۱۰۳

اس صورت حال سے ہم کو بڑی تکلیف ہوئی ۱۰۵

محمد الغزالی کے ساتھ ۱۰۵

عام طور پر دین کے خلاف ردِ عمل اور بغاوت کا سبب دیندار لوگوں کی بدمعاملگی ان کی اخلاقی کمزوری اور معاشرہ کا بگاڑ ہوا کرتا ہے۔ ۱۰۶

ازہر کا طرز تعلیم ۱۰۷

خالص دینی دعوت کو مذہبی اختلافات سے آزاد رہنا چاہیئے ۱۰۸

پردے کے بارے میں محمد الغزالی معتدل رائے رکھتے ہیں ۱۰۸

دینی جوش اور قربانی کے جذبہ کو کس طرح باقی رکھا جا سکتا ہے ۱۰۹

ایک سن رسیدہ فلسطینی بزرگ سے ملاقات ۱۰۹

ڈاکٹر محمد غماوی سے باتیں ۱۱۰

بعض ادیبوں کے دین سے منحرف ہونے کا سبب ۱۱۱

اس ملک کا ادبی رجحان غیر دینی ہے ۱۱۲

www.abulhasanalinadwi.org

ادب کو دینی فکر کی طرف کیسے موڑا جا سکتا ہے	۱۱۲
ازہر کے لئے تجویز	۱۱۳
مشرقی اسلامی ممالک میں سائنسی علوم کی کمی ہے	۱۱۳
طبعی علوم حاصل کرنے کا طریقہ	۱۱۴
مصر کی تقلید سے انتباہ	۱۱۴
ازہر کے مستقبل کے بارے میں گفتگو	۱۱۴
قلعہ اور اس کی مسجد کی سیر	۱۱۵
قلعہ کا کتب خانہ	۱۱۵
فوجی میوزیم	۱۱۶
مسجدوں اور مقبروں کی سیر	۱۱۶
مقبروں کے بارے میں اسلام اور اسکے رسول کا موقف اور اسکی حکمت	۱۱۷
شہر فسطاط اور مسجد عمرو بن العاص کی سیر	۱۱۷
مسجد عمرو میں ہمارا احساس	۱۱۸
لغویات	۱۱۸
مصر قدیم میں	۱۱۹
حقائق تصورات سے مغلوب نہیں ہوتے	۱۱۹
استاذ محمد علی طاہر سے گفتگو	۱۲۱
فلسطین کا المیہ اور اس میں عرب ملکوں کی کوتاہی	۱۲۲
حمام میں افسوسناک منظر	۱۲۳
اخبارات کی بے حیائی	۱۲۳
اہرام کی سیر	۱۲۴
ظالمانہ بیگار کی یادگار	۱۲۴
ازہر اور اسکے قرب و جوار کی سیر	۱۲۵
ازہر کے کتب خانہ میں	۱۲۵
مدرسہ منصور قلاوون میں	۱۲۷
سیحی کے مکان میں	۱۲۷
یمنی حکومت کی وزارت خارجہ کے سکریٹری سے گفتگو	۱۲۸
یمن دوراہے پر	۱۲۹
اسلامی ملکوں میں زندگی کے دو ستون	۱۳۰
شام کے طلبہ میں تقریر	۱۳۱
العالم العربی کے دفتر میں	۱۳۲
مسئلہ فلسطین میں ناکامی سے متعلق گفتگو	۱۳۲
جناب علی الغایاتی کے ساتھ	۱۳۵
بلاد عربیہ ہند و پاک کی مثال	۱۳۶
منبر الشرق اور اس کے اڈیٹر	۱۳۷
دار الارقم میں	۱۳۸

www.abulhasanalinadwi.org

فحش و عریاں ادب کے خلاف طاقتور جہاد کی ضرورت ہے	۱۳۸
جامع ازہر میں جمعہ	۱۴۰
اخوان المسلمین سے میری امید	۱۴۲
تین اہم نکات	۱۴۲
ایسی شخصیتوں کا پیدا کرنا جو دعوت کے کام کو چلائیں اور افراد کو تیار کریں، اہم ضرورت ہے۔	۱۴۳
قلب و روح کو غذا پہنچانے کی ضرورت	۱۴۴
شیخ حسن البنا کی شخصیت اور ان کی خداداد صلاحیتیں	۱۴۵
جماعت کی تربیت کی فکر	۱۴۵
علامہ محمد خضر حسین صاحب سے ملاقات	۱۴۷
علامہ خضر حسین اور جامعہ "زیتونہ" کے بارے میں کچھ معلومات	۱۴۷
آثار قدیمہ کی سیر	۱۴۸
استاذ احمد حسن زیات سے ملاقات	۱۴۹
محمد فرید عبدالخالق کی دعوت میں	۱۵۱
تصوف عارضی اور محدود علاج ہے	۱۵۲
احمد شرباصی صاحب اور ان کا محاضرہ (لیکچر)	۱۵۴
دارالکتب المصریہ میں	۱۵۴
شیخ حسنین محمد مخلوف سے ملاقات	۱۵۵
ڈاکٹر احمد امین سے گفتگو	۱۵۶
ادب کے اصول اربعہ کے بارے میں ان کی رائے	۱۵۶
احمد امین ابو حیان کو جاحظ پر فوقیت دیتے ہیں	۱۵۷
حماسہ کی شرحیں	۱۵۷
اندلسی ادب	۱۵۷
سید قطب کے ساتھ	۱۵۹
سید قطب کی زندگی میں مؤثر کا راز	۱۶۰
سید قطب کی تصنیفات	۱۶۲
تصور و حقیقت کا فرق	۱۶۲
کتاب "معرکۃ الاسلام والرأسمالیۃ"	۱۶۲
حسین یوسف کے ساتھ	۱۶۳
کلیۃ الآداب کی سیر	۱۶۴
یونیورسٹیوں اور کالجوں میں مخلوط تعلیم	۱۶۵
اخوان المسلمین کے جلسہ میں میری تقریر	۱۶۶
افراد تیار کرنے اور ان کو نفس پروری سے دور رکھنے کی مہم	۱۶۶

www.abulhasanalinadwi.org

آنے والی نسلوں کی ذمہ داری ۱۶۸

استاذ بہی الخولی اور محمد الغزالی کی تقریر ۱۶۸

استاذ علی الغایاتی کے ساتھ ۱۶۹

اخوان المسلمین اور اس کے مرشد اعلیٰ کے بارے میں گفتگو ۱۷۰

جمعیۃ الشبان المسلمین میں میری تقریر ۱۷۳

احمد الشرباصی کی تعارفی تقریر ۱۷۴

میری تقریر (العالم علیٰ مفترق الطرق) ۱۷۴

تاریخ انسانی اپنے پھیلاؤ اور پیچ وخم میں نیل کی طرح ہے ۱۷۵

یونانیوں کے عہد سے بازنطینوں کے عہد تک ۱۷۵

بعثت محمدی سے یورپ کی قیادت تک ۱۷۵

مغربی قیادت کا افلاس ۱۷۶

دنیا دوراہے پر ۱۷۷

تقریر کے بارے میں میرا خیال ۱۷۷

مقررین کے تبصرے ۱۷۸

امیر عبد الکریم خطابی سے باتیں ۱۷۸

ان کے جہاد کے متعلق کچھ معلومات ۱۷۹

ہندوستان میں دعوت اسلامی کے پانچ دور ۱۸۲

دار الارقم میں میری تقریر ۱۸۲

ہندوستان میں دعوت اسلامی کے پانچ دور ۱۸۲

بنہا کا سفر ۱۸۷

مصری دیہات کا نظارہ ۱۸۸

مسجد میں میری تقریر ۱۸۸

عام انسانی زندگی اور ایمانی زندگی کا فرق ۱۸۸

اپنے اوپر مسلمانوں کی ستم ظریفی ۱۸۹

ازہر کے اخوانی طلباء میں تقریر ۱۹۱

دینی امانت کی حفاظت ۱۹۱

جنرل صالح حرب پاشا سے گفتگو ۱۹۳

مصر اور مشرق وسطیٰ کی اہمیت ۱۹۴

معنوی طاقت کی اہمیت ۱۹۵

جنرل صالح حرب کی نظر میں قوم کا سب سے بڑا روگ ۱۹۵

ہندوستان میں علم حدیث کے موضوع پر تقریر ۱۹۶

فن حدیث میں ہندوستان کی خدمات کی تعریف ۱۹۸

جمعیۃ الشبان المسلمین کے جلسے میں ۱۹۹

www.abulhasanalinadwi.org

جنرل محمد صالح حرب سے گفتگو	۲۰۲
دارالشبان المسلمین میں	۲۰۴
استاد محمود محمد شاکر کے ساتھ	۲۰۴
شیخ محمد حسنین مخلوف	۲۰۵
جمعیۃ مکارم اخلاق میں	۲۰۶
علماء اور دینی انجمنوں کے صدر حضرات کے ساتھ	۲۰۶
ہندوستان اور عرب ملکوں کی مثال	۲۰۷
کچھ مشترک و مختلف باتیں	۲۰۸
جمعیۃ میں میری تقریر (عہد حاضر میں مسلمانوں کا پیغام)	۲۰۹
علماء ہند کے مناقب کا اعتراف	۲۱۱
استاذ عبدالعزیز کامل کے ساتھ	۲۱۱
ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ سے باتیں	۲۱۳
ازہر کے لئے ان کی تجویز	۲۱۳
شیخ احمد الشرباصی کے سوالات	۲۱۴
احمد لطفی السید سے باتیں	۲۱۵
عہد ماضی اور عہد حاضر کے اخلاق کا فرق	۲۱۷
کیا یونیورسٹیاں اخلاقی تربیت میں کوتاہی کر رہی ہیں؟	۲۱۸
نقص نظام تعلیم میں ہے	۲۱۹
استقبالیہ جلسہ میں	۲۲۰
جلسہ میں میرا مقالہ	۲۲۰
علامہ اقبال کے فکر و پیغام کی عالم عربی میں اشاعت کرنے میں کوتاہی	۲۲۳
دینی مدارس کے طلبہ کس طرح کام کریں؟	۲۲۴
علماء مصر و علماء ہند میں علمی روابط پیدا کرنے کی تنظیم	۲۲۴
شیخ عبدالوہاب خلاّف سے باتیں	۲۲۷
مصر میں اخلاق گراوٹ کے اسباب	۲۲۷
شیخ عبدالوہاب شیخ محمد عبدہ کے طریقۂ درس کو بیان کرتے ہیں	۲۲۸
وہ اساتذہ جن سے شیخ عبدالوہاب متاثر ہوئے	۲۲۸
امام لیث بن سعد کا مذہب کیوں نہ باقی رہا	۲۲۹
مصر میں شافعی مذہب کیسے پھیلا؟	۲۲۹
علماء کا مرض	۲۳۰
عجائب گھر کی سیر	۲۳۰

www.abulhasanalinadwi.org

قویسنا میں میری تقریر	۲۲۳
شیخ حسنین محمد مخلوف کے گھر میں	۲۲۵
اندھی تقلید جنون سے کم نہیں	۲۲۶
شیخ محمد صادق مجددی کے ساتھ	۲۲۸
استاذ مصطفیٰ مومن سے ملاقات	۲۲۹
کلیۃ الشریعۃ میں	۲۴۰
دارالعشیرۃ المحمدیہ میں	۲۴۲
ازہری طلبہ کے ساتھ	۲۴۴
قناطر خیریہ کی سیر	۲۴۴
نکلہ میں	۲۴۵
نوجوان مشائخ کے ساتھ	۲۴۸
ڈاکٹر اقبال پر میرا مقالہ	۲۵۱
ازہر کا پیغام کیا تھا	۲۵۳
عزیزیہ میں	۲۵۵
سید قطب کے ساتھ	۲۵۷
ازہر کے ترک طلباء سے باتیں	۲۵۸
عبدالرحمٰن عزام پاشا (سکریٹری جنرل عرب لیگ) سے ملاقات	۲۶۱
فلسطینی طلبہ کے جلسہ میں	۲۶۳
مسلمان لیڈروں پر تنقید	۲۶۳
ہم فلسطین کو دشمن کے پنجے سے کیسے چھڑائیں	۲۶۴
ترک طلبہ کے ساتھ	۲۶۴
عوام اور پڑھے لکھے طبقہ سے بیک وقت رابطہ قائم کرنا	۲۶۵
دیہات کا سفر	۲۶۶
انڈونیشین یونین کے دفتر میں	۲۶۷
اسلامی ممالک کی رہنمائی میں نوجوانوں کا کردار	۲۶۸
المحلۃ الکبریٰ کا سفر	۲۷۰
کلیۃ الآداب میں میرا مقالہ	۲۷۲
تقریر سننے میں طلباء کی بیدلی	۲۷۳
دارالمنار اور اس کے مالک	۲۷۵
دارالہلال کی سیر	۲۷۶
ایڈیٹروں میں ہماری تقریر	۲۸۰
ترکوں کے جلسہ میں	۲۸۱
سنتریس میں	۲۸۱
جبہۃ علماء ازہر میں	۲۸۲
بعض شخصیات کے بارے میں	۲۸۳
ڈاکٹر احمد امین سے باتیں	〃
بچوں کی تعلیم کے بارے میں گفتگو	۲۸۴
المحلۃ الکبریٰ کا سفر	۲۸۵
نبروہ میں	۲۸۶

www.abulhasanalinadwi.org

مصر کی کاٹن مل کی سیر	۲۸۷
ڈاکٹر منصور فہمی پاشا سے باتیں ان کی ابتدائی زندگی کے حالات	۲۹۰
ڈاکٹر صاحب میں دینی رجحان پیدا ہونے کے اسباب	۲۹۱
ڈاکٹر فہمی کا ادبی مقام	۲۹۲
یوم اقبال کے جلسہ میں	۲۹۳
شیخ صبری عابدین کی قیام گاہ پر	۲۹۵
مصر میں جشن شم النسیم	۲۹۹
جامع ظاہر بیبرس جاشنگیر میں	۳۰۰
محترم مفتی امین الحسینی کی ضیافت میں	۳۰۳
مفتی امین الحسینی سے گفتگو	۳۰۴
سوڈانی وفد کے جلسۂ استقبالیہ میں	۳۰۶
مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات	۳۱۱
نئی کتابوں کے بارے میں مولانا کی رائے	۳۱۳
وزارت داخلہ میں عجیب تجربہ	۳۱۴
اسلامی دعوت کے طریقۂ کار کے بارے میں استاذ سید قطب کی رائے	۳۱۵
سید قطب اپنی زندگی کے اتار چڑھاؤ کو بیان کرتے ہیں	۳۱۷
افغانی سفارتخانہ کے جشن آزادی میں شرکت	۳۱۸
شیخ الازہر کے ساتھ باتیں	۳۲۰
شیخ محمود شلتوت کے ساتھ	۳۲۱
ڈاکٹر یوسف موسیٰ کی تجویز	۳۲۳
مصری آثار قدیمہ کے میوزیم کی سیر	۳۲۴
قاہرہ سے شلّال کو روانگی	۳۲۵
فراعنہ کے پایۂ تخت میں	۳۲۶
جہاز میں	۳۲۷
سید علی میرغنی پاشا	۳۳۱
سید میرغنی کے ساتھ	۳۳۲
سید میرغنی کی مقبولیت	۳۳۳
انگریزوں سے ناراضگی	۳۳۳
سوڈان کے تین پایۂ تخت	۳۳۴
مصر کی کشمکش	۳۳۴
استاذ اسمٰعیل بے ازہری سے باتیں	۳۳۴
سرکاری علماء کے بارے میں ان کی رائے	۳۳۵
سید میرغنی کے بارے میں ان کی رائے	۳۳۶
افریقہ میں اسلامی دعوت کی ضرورت	۳۳۶
شیخ شوقی اسد سے ملاقات	۳۳۸
محترم سید میرغنی سے مزید گفتگو	۳۳۹

www.abulhasanalinadwi.org

حرکت وعمل جوانوں کا ایک فطری خاصہ ہے اس سے فائدہ اٹھانا اور ان کو مفید کام میں لگانا ضروری ہے۔	۳۴۰
سید میر غنی کے بعض خیالات	۳۴۱
تعلیم کو اس کے مزاج وعیوب سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔	۳۴۱
اسلامی ممالک ترکی کے نقش قدم پر	۳۴۲
ترجمہ کے ذریعہ علوم کو پڑھنا ناکام کوشش ہے	۳۴۲
مصر پر ادبی رنگ غالب ہے	۳۴۲
مصری رسائل کا گھٹیا معیار	۳۴۳
سوڈانی طرز کی مہمانی	۳۴۳
دعوت میں میری تقریر	۳۴۳
جامعہ کے فارغین کے سامنے میری تقریر	۳۴۴
شباب میر غنی کے جلسہ میں	۳۴۵
جلسہ میں میری تقریر	۳۴۶
ترانہ جو ہم لوگوں کو پسند نہ آیا	۳۴۶
سلیمان موسیٰ کی دعوت	۳۴۷
سید میر غنی صاحب سے رخصتی ملاقات	۳۴۸
سوڈان کی قدرتی، جغرافیائی سیاسی اور دینی حالت	۳۴۸
سوڈان قدرتی اعتبار سے تین حصوں میں منقسم ہے	۳۴۹
نظام حکومت	۳۵۰
سوڈان کے ضلعے	۳۵۰
اہم شہر	۳۵۰
عطبرہ	۳۵۱
الابیض	۳۵۱
سوڈان کی اقتصادی زندگی	۳۵۱
صنعت وتجارت	۳۵۲
اخلاقی حالت	۳۵۲
دینی حالت	۳۵۲
سوڈان کو الوداع	۳۵۳
مسلم اور غیر مسلم کا فرق	۳۵۵
شلال سے قاہرہ	۳۵۵
مصر کی طرف لوٹنے کی خوشی	۳۵۶
عجیب احساس	۳۵۶
شبان المسلمین کے مرکز عام میں	۳۵۷
ازہر کے دفتر میں	۳۵۸
بلاد اسلامیہ کے طلبہ افطار پر	۳۵۹

www.abulhasanalinadwi.org

اخوانی بھائیوں کے ساتھ	۳۶۱
مصر کو الوداع	۳۶۳
ایک برِ اعظم سے دوسرے برِ اعظم تک	۳۶۷
دمشق میں	۳۶۷
جامع شیخ محی الدین میں	۳۶۸
جامع اموی میں	۳۶۹
شیخ احمد کفتارو کے درس میں	۳۷۰
شیخ محمد بھجۃ البیطار	۳۷۱
شیخ ابوالخیر میدانی سے ملاقات	۳۷۲
اخوان المسلمین کے مرکز میں	۳۷۲
جامع الدقاق میں	۳۷۳
سوریہ کی پارلیمنٹ میں	۳۷۴
دوحۃ الآداب کا جلسہ	۳۷۵
استاذ محمد المبارک کی تقریر	۳۷۷
پارلیمانی بحث ومباحثہ کے لئے عربی زبان کی صلاحیت اور ممبران کی تناور الکلامی	۳۷۸
علمائے دمشق سے ملاقات	۳۷۹
شیخ بھجۃ البیطار کے مکان پر	۳۸۰
شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں باتیں	۳۸۰
دمشق میں فرانسیسی حکومت کی یادگاریں	۳۸۲
المجمع العلمی میں	۳۸۳
کتب خانہ ظاہریہ میں	۳۸۳
کتب خانہ کے نادر مخطوطات	۳۸۴
سلطان صلاح الدین کی تربت پر	۳۸۵
قبۃ النسر	۳۸۶
دار الحدیث میں	۳۸۶
استاذ امیری کے ساتھ	۳۸۷
چند اچھی ملاقاتیں	۳۸۸
استاذ محمد المبارک کی نظر میں چار منتخب کتابیں	۳۸۸
شیخ احمد کفتارو کے ساتھ	۳۸۹
اصلاح کے بارے میں شیخ کفتارو کی رائے	۳۹۰
دمشق کے غوطہ میں	۳۹۱
سوریہ میں ردوبدل اور حادثات	۳۹۱
شام میں قضیہ فلسطین کے بارے میں احساس	۳۹۳
جامع اموی میں جمعہ	۳۹۳

www.abulhasanalinadwi.org

استاد محمد کمال سے ملاقات	۳۹۴
عمّان و دمشق کے درمیان	۳۹۶
عمّان سے قدس	۳۹۶
مسجد اقصیٰ میں	۳۹۸
محترم شیخ محمد صادق کی ضیافت میں	۳۹۸
مولانا محمد علی جوہر کی قبر پر	۳۹۹
شیخ محمد صادق مجددی کے متعلق میں	۳۹۹
مسئلہ فلسطین سے متعلق کچھ حقائق	۳۹۹
عرب رہنماؤں کی پستی کردار	۴۰۰
فلسطین ہی سے متعلق ایک بات	۴۰۱
عالم اسلام بحر عروض کی طرح ہے	۴۰۱
اخلاقی انحطاط بھی	۴۰۱
مسجد اقصیٰ میں میرا احساس	۴۰۲
فلسطینی مسلمان	۴۰۲
حقیقتاً اہل دل ہی لوگوں پر حکومت کرتے ہیں۔	۴۰۴
عید کی نماز مسجد اقصیٰ میں	۴۰۴
پھیکی عید	۴۰۴
ایک اچھی دعوت	۴۰۵
افغانی بغاوت کی کہانی شیخ مجددی کی زبانی	۴۰۵
ملک شریف حسین کی ندامت	۴۰۶
قدس اور خلیل کے درمیان	۴۰۷
مسجد خلیل میں	۴۰۷
شیخ محمد الجعبری کے دولت خانہ پر	۴۰۸
مسجد کے بارے میں میرے تاثرات	۴۰۸
مسجد اقصیٰ کے آثار کی زیارت	۴۱۰
الہیئۃ العلمیہ الاسلامیۃ کے اجتماع میں	۴۱۱
جلسہ میں میری تقریر	۴۱۲
الہیئۃ العلمیۃ الاسلامیۃ کے متعلق کچھ معلومات	۴۱۲
عمان میں	۴۱۳
سید مجددی صاحب کی ملاقات	۴۱۴
الحاج ابو قورۃ کے مکان پر	۴۱۴
ملک عبداللہ کی طرف سے بلاوا	۴۱۵
ملک کے ساتھ باتیں	۴۱۵
شاہی دسترخوان پر میری گفتگو	۴۱۶
تحصیل مال و تبلیغ کا فرق	۴۱۷
شاہ کا جواب	۴۱۷
فلسطین کے بارے میں کچھ حقائق	۴۱۸
احمد الامین الشنقیطی سے ملاقات	۴۱۹

www.abulhasanalinadwi.org

پناہ گزینوں کی بدحالی ایک آگاہ کرنے والا خطرہ ہے	۴۱۹
الکلیۃ العلمیۃ الاسلامیۃ کی سیر	۴۲۰
فلسطین سے مصر کے خشکی کے راستہ کا کٹ جانا عرب لیگ کی سب سے بڑی غلطی ہے	۴۲۰
مقالہ کی تیاری	۴۱۲
شاہ کی ضیافت میں	۴۲۲
ماذا خسر العالم کے بارے میں گفتگو	۴۲۳
مسجد اقصیٰ کے بارے میں	۴۲۴
شیخ مصطفےٰ سباعی سے ملاقات	۴۲۵
ریاض الصلح بک کا اچانک قتل اور شام میں اس کا ردعمل	۴۲۵
استاد محمد المبارک کی گفتگو	۴۲۶
شیخ حسن حبنکہ کی ملاقات	۴۲۷
دینی مدارس اور ان کے رد و بدل کے بارے میں گفتگو	۴۲۷
دینی دعوت کا اثر عوام میں	۴۲۸
استاد محمد علی الحمامی کے ساتھ باتیں	۴۲۹
چند جدید ملاقاتیں	۴۳۰
فلسطین سے متعلق میرے مقالہ کے عناصر	۴۳۰
استاد تیسیر ظبیان	۴۳۲
شاہ عبداللہ کے قتل کی خبر	۴۳۳
کچھ معزز احباب	۴۳۴
استاذ ادیب خاں کے ساتھ	۴۳۵
الجمعیۃ الفراء اور النادی العربی کی سیر	۴۳۶
جمعیۃ التمدن الاسلامی میں	۴۳۶
دمشق یونیورسٹی میں میرا مقالہ	۴۳۷
شیخ محمد علی ظبیان کی دعوت میں مشائخ دمشق کے بارے میں گفتگو	۴۳۹
الجمعیۃ الفراء میں میری تقریر	۴۴۱
شرق اردن کی خبریں	۴۴۱
استاد محمد عزہ دروزہ سے مسئلہ فلسطین پر گفتگو	۴۴۲
"مضایا" میں	۴۴۳
بلودان کانفرنس کی یاد	۴۴۳
سفر کے تاثرات، اس کے نتائج اور مسلم قوموں کی بیماریوں کے بارے میں میری گفتگو	۴۴۴

www.abulhasanalinadwi.org

دمشق یونیورسٹی کی مسجد میں خطبۂ جمعہ ۴۴۶

اشرفیہ کی گرمائی مستقر میں شیخ مصطفیٰ سباعی کے ساتھ ۴۴۸

دینی جوش وخروش بوڑھوں سے زیادہ جوانوں میں ۴۴۹

مشہور صاحب قلم علامہ محمد کرد علی سے ملاقات ۴۵۰

شیخ الاسلام اوران کے شاگرد کی قبر پر ۴۵۲

ملوک عرب پر شیخ کامل قصاب کا تبصرہ ۴۵۲

دمشق سے حمص کو ۴۵۳

میری تقریر ۴۵۴

شامی فتوحات کی تاریخ اور ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی پر اس کا اثر ۴۵۵

عالم اسلام کو کسی سیف اللہ کی ضرورت ہے ۴۵۶

سیدنا خالد بن ولیدؓ کے مرقد پر ۴۵۷

ایک مخلص دوست کی ملاقات ۴۵۷

مفتی حمص سے ملاقات ۴۵۸

سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی قبر پر ۴۵۹

شہر حماۃ کو روانگی ۴۶۰

گیلانی خاندان ۴۶۰

جلسہ میں میری تقریر ۴۶۱

اہل شام کی ذمہ داری ۴۶۱

حماۃ کے رہٹ ۴۶۲

حماۃ کے تاریخی آثار ۴۶۳

ابوالفدار حموی ۴۶۳

ثانویۂ ابن رشد میں ۴۶۳

آل العظم کا محل ۴۶۴

قلعہ کی سیر ۴۶۴

معرۃ النعمان میں ۴۶۶

ابوالعلاء کی قبر پر ۴۶۶

سیف الدولہ کے پایۂ تخت میں ۴۶۷

استاد مصطفیٰ الزرقاء ۴۶۷

حلب کے جلسہ میں میری تقریر ۴۶۸

عہد ماضی میں اس وقت کی دنیا پر عربوں کے غلبہ کا راز ۴۶۹

عرب اپنے عالمی مرکز کی طرف کیوں کر لوٹ سکتے ہیں؟ ۴۶۹

www.abulhasanalinadwi.org

فقہ اسلامی ہفتہ کی تقریب میں اسلامی قوانین کی فوقیت و برتری کا اعتراف	۴۷۰
حلب کے کتب خانہ میں	۴۷۲
علوم شرعیہ کے ادارہ میں	۴۷۲
حارم گاؤں کی سیر	۴۷۳
حلب کے قلعہ کی سیر	۴۷۳
سیف الدولہ کی یادگاریں مٹ گئیں	۴۷۴
سفر ترکی کا ترک خیال	۴۷۴
حلب سے دمشق	۴۷۵
استاد امین المصری کے ساتھ	۴۷۶
غیر عرب ملکوں میں عربی زبان کی نشر و اشاعت کے طریقہ کار کے بارے میں میری رائے	۴۷۷
مدرسہ دیر یاسین کی سیر	۴۷۷
شام پر ایک اجمالی نظر	۴۷۹
رقبہ و آبادی	۴۷۹
سوریہ کی انتظامی تقسیم	۴۷۹
تعلیم یافتہ طبقہ کا تناسب اور اقتصادی حالت	۴۸۰
نصاب تعلیم	۴۸۰
سوریہ کی تعلیم تین مراحل پر منقسم ہے	۴۸۰
درمیانی مرحلہ کی مختلف قسمیں ہیں وہ یہ ہیں	۴۸۱
درمیانی تعلیم کا مقصد	۴۸۲
اعلیٰ تعلیم کی منزل	۴۸۲
یونیورسٹی کی تعلیم	۴۸۳
نرسری (سات سال کی عمر سے قبل)	۴۸۴
سوریہ کے ادیان اور پارٹیاں	۴۸۴
مسلکی سیاسی پارٹیاں	۴۸۵
خالص سیاسی پارٹیاں	۴۸۶
سوریہ کی خوبیاں اور خامیاں	۴۸۷
دمشق سے مدینہ کی طرف	۴۹۱
جزیرۃ العرب کے سامنے اس سفر کی رپورٹ	۴۹۲
تین دن لبنان میں	۵۰۰
کچھ طرابلس کے بارے میں	۵۱۱
بیروت کو الوداع اور تحریک عباد الرحمٰن سے متعلق رائے	۵۱۳

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ (طبع ثانی)

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عربی کتب خانہ میں (بشمول قدیم وجدید) سفرناموں اور سیر وسیاحت کی کتابوں کی کبھی کمی نہیں رہی، عرب اور مسلمان کثرت اسفار میں ہمیشہ دوسری قوموں سے ممتاز رہے خطرپسندی اور مہم جوئی ان کی فطرت میں شامل تھی۔ ان میں بڑے بڑے سیاح اور حوصلہ مند انسان پیدا ہوئے۔ ان سفرناموں میں ابن جبیر اندلسی (م ۶۱۴ھ) اور ابن بطوطہ مغربی (م ۷۷۹ھ) کے سفرنامے سب سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان دونوں سفرناموں نے اس وقت عالم اسلام اور اسلامی معاشرہ کی پوری تصویر ہمارے لئے محفوظ کردی ہے۔ اور اپنے زمانہ کی شخصیات کا سراپا ہمارے سامنے پیش کردیا ہے۔ یہ وہ تصویریں اور خاکے ہیں جن سے وہ کتابیں بالعموم خالی ہوتی ہیں جن کا تعلق سرکار، دربار، رزم وبزم کے افسانوں، سیاسی انقلابات اور خانہ جنگیوں سے ہوتا ہے، تذکرے کی ان کتابوں میں بھی جو علماء ومشائخ اور مناقب وفضائل سے

www.abulhasanalinadwi.org

تعلق رکھتی ہیں، زندگی کا یہ عنصر بہت کم ملے گا۔

ایسی کتابیں بہت کم ہیں جن میں قلبی واردات اور احساسات وخیالات کی صحیح ترجمانی کی گئی ہو، اس سلسلے میں دو کتابیں ضرور قابل ذکر ہیں، جن میں انسانی احساسات اور نازک خیالات کی پوری عکاسی موجود ہے، اور ان میں خفی سے خفی احساس اور روزمرہ کی زندگی کے تجربات کو ریکارڈ کیا گیا ہے۔ ان میں ایک امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) کی کتاب "المنقذ من الضلال" اور دوسرے ابن جوزی (م ۵۹۷) کی کتاب "صید الخاطر" ہے۔

قدیم سفرناموں کی علمی قیمت وافادیت اور ان کے مصنفین کے علم وفضل کے اعتراف کے باوجود اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ جس زندگی اور جس معاشرہ اور ملک کی انھوں نے آئندہ نسلوں کے لئے تصویر کشی کی ہے وہ ایک سادہ، محدود، اور پرسکون زندگی تھی، جس میں کوئی وسعت، تنوع، پیچیدگی اور دشواری نہ تھی، اس میں موجودہ زندگی کا تجدد وتنوع نہ تھا، یہ پورا دور فکری تحریکات، سیاسی انقلابات، متنوع اداروں اور جماعتوں، برسرپیکار فلسفوں اور متضاد شخصیتوں سے ناآشنا تھا۔ ان کے عہد میں زندگی کا صرف ایک رنگ، ایک آہنگ اور ایک تصویر پائی جاتی تھی، اس لئے ان کا کام آسان تھا، جس میں ایک اسلوب کو چھوڑ کر دوسرا اسلوب اختیار کرنے اور ایک فضا سے دوسری فضا میں منتقل ہونے یا نیا راستہ اختیار کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ دوسری بات یہ کہ یہ کتابیں ان اسفار اور مشاہدات وتاثرات کے بہت زمانہ بعد یا کسی امیر یا وزیر کی فرمائش پر لکھی یا املا کی گئیں، اگر واقعات کو قلمبند کرنے اور مقامات کی تعیین میں حافظہ کی قوت تسلیم بھی کرلی جائے (اگرچہ بعض ناقدین کو ان تفصیلات کی صحت پر شبہہ ہے) تب بھی اس میں شبہہ نہیں کہ ان تاثرات (جو سایۂ دیوار یا موجِ آب کی طرح ناپائیدار ہوتے ہیں) پر پورا اعتماد نہیں کیا جاسکتا، انسان بروقت اپنے کسی تاثر کو قلمبند کرسکتا ہے، لیکن کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد محض اپنے حافظہ کی مدد سے اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

تجدید اور مسرت والم اور انقباض وانشراح کی جو کیفیات اس پر گذر چکی ہیں اس کو ریکارڈ کرنا اس کے لئے آسان نہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ روزنامچہ لکھنے کا طریقہ پہلے زمانہ میں زیادہ رائج نہ تھا۔ اس کا رواج ان سیاحوں اور مصنفوں کے بہت بعد ہوا یا اگر کہیں ایسا ہوا بھی تو وہ قارئین کے ہاتھوں میں نہ پہونچ سکا۔

موجودہ زمانے میں نشر واشاعت کی سہولتوں، سفر کی آسانیوں، سیر وسیاحت کی ہمت افزائی اور اسباب وسائل کی فراوانی کی وجہ سے سفرنامے بڑی تعداد میں لکھے گئے لیکن یہ سفرنامے زیادہ تر علمی وجغرافیائی فوائد ومعلومات پر مشتمل تھے، وقت گذاری اور تفریح کا مواد اس میں خاصا موجود تھا، اور باوجود اس کے کہ اس سے زندگی کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی، تاہم ان کا مرکزی نقطہ سیر وسیاحت، آثار قدیمہ وقابل دید مقامات کی عکاسی رہا، اور اگر زندگی کے کسی پہلو کی اس میں عکاسی ملی بھی تو بہت واجبی حد تک اور صرف اتنی جو مصنف کے دائرۂ ذوق میں آتی ہو، یا اس کے سفر کے ساتھ ہم آہنگ ہو مثلاً اگر یہ سیاح ادیب تھا تو اس نے مشاہیر ادب کے تذکرے یا اس ملک کی ادبی سرگرمیوں کے ذکر پر اکتفا کی۔ اور اگر یہ مذہبی آدمی تھا تو اس نے دینی حالات پر پوری تفصیل سے کلام کیا۔ اگر وہ کوئی سیاسی یا منتظم تھا تو اس نے سیاسی شخصیتوں کے تذکرہ اور سیاسی تحریکوں اور مکاتب خیال کی تصویر کشی میں سفرنامہ کا بڑا حصہ صرف کر دیا۔

اس کے علاوہ اکثر یہ کتابیں جذبہ اور عقیدہ سے خالی اور لطیف احساسات سے عاری ہوتی ہیں۔ اور ان کے مصنف ان میں کیمرہ یا ریکارڈ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ واقعات ومشاہدات پر خود کوئی تبصرہ نہیں کرتے۔ اس میں ان کے دل کی کوئی دھڑکن اور ان کے ضمیر کی کوئی سرگوشی نہیں سنی جاسکتی، چنانچہ اگر کتاب کے سرورق پر ان کے نام کے بجائے کسی ایسے مصنف کا نام لکھدیا جائے جس کا اس معاشرہ کے ساتھ نہ ثقافت کا کوئی تعلق ہو، نہ عقیدہ اور مذہب اور جذبہ اور وجدان کا کوئی اشتراک ہو تو اس سے

www.abulhasanalinadwi.org

صورت حال میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا، ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ اس کو وجہ فضیلت وکمال سمجھتے ہوں۔ لیکن بہت سے علماء ادب اس کو عیب اور نقص قرار دیں گے اس لئے کہ جس تحریر سے قاری کو مصنف کے زمان ومکان کا بھی پتہ نہ لگ سکے، نہ مصنف کا عقیدہ اور مذہب ومسلک اس کو معلوم ہوسکے نہ اس کی محبوب قدروں اور آئیڈیل شخصیتوں کا اسے علم ہو نہ اس کی گرمجوشی اور قوت مدافعت کا اندازہ ہو، اسکی ان تحریروں میں حزن والم کی تلخ کامی اور مسرت وشادمانی کی حلاوت محسوس نہ ہو وہ ایک مصنوعی اور بے جان تحریر ہے، جو نہ کسی کے دل پر اثر کرسکتی ہے اور نہ زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مصنف کتاب کو ۱۹۵۱ء کے آغاز میں شرق اوسط کے سفر کا موقع ملا، اور ان ممالک کے دینی علمی واجتماعی حالات کا مطالعہ کرنے وہاں کی اہم شخصیتوں سے ملنے اور ان کے ساتھ مختلف دینی وعلمی موضوعات، اسلامی مسائل، اصلاحی تحریکات اور تعلیمی منصوبوں پر گفتگو کرنے کی نوبت آئی، اس نے ان سے اپنے ملک ہندوستان کا تعارف کرایا جس پر ناواقفیت کے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے اور جو ایک طویل زمانہ سے عالم عربی سے منقطع تھا، نیز دعوت واصلاح کے وہ تجربے انکے سامنے پیش کئے جو ہندوستان میں عہد آخر میں کئے گئے، اور بہت کامیاب رہے، اس کو عالم عربی کے افکار ونظریات، اصلاحی تحریکات اور اہم شخصیات سے استفادہ اور وہاں کے فکری وادبی مکاتب خیال اور نئے نئے مسائل کو سمجھنے اور فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ خدا کی توفیق سے ان ممالک کے سفر سے پہلے مصنف کا علمی وادبی اور ذہنی سانچہ بن چکا تھا اس کی ثقافت ہمہ رنگ اور متنوع تھی۔ اس کی شخصیت مختلف عناصر سے مرکب تھی، اس کو ادب، شعر وشاعری، تاریخ، علوم اجتماعی، تہذیب وتمدن اور فلسفۂ حیات جیسے مضامین سے دلچسپی تھی، اور علمی زندگی کا بھی تجربہ تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

درس وتدریس اور تصنیف وتالیف دونوں چیزوں سے اس کا اشتغال رہا تھا، مصر وشام کے مختلف مدارس فکر اور دبستان ادب سے اس کی شناسائی تھی، اس لئے ان ممالک کا سفر علی وجہ البصیرت اور پوری واقفیت پر مبنی تھا، اور گویا صرف ملاقات کی کسر تھی، اسی کے ساتھ اللہ کی مشیت یہ ہوئی کہ یہ سفر مصنف کی سب سے مشہور کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین"[1] کی اشاعت کے بعد ہوا، جس کی وجہ سے مصنف کا اسلامی حلقوں میں اچھا تعارف ہو چکا تھا۔ یہ سب باتیں تھیں جن کی وجہ سے نو وارد سیاح کو وہاں کے دینی وعلمی ماحول میں داخل ہونے کا پورا موقع ملا۔ اس نے وہاں پر ہر چشمۂ علم سے فیض اٹھایا، رجال کے ہر طبقہ سے تعلق رکھا، ہر علمی بحث میں پورا حصہ لیا ہر موضوع پر کھل کر گفتگو کی، اس نے فائدہ اٹھایا بھی، اور فائدہ پہونچایا بھی، لیا بھی اور دیا بھی۔

اس نے اس سفر میں اس کا التزام کیا کہ ہر گفتگو، ملاقات، تاثر ومشاہدہ کو زیادہ تر روز کے روز قلمبند کر لیا جائے۔ اور نقل واقتباس اور روایت میں اس کا خاص خیال رکھا جائے، اور اس کا اہتمام کیا جائے کہ جو الفاظ اور جو صیغے متکلم نے استعمال کئے وہی لفظاً حتی الامکان باقی رکھے جائیں، اس لئے اس کتاب میں مقامی اسالیب وادب کا پورا عکس آگیا ہے، جس سے مورخین ادب بعد میں استفادہ کر سکتے ہیں، کتاب کے قارئین اس روزنامچہ میں بہت سی شخصیات کے حقیقی خدوخال کو نمایاں دیکھ سکیں گے اور ان کے سامنے وہ ماحول (جس میں یہ روزنامچہ لکھا گیا ہے) اپنی پوری کشمکش اور تلاطم کے ساتھ آجائے گا جس میں نفسیاتی، فکری اور اجتماعی اضطراب وبے چینی کا عنصر نمایاں تھا

---

[1] اس کا اردو ترجمہ "اسلامی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر" کے عنوان سے آٹھویں بار مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو نے شائع کیا۔ عربی میں کتاب کا تیرہواں ایڈیشن قاہرہ سے شائع ہوا، اس کے علاوہ انگریزی میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

بلکہ اس میں ان واقعات کی بھی عکاسی یا پیشین گوئی ملے گی جن کی صرف علامات نظر آرہی تھیں، ان شخصیات کو بھی دیکھا جاسکے گا جو ابھی پردے کے پیچھے تھیں اور ان دوررس تبدیلیوں کو بھی جن کے دھندلے اشارے افق پر ظاہر ہو رہے تھے، اس لحاظ سے یہ روزنامچہ زندہ اور بولتی ہوئی تصویروں کا البم ہے جسکے ذریعہ قاری ایک ایسے دور میں کچھ وقت گذار سکتا ہے جو اب واپس آنے والا نہیں۔

اس میں مصنف نے اس بات کا بھی التزام کیا ہے کہ ملاقات، گفتگو اور مشاہدہ کے تذکرے کے سلسلے میں اپنے افکار و خیالات اور تاثرات بے کم و کاست بیان کردے۔ اور اس واقعہ کا جو ردعمل یا نفسیاتی تاثر اس پر پڑا ہے اس کو بغیر کسی ابہام و احتیاط اور بغیر کسی مروت اور تکلف کے صاف اور واضح طریقہ پر قلمبند کردے، یہ ایک زندہ انسان کی تصویر کشی اور منظر نگاری ہے جو اپنے سینے میں دل رکھتا ہے، جس کے کچھ عقائد، اصول اور اقدار ہیں، جن پر وہ عقیدہ رکھتا ہے، جس کو ان ملکوں سے محبت بھی ہے، جو ان کے ماضی، حال اور مستقبل تینوں سے وابستہ ہے، اور اپنے کو انکے خاندان کا ایک فرد تصور کرتا ہے، جو ان کے رنج و الم اور کامیابی و ناکامی ہر چیز میں شریک اور حصہ دار ہے، جس کے نزدیک اسلام (جس سے اللہ تعالیٰ نے ان ملکوں کو سرفراز فرمایا اور دنیا میں اس کی اشاعت کے لئے ان کا انتخاب کیا) ہر چیز کا اصل پیمانہ اور معیار ہے اور اعمال، اخلاق، اور شخصیات سب کو اسی پیمانہ سے ناپنا چاہیئے، یہ کتاب کی وہ خصوصیت ہے جس کے لئے مصنف کو کسی معذرت کی ضرورت نہیں، پھر ان ملکوں سے جدا ہوتے وقت وہ ان پر ایک وداعی اور اجمالی نظر ڈالتا ہے، اور اس کے محاسن اور کمزور پہلو دونوں کو اجاگر کرتا ہے، جو چیزیں اس کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور جو چیزیں اس کو رنجیدہ کرتی ہیں، جن چیزوں کو وہ ملک کے لئے خطرناک سمجھتا ہے یا جن سے اس کی طبیعت متنفر ہوتی ہے، وہ سب اس میں بے کم و کاست پوری امانت داری کے ساتھ بیان کردیتا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

قطع نظر اس کے کہ یہ باتیں اس کے دوستوں اور محبین کو پسند آئیں گی یا ان کی ناپسندیدگی و ناراضگی کا باعث بنیں گی، اس لئے کہ ایک عرب شاعر نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ ؎

و فی العتاب حیاۃ بین اقوام

"شکوہ اور اظہار ناگواری قوموں کی زندگی اور زندہ دلی کی علامت ہے"۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۲ء و ۱۳۷۳ھ میں مذکرات سائح فی الشرق العربی کے نام سے جماعۃ الازہر للتالیف والترجمہ والنشر کی طرف سے شائع ہوا اس کا مقدمہ مصنف کے فاضل دوست اور ازہر کے رکن رکین ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ نے لکھا۔ اور مکتبۂ وہبہ قاہرہ نے اس کو شائع کیا لیکن یہ ایڈیشن طباعت کی اغلاط سے پُر تھا۔ اور اس کی طباعت و تصحیح کا کچھ زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا تھا، مصنف کی ہر کتاب کے کئی کئی ایڈیشن نکلے سوائے اس کتاب کے جس کا اب تک صرف ایک ہی ایڈیشن نکل سکا ہے۔ اس درمیان میں مصر میں بہت سی سیاسی تبدیلیاں واقع ہوئیں، جن کی وجہ سے وہاں اس کی اشاعت کی نوبت نہ آسکی، جب مصنف کو علم ہوا کہ بعض ناشر اس کو دوبارہ چھاپنا چاہتے ہیں تو اسے شبہہ تھا کہ اب کتاب کی افادیت باقی بھی ہے یا نہیں، اس کو اندیشہ تھا کہ اتنا پرآشوب زمانہ گذرنے کے بعد اس کی اہمیت افادیت اور زندگی ختم یا کم ہو چکی ہو گی۔ لیکن جب مصنف نے کتاب کو دوبارہ اس نظر سے دیکھا تو اس کو اندازہ ہوا کہ یہ کتاب دراصل ایک تاریخی دستاویز ہے جو بجائے خود بڑی قیمت کی حامل ہے اس لئے کہ دستاویزات کی قیمت و اہمیت مرور زمانہ سے گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے۔ اس لحاظ سے جتنا زمانہ گذرے گا۔ اور وہ ماحول جتنا ہم سے دور ہو گا جس میں یہ روزنامچہ قلمبند کیا گیا اسی کے بقدر ان معلومات اور نقوش و تاثرات کی قیمت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس میں ناظرین کو انسانی چہروں کے وہ خدوخال اور پیشانیوں کی وہ تحریریں صاف نظر آئیں گی جو اس کو تاریخ کی کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہو سکتیں، اس کو اس میں مشاہیر عالم، ارباب فکر و دانش، مصلحین اخلاق، ماہرین علوم

www.abulhasanalinadwi.org

اور صاحب طرز .... ادیبوں کے وہ اعترافات و بیانات ملیں گے جو اس کو خود ان کی تصنیفات اور روزنامچوں میں نہیں مل سکتے، ہوسکتا ہے کہ کسی اسکالر اور مورخ کو صدیوں کے بعد اس سے کوئی ایسی کڑی دریافت ہو جس سے واقعات کی پوری زنجیر مکمل ہوجائے اور وہ خلا پر ہوجائے جس نے اس کو اپنے کام سے مایوس کر دیا تھا۔ مورخ بظاہر ان غیر اہم واقعات، گفتگوؤں، ملاقاتوں اور مشاہدات سے بعض اوقات وہ نتائج اخذ کر سکتے ہیں اور ان سے وہ استفادہ کر سکتے ہیں جو تراجم و تذکرے کے ہزاروں صفحات اور جرائد و مجلات کی ضخیم فائلوں کی ورق گردانی سے ان کو حاصل نہیں ہوسکتا اس بنیاد پر مصنف نے کتاب کی دوبارہ اشاعت کی منظوری دیدی، قارئین، کتاب کی ان شخصیات کے بارے میں جواب پردۂ خفا میں چلی گئی ہیں یا جن کو سیاسی انقلاب نے گوشۂ گمنامی میں پہونچا دیا ہے، صحیح اور بے لاگ رائے قائم کر سکتے ہیں۔ نیز ان شخصیتوں کو جنھیں (بعض اہل قلم اور ادبا و مصنفین نے ضرورت سے زیادہ حق دے رکھا ہے یا جن کو پروپیگنڈے کے زور سے شہرت حاصل ہو گئی ہے) اپنی صحیح اور اصل جگہ پر دیکھ سکتے ہیں اور بہت تھوڑی فرصت میں ان سے ضروری فائدہ اٹھا سکتے ہیں اسلئے کہ انسانی زندگی کے جو تجربے ان کو حاصل ہوئے اور جن نتائج تک ان کی رسائی ہوئی وہ انسانیت کی دولتِ مشترکہ ہے جس سے ایک کے بعد دوسری نسل برابر فائدہ اٹھاتی رہی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ "حکمت مومن کا گم شدہ مال ہے جہاں بھی وہ اس کو ملے وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے"۔

آخر میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مصنف کو اس دورہ میں لبنان جانے کا موقع نہ مل سکا، یہ سفر ۱۹۵۶ء میں مقدر تھا اس میں بھی انھوں نے گذشتہ دورہ کیطرح روزنامچہ لکھنے کا التزام کیا اور یہ روزنامچہ "ثلاثة ایام فی لبنان" کے عنوان سے ندوۃ العلماء کے عربی ماہنامہ "البعث الاسلامی" میں شائع ہوا سفر کے اختتام کے طور پر یہ مختصر مقالہ کتاب کے آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب سے نفع عام حاصل ہو جس

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے مصنف نے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور تنگیٔ وقت اور شدید مصروفیت کے باوجود معلومات وتاثرات کو بہت فکر واہتمام اور دلچسپی کے ساتھ قلمبند کیا۔

مصنف کو بڑی مسرت ہے کہ عزیزی مولوی شمس الحق صاحب ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے بڑے ذوق وشوق اور محنت وسلیقہ سے اس کتاب کے اردو ترجمہ کا بیڑا اٹھایا ان کا ترجمہ عرصہ تک بالاقساط "تعمیرِ حیات" میں شائع ہوتا رہا، اور ذوق وشوق سے پڑھا جاتا رہا پھر متعدد اہل ذوق نے اس کی اشاعت کی تحریک کی تاکہ کتابی شکل میں اس کا افادہ عام ہو، ترجمہ میں سلاست اور دل آویزی ہے اور اس کے پڑھنے سے اصل کتاب کے مطالعہ کا لطف آتا ہے، مکتبہ فردوس نے اس کی ذمہ داری قبول کی اور اب اس کی دوسری اشاعت کی نوبت آرہی ہے۔

ابوالحسن علی ندوی

۱۷ر جمادی الاول ۱۳۹۱ھ

۱۱ر جولائی ۱۹۷۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرق اوسط کی ڈائری

حجاز سے روانگی:۔ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء شنبہ کی شام کو غروب آفتاب کے بعد اطالوی جہاز (اونڈا) ہمیں لے کر جدّہ سے السویس[1] روانہ ہوا۔ جدہ کی بندرگاہ پر الوداعی نظر ڈالتے ہوئے میں نے سرزمین مقدس سے بزبان حال عرض کیا جزیرۃ العرب ہم تجھ سے جدا ہو رہے ہیں مگر اکتا کر نہیں اور نہ ہمیشہ کے لئے میرا یہ سفر بھی دراصل تیرے ہی رشتہ سے، اور تیرے اس عزیز خاندان کے افراد سے ملاقات کی غرض سے ہے جو بحر احمر اور بحر روم کے ساحل پر پھیلا ہوا ہے، میں ان کو تیرا سلام پہونچاؤں گا۔ اور اس بات کا جائزہ لوں گا کہ تجھ سے جدا ہونے کے بعد زمانہ کی دست برد نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس دعوت و پیغام کی مقدس امانت کے ساتھ انھوں نے کیا برتاؤ کیا جسے یہ عزیز خاندان سارے عالم کے لئے لے کر نکلا تھا، انشاء اللہ میں پھر تیرے پاس واپس آؤں گا اور تجھ سے ان عرب اسلامی ملکوں کی

---

[1] مصر کی ایک بندرگاہ

www.abulhasanalinadwi.org

داستان بیان کروں گا اور اس دیار میں تیرے فرزندوں کی فلاشعاری، یا تیرے پیغام کی ناقدری وناشناسی کی جو بھی تصویر دیکھوں گا بے کم وکاست تیرے سامنے پیش کروں گا۔ عربی مثل ہے کہ کارواں کا رہبر کبھی کارواں سے جھوٹ نہیں بولتا، اس لئے کہ ایسے موقع پر حقائق چھپانا۔ مبالغہ آمیزی یا ضرورت سے زائد خوش گمانی خود اسی کے بھائیوں اور دوستوں کے لئے باعث ہلاکت ہوسکتی ہے۔

سفر کے ساتھی اس سفر میں میرے رفیق مولوی معین اللہ[1] ندوی اور مولوی عبدالرشید اعظمی ندوی تھے، جو گذشتہ سال سے حجاز میں دعوت وتبلیغ کا کام کر رہے تھے اور عربوں کو ان کا وہ پیغام یاد دلا رہے تھے جس کے لئے خدا نے ان کو منتخب کیا ہے، یہ عزیز حج کے زمانہ میں عالم اسلام اور عالم عربی سے آنے والے وفود سے انفرادی ملاقاتیں کرتے اور اس موضوع پر ان سے تبادلۂ خیال کرتے، پڑھے لکھے لوگوں کو ایسے عربی رسالے اور محاضرات پیش کرتے جو ان کے ذہن کو اصل مسئلہ کی طرف موڑ سکیں اور ان میں دینی شعور بیدار کرنے، اور موجودہ صورتِ حال کے نقص کو واضح کرنے میں مفید ومعاون ثابت ہوں۔

یہ دونوں عزیز ہندوستانی وپاکستانی احباب کے تبلیغی پروگراموں میں بھی شریک ہوتے، ان کے ساتھ دیہاتوں اور عرب قبائل کی آبادیوں میں گشت کرتے، جہاں تقریریں اور نجی ملاقاتوں کے ذریعہ دینی جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی اور دینی جدوجہد کے لئے ہمت بلند کرنے اور ایثار وقربانی سے کام لینے کی دعوت دی جاتی۔ یہ دونوں اس سفر میں میرے ساتھ رہیں گے۔ اور میرے ہی ساتھ ہندوستان واپس آئیں گے۔

ہم نے شنبہ کی صبح کو محترم جلال حسین صاحب رکن —

---

[1] موجودہ نائب ناظم ندوۃ العلماء

www.abulhasanalinadwi.org

(مجلس الشیوخ المصری[1]) کو بذریعہ تار اپنے مصر روانہ ہونے کی اطلاع کر دی تھی۔

چند دنوں پہلے مجھے ان کا عنایت نامہ ملا تھا جس میں انھوں نے میرے مصر کے عزم سفر پر اظہار مسرت کیا تھا اور خوش آمدید کہا تھا، اور اطلاع دی تھی کہ وہ لندن کے سفر پر روانہ ہو رہے ہیں لیکن جلد واپس آجائیں گے، انھوں نے اپنے سکریٹری استاد حسنی صقر کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ میرے قیام کا نظم کریں۔

ہمیں رخصت کرنے کے لئے بندرگاہ تک عزیزان مولوی عبداللہ[2]، عباس ندوی سید رضوان[3]، سید طاہر[4] اور خواہرزادہ عزیز محمد رابع[5] ندوی آئے تھے۔ جو ابھی حجاز میں دو سال قیام کریں گے۔ عربی زبان و ادب میں دست گاہ حاصل کریں گے اور مدرسوں اور کالجوں کے طلبا میں کام کریں گے۔

عزیزی محمد رابع اس سفر میں برابر یاد رہیں گے کہ وہ سفر و حضر کے ساتھی اور علمی کاموں میں میرے معاون تھے، خدا کرے ان تمام عزیزوں سے اس سرزمین پاک میں پھر بخیر و عافیت ملاقات ہو۔

---

[1] مصر میں دو ایوان قانون ساز ہیں ایک مجلس عوام جیسے ہمارے یہاں لوک سبھا اور برطانیہ میں پارلیمنٹ دوسرے ایوان بالا جیسے ہندوستان میں راجیہ سبھا اور برطانیہ میں ہاؤس ہاف لارڈس۔ اس دوسری مجلس کو مجلس الشیوخ کہتے ہیں۔

[2] ڈاکٹر سید عبداللہ عباس ندوی جو رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں ایک عہدہ پر فائز تھے، اب جامعۃ (اُمّ القریٰ) مکہ مکرمہ میں استاد کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

[3] ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی استاذ جامعۃ الامام محمد بن سعود۔ ریاض۔

[4] مولانا سید محمد طاہر مظفر نگری مددگار ناظم ندوۃ العلماء

[5] مولانا سید محمد رابع ندوی صدر شعبۂ ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء

www.abulhasanalinadwi.org

سنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذاں میں نے

رات اطمینان و سکون سے گذری رات بھر ہوا کے تیز جھونکوں کے باوجود میٹھی نیند آئی، صبح کو بیدار ہوئے تو طبیعت ہلکی اور چست تھی، ایک مصری دوست نے فجر کی اذان دی، صبح کے تڑکے میں یہ پہلی حق کی آواز تھی، جو جہاز و سمندر کی پرسکون و خاموش فضا میں گونجی، یہ وہی آواز تھی جس نے کبھی سارے عالم کو بیدار کر دیا تھا بحر و بر میں زندگی کی روح پھونک دی تھی، لیکن اس وقت یہ آواز جہاز کے سب مسافروں کو بھی نہ جگا سکی جو بہت تھوڑے تھے، کتنی دلخراش حقیقت ہے کہ اذان آج اپنی قوت و طاقت اور دلوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت اس حد تک کھو چکی ہے، اس کی روحانی قوت و تاثیر کو سب سے زیادہ جس چیز نے کمزور و بے اثر کیا ہے، وہ مغرب کی مادیت ہے، جس کو دین و عقیدہ اور عبادت و نماز کے سوا تمام چیزوں میں کامیابی کی منزلیں نظر آتی ہیں، یہ مادیت اس کی قائل نہیں کہ نماز سونے سے بہتر ہے، بہرکیف کچھ لوگ جنھیں خدا نے توفیق دی بیدار ہوئے اور ہم نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں جہاز میں ایسی جگہ بیٹھ گیا، جہاں سے سمندر کا نظارہ ہو سکے سمندر پرسکون تھا، ہوا تیز نہ تھی اور جہاز میں کوئی ایسی حرکت نہ تھی جو مسافروں کے لئے پریشانی کا سبب بنتی میں استاذ احمد عبدالغفور عطار اور استاذ عبدالقدوس الانصاری ایڈیٹر المنہل کی باتوں سے بہت خائف تھا اس لئے کہ یہ دونوں حضرات اپنے مصر کے سفر میں بہت پریشانیوں سے دوچار ہوئے تھے، چکر کی وجہ سے کھانا پینا تو درکنار اپنی جگہ سے حرکت تک کرنا آسان نہ تھا، خود میں بھی حج کے دونوں سفروں میں ایسے ہی بلکہ اس سے زیادہ پریشانیوں سے دوچار ہوا تھا، تقریباً ہفتہ بھر کھانے پینے کی طرف طبیعت مائل نہ ہوئی، بس کچھ پھلوں اور چٹنی اچار وغیرہ ہی پر اکتفا کرنی پڑی۔ لیکن خدا کا شکر ہے اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا۔ اس وقت تک ـــــ کوئی بات

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں پیش آئی اور اللہ کی ذات سے بہتری اور خیر و عافیت ہی کی امید ہے۔

ہمارا جہاز دراصل باربردار جہاز ہے جیسا کہ جدہ اور سوئیس کے درمیان عام طور پر ہوتا ہے یہ جہاز عموماً عمارتی لکڑیاں اور ناریل کولمبو اور بحر ہند کے جزیروں سے لا دکر لاتے ہیں جہاز نے جدہ سے تقریباً پچاس مسافر لئے جن میں اکثر مصری اور حجازی تھے، چھ ہندوستانی و پاکستانی و غیر ہندوستانی تھے اور تھوڑے سے سوڈانی اور تکرونی تھے۔

جہاز کے مسافر جہاز میں شام کے ایک نوجوان سے تعارف ہوا، ان کے والد جدہ میں تجارت کرتے ہیں، یہ صاحب ہندوستان و پاکستان کا بھی سفر کر چکے ہیں، یہ پڑھے لکھے سنجیدہ و شائستہ نوجوان تھے میں نے انکو اپنے دو رسالے (بین الصورة والحقیقة) اور (بین الهدایة والجبایة) دیے، انھوں نے دونوں رسالوں کو پڑھا اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔ یہ عرب ملکوں میں مادیت کے غلبہ اور عام اخلاقی انحطاط سے (جس سے یہ ممالک دو چار ہیں) بہت نالاں و بیزار تھے۔

جہاز میں ہم نے تمام نمازیں جماعت سے پڑھیں، جماعت میں شریک ہونے والے سب سے زیادہ مصری ہوتے تھے، جہاز کے اور مسافروں کی بہ نسبت یہ لوگ نماز کی پابندی کا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ ان میں اکثر ملازمت پیشہ، اور کاریگر تھے۔ جو جہاز میں کام کرتے تھے اور اپنے وطن جا رہے ہیں۔ ہم کو دوسروں کے مقابلہ میں ان کے اندر نشاط، خوش اخلاقی اور دین و علم کا احترام اور اس سے خاص تعلق نظر آیا۔ عصر کے وقت ہمیں موسم میں کچھ تبدیلی محسوس ہوئی۔ اور اندازہ ہوا کہ اب ہم نسبتاً سرد علاقہ سے قریب ہو رہے ہیں اور کل شاید سردی سے ہمارا سابقہ پڑے گا۔

دوشنبہ ۱۴ر۳ر۷۰ ہجری مطابق ۲۲ر۱ر۵۱ء

الحمد للہ صبح کو صحت و نشاط کے ساتھ بیدار ہوئے اور جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کی، پھر جہاز کے بالائی حصہ پر اس اطمینان کے ساتھ چہل قدمی کرتے رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جیسے آدمی زمین پر چلتا ہے۔ جہاز پرسکون تھا، نہ کوئی حرکت تھی اور نہ کوئی پریشان کن ڈگمگاہٹ، تھوڑی دیر بعد ناشتہ اور چائے نوشی ہوئی۔

جہاز کا ماحول:- جہاز کی یہ چھوٹی سی آبادی جو مختلف ملکوں کے باشندوں پر مشتمل تھی، اس نے میری آنکھوں سے بہت سے پردے اٹھا دیئے عورتوں میں حد سے بڑھی ہوئی آزادی، ستر پوشی کا بہت کم خیال، شرعی پردہ یکسر نایاب۔ میں ان عورتوں کو ہر طرح اور ہر موضوع پر اس طرح بے تکلف باتیں کرتے دیکھ اور سن رہا تھا، جیسے وہ سفر میں نہیں بلکہ درون خانہ ہیں۔ اکثر اوقات وہ مجھے بے پردہ نظر آئیں۔ مردوں کا حال یہ ہے کہ ہم نے ان کے اندر اسلامی تعارف و ملاقات کا کوئی شوق اور احساس نہیں پایا، پڑوس کا خیال یا اجتماعی زندگی کا کوئی اثر ان میں محسوس نہیں ہوا۔ یہ چیزیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ ہمارے اسلامی ملکوں میں اسلامی طرز زندگی بہت کمزور اور افسوس ناک حد تک زوال پذیر ہو چکا ہے اور اس کی جگہ ایسے طرز زندگی نے لے لی ہے، جس میں آدمی صرف اپنی ذات، اپنے پیٹ، اپنے آرام و راحت اور اپنے متعلقین ہی کی فکر کرتا ہے۔ کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ ہم اپنے ملک میں جب انتہائی قرب یا اشتراک باہمی اور رفاقت کی تعبیر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ (ہم لوگ ایک ہی کشتی کے سوار ہیں) لیکن اس وقت جب کہ ہم حقیقتاً ایک ہی کشتی میں ہیں ایک دوسرے کے بہت قریب ہونے کے باوجود بہت دور اور بیگانہ ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص الگ الگ کشتی میں سوار ہے۔

ہمارے ایک رفیق سفر نے قریب میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب کو میرے بعض رسالے پیش کئے انھوں نے رسالے پر نظر ڈالتے ہی صاحب رسالہ کو پہچان لیا اور بتایا کہ میں مکۂ مکرمہ میں آپ سے واقف ہو چکا ہوں آپ کی بعض مجلسوں میں حاضری کا بھی شرف حاصل ہے۔ اب وہ ہم سے مانوس ہو گئے اور اجنبیت کا حجاب جاتا رہا

www.abulhasanalinadwi.org

دن بھر ہم براعظم افریقہ کے پہاڑوں کا نظارہ کرتے رہے۔ جب ہمارا رخ سوئیس کی طرف ہوتا تو ادھر بھی پہاڑوں کا لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے، شاید اسی میں کہیں کوہ طور بھی ہو۔ لیکن کوئی ایسا واقف اور باخبر نہ ملا جو متعین طور پر بتا سکتا کہ طور سینا کس جگہ ہے، خشکی کے دونوں کناروں کا باہمی فاصلہ برابر کم ہوتا رہا، یہاں تک کہ ہم کو دائیں بائیں دونوں سمت کے ساحل نظر آنے لگے۔ ہمارے پاس سے بہت سی چھوٹی چھوٹی کشتیاں اس طرح گزرنے لگیں جیسے ہم خشکی کے راستہ میں ہوں اور سواریاں اور موٹریں دائیں بائیں سے گزر رہی ہوں۔

مصر کا اشتیاق:- ہمیں اس کا اندازہ تھا کہ صبح کو سوئیس پہنچ جائیں گے لیکن اس کے اظہار میں کوئی تکلف نہیں کہ بکثرت سفر کرنے کے باوجود اس سفر میں ناقابل بیان مسرت میرے دل میں ایسا کیف پیدا کر رہی تھی جس سے بچپن کی خوشی اور سب سے پہلے سفر کی یاد تازہ ہو گئی۔ مصر میرے دل و دماغ پر اس عزیز وطن کی طرح چھا گیا تھا، جس سے انسان بچپن سے مانوس ہوتا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ مصر کے بارے میں میں نے بچپن سے بہت کچھ سنا اور پڑھا تھا، اس کے حالات اور شخصیتوں سے واقف تھا، وہاں کی کتابیں، رسالے اور اخبارات پڑھتا تھا، اور اگر میں یہ کہوں تو شاید غلط نہ ہو کہ میں اپنی عربی تعلیم میں مصر ہی کا مرہون منت ہوں، اس میں ایسے صحافی اور ادیب ہیں جنھوں نے میرے ادب اور اسلوب پر اثر ڈالا ہے اور ادب و انشا میں میں نے عرصہ تک ان کی تقلید کی ہے۔ مصری پریس سے شائع ہونے والی کتابوں سے میرا ربط اسی طرح قائم ہے جیسے مصر سے باہر رہنے والے کسی عرب کا ہو سکتا ہے میں اس کے ماہانہ رسالوں اور مشہور اخبارات کو فکر و رجحان کے اختلاف کے باوجود پڑھتا ہوں مصری پریس سے دین و ادب، تاریخ و سیاست سے متعلق جو کچھ بھی شائع ہوتا ہے وہ میری نظر سے گزرتا ہے، میں اس کے ادیبوں، اہل قلم اور صحافیوں سے اور ان کے مقام و مرتبہ سے اتنا

www.abulhasanalinadwi.org

ہی واقف تھا جتنا اپنے ملک کے ادیبوں اور صحافیوں سے، اس کے بعد اگر مجھے مصر کا اشتیاق ہو، اور اس کے قرب سے اس درجہ مسرت ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

سہ شنبہ ۱۵/۴/۷۰ھ مطابق ۲۳/۱/۵۱ء

ساحل مصر پر:- صبح کی روشنی کے ساتھ ہی سوئیس کا سواد شہر آیا۔ ہم دونوں ہی کے منتظر و مشتاق تھے، جہاز لنگر انداز ہوا، اور ساحل سے بہت سے موٹر لانچ آگئے، ان پر مصر کے سرکاری لباس میں کچھ لوگ سوار تھے، ان کے سروں پر سُرخ خوبصورت ترکی ٹوپیاں تھیں، جن سے ہم اپنے وطن ہی سے مانوس تھے، ترکی ٹوپی ہمارے ملک کے پڑھے لکھے شریف لوگوں کا خاص شعار اور ترکوں سے محبت کی علامت سمجھی جاتی رہی ہے، ان سواروں میں سے کچھ لوگوں نے ہمیں سلام کیا اور خوش آمدید کہا۔ اس وقت ہم کو اسلامی و غیر اسلامی ملک کا کھلا ہوا فرق محسوس ہوا جس کو وہ مسلمان نہیں محسوس کرتا، جس نے کسی اسلامی ملک میں آنکھ کھولی ہو، اور اس کا نشو و نما وہیں ہوا ہو، جہاز کے قانونی مراحل طے ہو چکے تو ہم اپنا سامان لئے ہوئے خشکی پر اُتر آئے، ہمیں یہ بالکل اندازہ نہیں تھا کہ تحقیق و تفتیش اور اندراجات کے کن پریشان کُن مرحلوں سے گزرنا ہوگا جو عموماً ہر سے آنے والوں کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

لیکن اچانک ایک معقول آدمی از راہِ نوازش ہماری طرف بڑھا اور ایک ایجنٹ یا گائڈ کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کیں، ہم نے اس کی رضاکارانہ خدمت کو قبول کر لیا، وہ ہمیں پولیس آفس لے گیا۔ وہاں ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جن کی ظاہری شکل و صورت بتا رہی تھی کہ وہ کوئی بڑے افسر ہیں، وہ میری طرف متوجہ ہوئے، میرے متعلق دریافت کیا، جب میں نے ان کو اپنا نام بتایا تو وہ بولے کہ جلال صاحب نے قاہرہ سے تار کیا ہے کہ میں سوئیس میں آپ کا استقبال کروں اور ضروری سہولت بہم پہنچاؤں، چنانچہ انھوں نے درمیان میں پڑ کر، جلد اور آسانی کے ساتھ سارے مراحل طے کرا دیئے، اس ایجنٹ یا رہبر نے سامان اٹھانے اور قاہرہ میں شارع معروف پر واقع جلال بے کے دفتر پہونچنے کے لئے موٹر طے کرنے میں ہماری مدد کی، رخصت ہوتے

www.abulhasanalinadwi.org

وقت اس خدمت کے صلے میں میں نے ایک مناسب رقم ان کو پیش کی اور موٹر پر سوار ہوئے۔

سوئیس سے قاہرہ کو روانگی:- ہمارا راستہ خشک چٹیل، بے آب وگیاہ اور غیر آباد وصحرائی علاقہ سے ہوکر گزرتا تھا، کچھ مسافت طے کرنے کے بعد ڈرائیور نے موٹر روکتے ہوئے کہا، یہاں ہم ظہر کی نماز پڑھیں گے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس مصری ڈرائیور کو میں نے حسن اخلاق، شیریں زبانی اور دینداری میں ہندوستان کے ڈرائیوروں سے بہت مختلف پایا جو بدکلامی اور بدمعاملگی میں ضرب المثل ہیں اور ان میں دینی فرائض اور نماز کا اہتمام بہت کم بلکہ تقریباً نایاب ہے، اس مصری ڈرائیور میں جو خصوصیات مجھے نظر آئیں وہ مصر کے سبھی ڈرائیوروں میں پائی جاتی ہیں۔ یا یہ اسی کی خصوصیت ہے صحیح اندازہ تو مزید تجربوں سے ہوگا، نماز سے فارغ ہوکر موٹر پر سوار ہوگئے۔

تھوڑی دیر بعد ہماری موٹر مصر کی فوجی چھاؤنی کے پاس سے گزر رہی تھی، یہ پہلی چھاؤنی تھی جسے ایک اسلامی ملک میں دیکھنے کا اتفاق ہوا، چھاؤنی دیکھ کر بڑی خوشی ومسرت ہوئی، اور زبان پر بیساختہ دعا کے الفاظ جاری ہوگئے، جب ہم مصر الجدیدہ[1] میں داخل ہوئے تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم یورپ کے کسی بڑے شہر میں ہیں، کہیں کہیں مشرقی تہذیب نظر آتی ہے۔ لیکن مغربیت کی آمیزش کے ساتھ، ہم قاہرہ کے اندرونی حصہ کی طرف بڑھتے رہے جو دور تک پھیلا ہوا ہے اور بیس لاکھ سے زائد آبادی پر مشتمل ہے۔ ہم جلال بے صاحب کے دفتر ۲ شارع معروف" پہنچے اور دفتر میں داخل ہوئے تو ان کے سکریٹری استاذ حسنی صقر نے ہمارا استقبال کیا اور بتایا کہ استاذ جلال حسین صاحب نے سوئیس کے حاکم ضلع اور مدرسۃ السویس کے پرنسپل کو ہمارے استقبال کرنے اور مدد بہم پہونچانے کے لئے تار کردیا تھا، لیکن استاذ عبدہ کے علاوہ ہمیں کوئی اور نہ ملا، استاذ حسنی صقر نے جلال بے صاحب کو فون کیا اور ہمارے پہونچنے کی اطلاع کی۔

---

(۱) یہ قاہرہ کا ایک ایسا ہی نیا اور فیشن ایبل حصہ ہے جیسے نئی دہلی" دہلی کا۔

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے فون پر مجھ سے بات کی خوش آمدید کہا اور اچانک اپنے کسی عزیز کے حادثۂ انتقال کے سبب سویس نہ پہنچنے کی معذرت کی، میں نے ان کے منصب و مرتبہ اور سن و سال کے مناسب جواب دیا اور ان کے اس اہتمام و گرمجوشی اور خوش اخلاقی کا شکریہ ادا کیا، انھوں نے فرمایا ہم ابھی تھوڑی دیر بعد آرہے ہیں، استاد حسنی صقر نے بتایا کہ انھوں نے جمعیۃ مکارم اخلاق کی عمارت میں ہمارے لئے دو کمرے لے رکھے ہیں اور یہ بتایا کہ جمعیۃ کے سکریٹری شیخ احمد عثمان ابھی آتے ہیں اور آپ سے ملاقات کرتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد شیخ احمد عثمان[1] تشریف لائے، بڑی گرمجوشی سے سلام کیا اور ہم بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، ایک دوسرے سے تعارف شروع ہوا، اتنے میں جلال بک صاحب نے اپنے سکریٹری کو فون کیا اور کسی وقتی مشغولیت کے سبب حاضر نہ ہوسکنے پر معذرت کی اور ان کو ہدایت کی کہ آج رات محلہ سیدنا الحسین[2] کے کسی ہوٹل میں ہمارے قیام کا انتظام کردیں، لیکن ہوٹل کے منیجر نے پردیسیوں کو اس وجہ سے ٹھہرانے سے انکار کردیا کہ پاسپورٹ اور ویزا کے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور زحمتیں پیش آتی ہیں۔ یہاں سے ہم (العتبۃ الخضراء) کے فندق مصر میں گئے یہاں بھی وہی بات پیش آئی جو اس سے پہلے پیش آچکی تھی، اس وقت مجھے پردیسی ہونیکا احساس ہوا، اس نے میرے اس خیال کو اور بھی پختہ کردیا کہ آمد و رفت کے ذرائع نے رکاوٹوں و دشواریوں کو دور نہیں کیا بلکہ ان کو اور بڑھا دیا اور سفر کو پہلے سے زیادہ مشکل کردیا ہے اس کا اظہار کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ مجھے ہوٹل والوں کی کج خلقی اور ضرورت سے زیادہ قانونی گفتگو سے بڑا تکدر ہوا اور ایک قسم کی ذلت و اہانت محسوس ہوئی، میں نے شیخ عثمان صاحب سے کہا کہ اب

---

(۱) مصریوں میں بہت سے لوگوں کے نام عثمان ہوتے ہیں (تائے مثنات ہے) اس کی حقیقت کا علم نہیں۔

(۲) وہ جگہ جہاں کی ایک مسجد کے گوشہ میں کہا جاتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کا سر دفن ہے تاریخی اعتبار سے اس کی کوئی اصل نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہوٹل میں ہم کسی قیمت پر نہ ٹھہریں گے کہیں بھی قیام کرلیں گے۔

لیکن شیخ اس پر تیار نہ ہوئے اور ہمیں عقبہ ہی کے ایک ہوٹل "فندق البرلمان" لے گئے یہاں معمولی گفتگو اور اطمینان حاصل کرلینے کے بعد منیجر نے ہم کو ہوٹل میں ٹھہرنے کی اجازت دے دی، چنانچہ ہم پہلی منزل کے ایک کمرے میں ٹھہرے اور تاخیر سے مغرب کی نماز ادا کی، پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، انھوں نے اختصار کے ساتھ "الجماعۃ الشرعیۃ" کا تعارف کرایا میں نے ان سے کہا کہ میں "الجماعۃ الشرعیۃ" کے بعض ان حضرات کو جانتا ہوں جن سے میری پہلے اور آخری حج میں ملاقات ہوئی تھی، جب میں نے ان سے اپنے دوست الحاج علی الشریف کا ذکر کیا تو شیخ احمد عثمان نے فرمایا کہ میں ابھی ان کو آپ کی آمد کی اطلاع کرتا ہوں، وہ فوراً آئیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، ہم بیٹھے باتیں کررہے تھے کہ تھوڑی دیر میں علی شریف صاحب آگئے تین سال کی طویل جدائی کے بعد اس ملاقات سے بہت خوشی ہوئی۔ مدینہ منورہ میں کس طرح ہم لوگوں کا اوّل اوّل تعارف ہوا تھا، نیز وہاں کی ملاقاتوں اور جلسوں کا ذکر چھڑ گیا جن میں ہم شریک ہوتے اور تقریریں کرتے تھے، پھر وہ یہ کہہ کر تشریف لے گئے کہ ظہر بعد ملاقات ہوگی۔

چہارشنبہ ۱۶؍۴؍۷۰ھ مطابق ۲۴؍۱؍۵۱ء

ناشتہ سے فارغ ہوکر ہم جلال صاحب کے دفتر گئے اور ان کے سکریٹری سے ملے۔ انھوں نے بتایا کہ جلال بک صاحب ابھی آئیں گے اور ہم سے ملیں گے، تھوڑی دیر بعد جلال صاحب تشریف لائے اور بڑی گرمجوشی اور تپاک سے ملے اور باتیں شروع ہوئیں، وہ شام کو دفتر آئے تو انھیں ہمارا خط ملا جو تاخیر سے پہونچا تھا۔ شیخ عبداللطیف سرحان ازہری کا بھی خط ملا جو مکہ مکرمہ میں حکومت کی دعوت پر گئے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ان کے سکریٹری کو جو تقریریں ان کو پہنچانے کے لئے دی تھیں وہ بھی انھیں ملیں، جلال صاحب نے فرمایا کہ ہم آپ کے بارے میں برابر معلوم کرتے رہے، ہوٹل والوں نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے مجھے بڑی تکلیف ہوئی ان لوگوں کا یہ رویہ مجھے بہت ناگوار گزرا، مجھے بتایا گیا کہ آج آپ دوپہر کا کھانا الحاج علی الشریف کے یہاں

www.abulhasanalinadwi.org

کھائیں گے۔ کل انشاء اللہ آپ وہ جگہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ جو ہم نے آپ کے لئے منتخب کی ہے اگر وہ آپ کو پسند ہے اور وہاں ٹھہرنا مناسب سمجھتے ہیں تو بہت اچھا ورنہ دوسری جگہ تلاش کریں گے ہم نے کہا یہی ٹھیک ہے اور ان سے اجازت چاہی، ہم نے ان کو ہندوستانی نوٹ دیئے کہ وہ انکو مصری سکے میں تبدیل کرادیں، اس کے بعد ہم لوگ الحاج علی شریف کے یہاں "شبرا" گئے وہاں ظہر کی نماز پڑھی اور اس جگہ گئے جہاں وہ اپنے نئے مکان کی تعمیر کی نگرانی میں مشغول تھے ان کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا، عصر کی نماز پڑھی اور واپس آگئے قیام گاہ پر چند ملاقاتی کارڈ ملے اور معلوم ہوا کہ مولانا عبیداللہ بلیاوی جو حجاز میں دعوت وتبلیغ کے نگراں ہیں اور دو ہفتہ قبل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سوڈان کے سفر سے واپس آئے ہیں وہ تین مرتبہ آئے اور ہم سے ملاقات نہ ہوئی ان کے ساتھ سندھ کے ڈائرکٹر آف ایجوکیشن (ناظم تعلیمات) ہمارے دوست سیّد علی اکبر بھی تھے، وہ ایک پرچہ چھوڑ گئے کہ آج وہ ازہر کے ہندوستانیوں کے ہاسٹل "رواق الھنود" میں دوستوں کو مجھ سے ملاقات وتعارف کے لئے جمع کریں گے ہمارا وہاں پہونچنا ضروری ہے وہ ہمارے پاس عشاء کے وقت پھر آئیں گے ہم نے ان کا انتظار کیا مولانا عبیداللہ اور سیّد علی اکبر صاحب آئے۔

ہندوستانی دارالاقامہ میں ایک جلسہ

یہاں سے ہم ازہر گئے جہاں طلباء میں ہمیں تقریر کرنی تھی! ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ ہندوپاک کے تھوڑے سے طلباء ہوں گے، لیکن وہاں پہنچے تو ہال سرخ ترکی ٹوپیوں، اور سفید عماموں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، میں ایسے سنجیدہ، وجیہ، پروقار نوجوانوں کے سامنے تھا جنھیں دیکھ کر مقرر کی طبیعت میں جولانی، نشاط اور تقریر کا داعیہ خود بخود پیدا ہونے لگتا ہے، جب یہ معلوم ہوا کہ حاضرین میں ایک بڑی تعداد ترک نوجوانوں کی ہے تو میری خوشی ومسرت میں مزید اضافہ ہوگیا، اتنی ہی تعداد فلسطین وشام کے طلباء کی تھی۔

شام کے ایک نوجوان محمد توفیق کنبی جو سکریٹری تھے، اسٹیج پر آئے اور جلسوں کی رسم

www.abulhasanalinadwi.org

کے مطابق میرے لئے استقبالیہ کلمات کہے۔ پھر شیخ لقمان ندوی ازہری جو ہندوستانی دارالاقامہ کے نگراں ہیں اٹھے اور مجھ سے تقریر کی فرمائش کی۔ میں نے برجستہ و بے تکلف جو اس وقت ذہن میں آیا وہاں عرض کیا۔ مجھے یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک ایسی مجلس میں تقریر کرنی ہوگی جس میں ترکی شامی، مصری، فلسطینی اور دیگر ملکوں کے طلبہ ہوں گے۔

میری تقریر کا خلاصہ و لبّ لباب یہ تھا کہ :۔

تقریر:۔ اسلام ایک ابدی پیغام حیات ہے جو قدیم و جدید کی بحث سے ماوراء ہے، قدیم و جدید کا فرق تو انسان کے خود ساختہ نظاموں، تہذیبوں اور ادب و زبان میں ہوتا ہے جو قوم و جماعت بھی اپنے کو اس پیغام سے منسلک کر دے گی اور اپنا رشتۂ حیات اس سے جوڑ دے گی، اس کو بقاء و دوام حاصل ہوگا، وہ زمان و مکان کی قید و بند سے آزاد ہوگی جو انقلاب و تبدیلی کا تابع ہے اور مادّی قوتوں و طاقتوں، رکاوٹوں اور رقابتوں پر غالب ہو جائیگی یہی صحابۂ کرامؓ کی کامیابی و بڑائی کا راز تھا، انھوں نے اپنی قوت اور خداداد صلاحیت کا اندازہ لگا لیا اور اس کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ روم و فارس جیسی ترقی یافتہ مادّی و فوجی طاقت رکھنے والی حکومتوں کے ہم پلّہ نہیں ہو سکتے، انھوں نے اس ابدی پیغام سے اپنے کو منسلک کر دیا جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلّم لے کر آئے تھے، جس کے ظہور و غلبہ اور سارے عالم میں پھیلنے کا خدائی فیصلہ ہو چکا تھا، صحابۂ کرامؓ نے اپنی شخصیت، اپنے وجود اور اپنے جان و مال کو ہر طرح سے اس کے لئے وقف کر دیا، اپنے مستقبل اور رشتۂ حیات کو اس میں اس طرح فنا کر دیا کہ وہ اسلام کا جزء لاینفک بن گئے کہ نہ ان کے بغیر اسلام پھل پھول سکتا تھا، نہ وہ اسلام سے الگ و بے نیاز ہو کر زندہ رہ سکتے تھے، جب صحابۂ کرامؓ نے اس ہمت و عزیمت کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو صلاح و تقویٰ کی میزان میں تول لیا تب وہ نصرت و تائید خداوندی کے مستحق ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ظہور و غلبہ اور روئے زمین پر قدم جما دینے کا فیصلہ فرمایا۔

عزیز طلبائے ازہر تم بھی جب اپنے کو پیغام اسلام کے لئے خالص کر لوگے، اپنی زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

اور اپنے مستقبل کو اسلام پر ثابت قدمی اور اس کی دعوت وتبلیغ کے ساتھ جوڑ دوگے اپنے وجود کو اسلام کی شخصیت میں ضم اور تحلیل کر دوگے، اسلام تم سے چلے گا، اور تم اسلام کو لے کر چلوگے، تو یقیناً تم کامیاب ہوگے، حاوی وغالب ہوگے، زمانہ تمہارے سامنے جھکے گا اور گھٹنے ٹیکے گا اور تمہارا تابع ہو جائے گا۔

جب میں اپنی تقریر ختم کر چکا تو استاذ محمد توفیق کنجی دمشقی نے جو ازہر شریف میں اسلامک اسٹڈیز کے سکریٹری ہیں اور "کلیۃ الشریعۃ" میں پڑھتے ہیں، شکریہ ادا کیا، اور (جمعیۃ الشبان المسلمین) کے ہال میں تقریر کرنے کی درخواست کی جہاں میرے مخاطب جامع ازہر کے وہ طلبار ہوں گے جو مختلف اسلامی ملکوں سے تعلق رکھتے تھے، میں نے انکی پیشکش منظور کرلی اور ان سے کہا کہ میں اس کے لئے تیار ہوں اس جیسی مجلس میں بات کرنے سے مجھے خوشی ہوگی اور ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ طلبار سے تعارف کرائیں، کچھ طلبار سے پہلے انھوں نے پوچھا پھر کہا کہ طلبار خود تعارف کرائیں، ترکی، مصری، فلسطینی اور شامی طلبار سے تعارف ہوگیا تو میں نے ترک طلبار سے خصوصی ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا، اپنی قیام گاہ پر بھی ان سے ملنے میں مجھے خوشی ہوگی اگر وہ ہم کو اپنی قیام گاہوں پر بلائیں تب بھی مجھے کوئی عذر نہیں، اس کے بعد جلسہ ختم ہوگیا اور ہم برلمان ہوٹل واپس آگئے۔

جمعرات ۱۷/۴/۷۰ھ مطابق ۲۵/۱/۱۹۵۱ء

مولانا عبید اللہ بلیاوی[1]، سید علی اکبر[2] اور شیخ عثمان میری قیام گاہ پر آئے، کچھ ہی دیر بعد استاذ حسنی صقر ہم کو اس جگہ لے جانے کے لئے آگئے، جس کو جلال صاحب نے ہمارے قیام کیلئے

---

[1] تبلیغی جماعت کے مشہور رکن رہنما، حال مقیم مرکز نظام الدین، دہلی، جو ہمارے مصر میں پہونچنے سے چند ہی دن پہلے سوڈان میں تبلیغی کام کرتے ہوئے قاہرہ پہونچے تھے اور ہمارے منتظر تھے۔ [2] سید علی اکبر قاسمی سندھ پاکستان کے وزارت تعلیمات کے سکریٹری تھے اور اس زمانہ میں مشرق وسطیٰ کی سیاحت پر نکلے ہوئے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

منتخب کیا تھا، میں ان حضرات کے ساتھ گیا، جگہ پسند آئی اور یہ طے ہوگیا کہ آج یا کل صبح وہاں منتقل ہو جائیں۔

ڈاکٹر احمد امین[1] سے ملاقات:-

راستہ میں ہم نے احمد امین صاحب کو فون کیا، مکہ مکرمہ سے ان کو اپنے مصر کے ارادۂ سفر کی اطلاع کر چکا تھا۔ ہم نے ٹیلیفون پر پوچھا کہ آپ سے کب اور کہاں ملاقات ہو سکتی ہے، انھوں نے بتایا کہ بارہ بجے تک جیزہ میں (الادارۃ الثقافیۃ) کے دفتر میں ملوں گا، میں نے انھیں اب تک نہیں دیکھا تھا لیکن ان کی کتابوں کا مطالعہ خوب کیا تھا اور ان کے علمی طرز تحریر، وقعات کی تحلیل وتجزیہ، تاریخ پر اچھی نظر اور متوازن فکر سے متاثر تھا، اسی وجہ سے میں نے ان سے اپنی کتاب (ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین) پر مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی تھی، مجھے یہ خیال تھا کہ مصر کے صاحب قلم مصنفین اور ادیبوں میں وہ اس کتاب کا مقدمہ لکھنے کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ کتاب کے موضوع، اور ان کے فکر وذوق اور نظریہ میں بھی ہم آہنگی ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ مقدمہ شوق ورغبت اور طبیعت کے تقاضہ کے ساتھ لکھیں گے، لیکن شاید ایسا نہیں ہو سکا میرے اکثر دوستوں نے اس مقدمہ کو پسند نہیں کیا، ان کا خیال ہے کہ مقدمہ کتاب کی صحیح تصویر کشی اور حقیقت نمائی سے خالی ہے بلکہ اس مقدمہ نے کتاب کی بڑی حق تلفی کی ہے اور اس کے مقام کو بہت گھٹا دیا ہے، مگر اس میں احمد امین صاحب کی کوئی خطا نہیں، خطا اس کی ہے جو بڑی امیدیں قائم کر لیتا ہے، ادیب وصحافی کی طبیعت ہمہ وقت یکساں نہیں ہوتی اور نہ ہر موضوع پر

---

[1] مصر کے مشہور ادیب ومؤرخ اور صاحب طرز انشاء پرداز اور مقبول مصنف جن کا سلسلہ فجر الاسلام اور ضحی الاسلام علمی وادبی حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل کر چکا تھا۔ وہ اس وقت کلیۃ الآداب (جامعہ مصر) کی پرنسپل شپ (عادہ) سے ریٹائر ہو کر عرب لیگ کے الادارۃ الثقافیۃ کے انچارج، اور لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر قاہرہ کے صدر تھے، اسی ادارہ نے "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" پہلی مرتبہ شائع کی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

چلتی ہے، پھر شکایت ہی کیا؟

کتاب کے ساتھ مقدمہ کے اس "حسن وسلوک" کے بعد بھی احمد امین کے بارے میں میرے جو خیالات تھے وہی رہے اور میں اپنی اس رائے پر قائم رہا کہ وہ اپنے وسیع مطالعہ علمی اسلوب، کثرت مواد میں اپنے طبقہ میں ممتاز ہیں۔

ہمارے قدم ان کے دفتر کی طرف بڑھ رہے تھے اور دل میں یہ خیالات گردش کر رہے تھے کہ ابھی تھوڑی دیر میں اس شخص سے ملاقات اور گفتگو ہوگی، جس کی تصنیفات، مضامین اور علمی مباحث کے ذریعہ میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں، اس کے فکر وادب اور علمی شخصیت کی تصویر دیکھ چکا ہوں، آیا وہ جسمانی طور پر بھی بھاری بھرکم ہوں گے۔ اسکے برعکس ایسا اکثر ہوتا ہے کہ تخیل حقیقت سے زیادہ حسین ہوتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ مصنف وادیب اپنے مضامین وتحریروں میں اپنی مجلسی گفتگو سے کہیں زیادہ پرکشش وجاذب نظر آتا ہے، ان دونوں میں سے جو بھی صورت پیش آئے گی اس سے مجھے حیرت نہ ہوگی اس لئے کہ دونوں طرح کے تجربوں سے میرا سابقہ پڑ چکا ہے۔

اپنے انھیں خیالات وتصورات کے ساتھ میں (الادارۃ الثقافیۃ) کے دفتر میں داخل ہوا اور ڈاکٹر احمد امین صاحب کو پوچھا۔ دفتر والوں نے باغ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ ہیں۔ نظر پھیری تو دیکھتے ہیں کہ ایک معمر، دراز قامت اور دبلا پتلا شخص ہماری طرف بڑھ رہا ہے اور ہمیں خوش آمدید کہہ رہا ہے، جسم بیماری سے متاثر، کثرت تالیف ومطالعہ کی محنت سے نڈھال اور قوت بینائی کمزور ہو چکی ہے، ڈاکٹر کے مشورہ سے دانت بھی نکلوا چکے ہیں جس سے بات کرنے میں تکلف ہوتا ہے، چہرہ مہرہ اور ظاہری شکل وصورت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دبلا پن بیماری وپیرانہ سالی کے سبب سے ہے، جوانی میں تنومند بھاری بھرکم حسین وخوبرو تھے، ڈاکٹر احمد امین صاحب مجھ سے ملے، خوش آمدید کہا اور ایک دوسرے کا تعارف ہوا، ہر ایک نے ایک دوسرے سے خیر وعافیت معلوم کی، باتوں باتوں میں میری کتاب (ماذا خسر العالم

www.abulhasanalinadwi.org

بانحطاط المسلمین) کا ذکر چھڑ گیا، میں نے کہا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ میں نے آپ کو مقدمہ لکھنے کی زحمت بیجا دی، کہنے لگے نہیں نہیں میں نے تو کتاب سے بڑا فائدہ اٹھایا، بہت سے مراجع کا علم ہوا، میں نے بغور اس کو پڑھا۔

شریعت اسلامی اور تاریخ اسلام کے بارے میں ڈاکٹر احمد امین کے بعض منفرد خیالات

پھر وہ اپنی نئی تصنیف "اسلام کا ماضی و حال" کا ذکر کرنے لگے جو ابھی شائع نہیں ہوئی، کہنے لگے اس کتاب میں میں نے بعض ایسے خیالات اور نظریات پیش کئے ہیں، جو بہت سے لوگوں کو گراں گزریں گے، مثلاً یہ کہ اسلام عہد رسالت کے علاوہ کبھی اور پورے طور پر نہیں نافذ ہوا، حضرت عمر کا طرز حکومت عربی تھا نہ کہ اسلامی، پھر مثالیں و دلائل ذکر کرنے لگے۔

ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ بہت سے دینی مسائل اور مشکلات پیش آتے رہتے ہیں جو اجتہاد اور اظہار رائے کے متقاضی ہوتے ہیں، لہٰذا اجتہاد کا دروازہ کھلا رہنا چاہیئے، مثلاً موجودہ دور میں زندگی بہت مشغول ہے، لہٰذا سخت مشغولیت والے مقیم کو حالت قیام میں بھی جمع بین الصلاتین کی اجازت ہونی چاہیئے، اسی طرح کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو موسم گرما میں فدیہ دے کر روزہ چھوڑنے کی اجازت ہونی چاہیئے، اسی طرح فقہ کے بعض ایسے اصول ہیں جن میں کبھی غریب پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے اور امیر سے ساقط ہو جاتی ہے، لہٰذا اس پر نظر ثانی ہونی چاہیئے۔ اسی طرح حج میں کچھ لوگوں کو قربانی کے بجائے کھجور صدقہ کرنے کا مشورہ دینا چاہیئے اس لئے کہ قربانی کا گوشت ضائع ہو جاتا ہے، سڑ کر فضا کو متعفن کرتا ہے جس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اصول دین کے خلاف ان خیالات پر میں نے اپنے اختلاف و ناگواری کا اظہار کیا مگر چونکہ یہ پہلی ملاقات تھی، اس لئے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

احمد امین کی نظر میں عربی طرز فکر اور مغربی طرز فکر کا فرق

پھر وہ عربی طرز فکر اور مغربی طرز فکر پر گفتگو کرنے لگے، کہنے لگے عربی طرز فکر اپنی بناوٹ میں ممتاز ہے اسی لئے اس میں احکام و مثالیں نمایاں ہیں، اس نے اختصار سے کام لیا ہے، اس کا اہتمام کیا ہے اور مغربی فکر تحلیل و تجزیہ میں ممتاز ہے، اسی لئے قصوں میں اسکی طبیعت خوب چلتی ہے، پھر المانی طرز فکر پر گفتگو کی اور اس کی گہرائی کی تعریف کی انھوں نے کہا کہ وہ تصوف سے زیادہ قریب ہے، محمد اسد صاحب کی کتاب (الاسلام علی مفترق الطرق) پر پسندیدگی کا اظہار کیا، یہ ایک علمی مجلس تھی جس میں علم و دین دونوں موضوع رہے۔ دوسرے دن دوپہر کے کھانے کی دعوت دی، میں نے کہا کسی اور دن کے لئے متعین کریں گے۔

ماذا خسر العالم کے پانچ نسخے مجھے ہدیہ کئے۔ میں نے کہا کہ آپ کی کتاب "حیاتی" کے مطالعہ کا اشتیاق تھا، وہ مجھے نہ ہندوستان میں ملی نہ حجاز میں ــــ چنانچہ اس کتاب کا ایک نسخہ منگا کر مجھے ہدیہ کیا اور اس پر لکھا (هدية إلى الأخ الاستاذ أبي الحسن تحية معرفة) احمد أمين

استاذ ابوالحسن کو ہدیہ سلام و تعارف کے طور پر۔ احمد امین ۲۵/۱/۵۱ء

پھر میں نے ان سے اجازت چاہی، اس ملاقات میں میرے ساتھ شیخ احمد عثمان اور مولوی عبدالرشید ندوی تھے، ہاں! اور احمد امین صاحب نے ہندوستان و پاکستان سے آئے ہوئے میرے وہ خطوط دیئے جو ان کے پتہ پر آئے تھے، ان خطوط میں ایک پُر محبت و ادیبانہ خط مولانا مسعود عالم ندوی کا تھا جو انھوں نے اپنے ادبی انداز اور برادرانہ اخلاص کے ساتھ لکھا تھا، ان کا یہ معمول ہے کہ جب مجھ کو خط لکھتے ہیں تو تکلف و تصنع سے کام نہیں لیتے، آمد ہی آمد ہوتی لہٰذا ان کا خط ادبیت، گہری مخلصانہ محبت کا ایک دل آویز مرقع ہوتا ہے، اگر ہم دونوں کی باہمی مراسلت کا مجموعہ کوئی تیار کردے تو اخوان الصفا کا ایک نیا ایڈیشن تیار ہو جائے، جو

www.abulhasanalinadwi.org

فلسفیانہ مباحث اور حقائق اشیاء کے بیان کرنے کے الجھاؤ سے پاک ہوگا، رات میں ہمارے ایک مخلص دوست محمود قندیل آگئے جن کا الجماعۃ الشرعیۃ سے تعلق ہے۔ عباسیہ میں ان کا ورک شاپ ہے، مکہ مکرمہ میں ہماری ان کی ملاقات ہو چکی تھی، دونوں ایک دوسرے سے مانوس و متعارف تھے۔ انھوں نے ہمارے ہوٹل میں ٹھہرنے کا شکوہ کیا کہ ہمارے قاہرہ میں ہوتے ہوئے آپ نے ایسا کیوں کیا؟ ہم نے اس بات پر ان سے معذرت کی، وہ دیر تک بیٹھے یہ طے ہوا کہ ہم لوگ جمعیۃ کی مرکزی مسجد میں جمعہ پڑھیں وہاں ملاقات ہوگی۔

۱۸/۴/۷۰ھ ۲۶/۱/۱۹۵۱ء

الجمعیۃ[(۱)] الشرعیۃ کی مسجد میں میری تقریر

گذشتہ رات الحاج علی الشریف نے ٹیلیفون پر بتایا تھا کہ وہ ساڑھے دس بجے آئیں گے اور جماعت کی مسجد لے جائیں گے، ہم نے انکا اور شیخ احمد عثمان صاحب کا انتظار کیا اور ان دونوں کی آمد کے بعد مسجد گئے۔ شیخ احمد عثمان نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی، خطبہ موقع و محل کے لحاظ سے بہت مناسب تھا، نماز کے بعد حاجی علی صاحب نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے ایک معزز مہمان عالم تقریر کریں گے۔ میں منبر پر چڑھا اور جو کچھ خدا نے کہلوایا کہا، میں نے اپنی تقریر میں اسلام اور مسلمانوں کی اس کس مپرسی کا ذکر کیا جو اس وقت ہر ملک میں پائی جاتی ہے اور اس جماعت کو استقامت اور وقت کے دھارے کے ساتھ نہ بہنے پر مبارک باد دی۔ میں نے ہندوستان و مصر کی ان شخصیتوں کا بھی ذکر کیا جو سنت پر عامل اور اس کی نگہبان و محافظ تھیں۔ میں نے کہا کہ اس صورت حال کو بدلئے۔ دھارے کا رُخ فساد سے اصلاح کی طرف پھیرے اور خود اپنے ملک اور اپنے لوگوں میں اسلام کی مسافرت اور

---

(۱) اس نام کی ایک انجمن تھی جسکے بانی بڑے عالم حقانی بزرگ شیخ محمود خطاب سبکی تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کس مپرسی کو دور کرنے کے لئے بڑی جدّوجہد، محنت وجانفشانی اور ایثار وقربانی کی ضرورت ہے اور یہ کام نقل وحرکت، اسلامی دعوت کی نشر واشاعت اور اس کے لئے محنت ومشقت اٹھائے بغیر نہیں ہوسکتا۔

میں نے یہ بھی کہا کہ اسلام کوئی میراث نہیں ہے، جو بیٹے کو باپ سے یا ایک نسل کو دوسری نسل سے ملتی رہے جیسا کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں، جو لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں ان لوگوں نے دین کی قدر وقیمت نہیں سمجھی، اس لئے کہ اسلام ان کو کسی مشقت کے بغیر مفت اور بلاقیمت مل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسلام کو کوئی گزند پہونچتا ہے تو ایسے لوگوں کے کان میں جوں تک نہیں رینگتی، ان میں کوئی حرکت اور جذبۂ مقاومت نہیں پیدا ہوتا، اسکے برعکس صحابۂ کرامؓ کی جماعت ہے جنھوں نے اسلام کے لئے خون کا دریا پار کیا، مصائب وآلام کے پل سے گزرے، یہی وجہ ہے کہ اسلام ان کو جان ومال سے زیادہ محبوب ومرغوب ترین چیزوں حتیٰ کہ آل واولاد سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم تاریخ کا جائزہ لیں، اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالیں تو ہمیں عمل پیہم اللہ کے دین کے، ابتلاء وآزمائش، مصائب ومشکلات میں صبر وثبات، حدود اسلامی کی حفاظت اور راہ خدا میں قربانی وعزیمت کا ایک سنہرا تابناک باب نظر آئے گا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اس پر خدا کا شکر ادا کریں اور موجودہ صورتحال کا مجرم اولین خود کو گردانیں اور پھر اپنے اعمال وکردار کو درست اور مستحکم کرنے کا فیصلہ کریں۔

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝ (العنکبوت - ۲، ۳)

(کیا لوگوں نے سمجھا کہ ہم ایمان لائے یہ کہہ کر چھوڑ دیئے جائیں گے اور وہ آزمائے نہیں جائیں گے۔ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا، پس ضرور جان لیگا، اللہ ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جان لیگا

www.abulhasanalinadwi.org

جو جھوٹے ہیں)

جب میں نے تقریر ختم کی تو جماعت کے بانی شیخ محمود خطاب کے صاحبزادہ اور خلیفہ اور جماعت کے موجودہ صدر شیخ امین خطاب منبر پر تشریف لائے، مقرر کا شکریہ ادا کیا اور پھر ایک گھنٹہ تک مفصل تقریر کی جس میں دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فضیلت بیان کی، بہت سے فقہی مسائل کی تشریح کی، اسماء و صفات اور متشابہات کے مسئلہ پر روشنی ڈالی، تقریر ان کے وسعت مطالعہ متون حدیث کے استحضار، جماعت میں ان کی مقبولیت و با اثر ہونے کی آئینہ دار تھی۔

تقریر طویل تھی تاہم اکثر لوگ جم کر بیٹھے رہے، اگر کوئی اٹھا بھی تو کسی شدید ضرورت و مجبوری کی بنا پر۔

جمعیۃ کی مسجد

مسجد نہایت سادہ، ظاہری آرائش اور جدت طرازی سے خالی تھی، اسی طرح نماز اور خطبہ میں بھی کوئی قابل اعتراض اور خلاف سنت بات نہ تھی، خطیب نے خلفائے راشدین کے لئے دعا نہیں کی اور ان کا ذکر ہم نے خطبہ میں نہیں سنا۔ یہ ایک نئی بات تھی۔ پہلی اذان بھی ہم نے نہیں سنی، نماز تعدیل ارکان، رکوع و سجود، سکون و اطمینان میں ممتاز تھی، مسجد کے نظام اور نمازیوں کے سکون کا سماں دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، جب شیخ منبر سے اترے تو نمازی ہم لوگوں سے مصافحہ کے لئے ٹوٹ پڑے، اپنے ملک ہندوستان کے خطۂ میوات کے علاوہ کہیں، اور لوگوں کو اس اخلاص و محبت کے ساتھ مصافحہ کرتے اور دعا کی درخواست کرتے نہیں دیکھا۔

جمعیۃ اور اس کے بانی

یہاں اس جمعیۃ اور اس کے زبردست بانی کے متعلق کچھ عرض کرونگا

www.abulhasanalinadwi.org

اس جمعیۃ کی بنیاد شیخ محمود خطاب سبکی نے ڈالی۔ آپ ۱۲۷۳ھ ضلع منوفیہ کے ایک مقام سبک میں پیدا ہوئے۔ عام کسان بچوں کی طرح پرورش پائی۔ اپنے والد کی بکریاں چراتے اور باغ کی رکھوالی کرتے۔ کچھ پڑھا لکھا نہیں۔ جب جوان ہوئے تو شیخ احمد بن محمد جبل السبکی حلوائی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذکار و وظائف میں مشغول ہوگئے۔ بالآخر اپنے کو عبادت و ریاضت کے اس مقام پر پہنچا لیا کہ شیخ نے ان کو مریدین کی اصلاح اور طالبین سلوک کی دیکھ بھال کرنے کی اجازت دیدی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں علم کی محبت بھی ڈالدی۔

اس وقت ان کی عمر ۲۰ برس سے زائد ہو چکی تھی۔ مگر ہنوز زیورِ علم سے عاری تھے۔ اوّلاً انھوں نے خط لکھنا سیکھا۔ پھر ازہر گئے اور وہ مرتبۂ علمی حاصل کیا کہ ازہر کے طالبعلموں کو درس دینے لگے۔ یہ سب کچھ تقریباً ایک ہی سال کی مدّت میں ہوا جیسا کہ انھوں نے اپنی کتاب (فتاوی ائمۃ المسلمین) میں خود بیان کیا ہے۔ دورانِ تعلیم میں انکا معمول یہ تھا کہ ازہر میں پڑھتے اور دیہاتی بچوں کی تربیت کرتے، ازہریوں میں وہ ازہری ہوتے اور دیہاتیوں میں واعظ و مرشد ہوتے، شادیوں میں کھیل تماشوں، ناچ گانوں اور خوشی و غمی کے موقعوں پر جو ناروا باتیں ہوتی تھیں ان کے انسداد کی کوشش شروع کی، ازہر اور دوسری مسجدوں میں پھیلی ہوئی بدعات کے خلاف جدوجہد کی اور غلط سلسلوں کے مشائخ کے ساتھ مناسب اسلوب اصلاح اپنایا، ازہر سے امتیازی نمبروں سے عالمیت کی سند حاصل کی اور درس دینے میں مشغول ہوگئے۔ دوران درس میں زبان و قلم دونوں سے جہاد کرتے رہے۔ ۱۳۳۵ھ میں انھوں نے ایک انجمن قائم کی جسکا نام (الجمعیۃ الشرعیۃ لتعاون العاملین بالکتاب والسنۃ المحمدیۃ) رکھا۔ اس انجمن کا کام واعظین و مبلغین کو مختلف علاقوں میں بھیجنا سنت کے مطابق مسجدوں کی تعمیر اور قومی صنعتوں کا قیام تھا۔ ان کے اس اخلاص، کد و کاوش اور اس جدوجہد کا مصری اضلاع پر نمایاں اثر پڑا جو آج صحت عقائد، توحید میں پختگی، شرک و بدعت سے نفرت اور اسلامی معاشرت کی پابندی

www.abulhasanalinadwi.org

میں صاف نظر آتا ہے۔ یہ جماعت اور اس کے کارکن عماموں اور شرعی ڈاڑھیوں سے پہچانے جاتے ہیں جو مصر میں نایاب و نامانوس رہ گئی تھیں، علماء اور دیندار طبقہ میں بھی داڑھیوں کا رواج اٹھ چکا تھا۔

۱۳۵۲ھ میں شیخ کا انتقال ہوا۔ شیخ کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ امین محمود خطاب جن کا ذکر گزر چکا، شیخ کے قائم مقام ہوئے، میں جب بھی اس جماعت کے لوگوں سے ملا علماء دیوبند اور اس کے متبعین کی یاد تازہ ہو گئی۔ وہی عقائد کی درستی، اتباع سنت کا شوق، دینی شعائر و آداب کی پابندی، توحید و صفات باری کے نظریہ میں ان دونوں جماعتوں میں بڑی یکانگت و یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اگر مسئلہ صفات و متشابہات کے مفہوم کا اختلاف نہ ہوتا تو الجمعیۃ الشرعیۃ اور اہل نجد متحد الخیال ہوتے۔

تحریکوں کی زندگی کا انحصار زمانہ کی نبض شناسی پر ہے

ہم نے محسوس کیا کہ ان ممالک میں جو مغربی تہذیب کے سامنے سپر ڈال چکے ہیں اور مادیت کا شکار ہیں، وہاں یہ جماعت زیادہ بہتر اور امید افزا حالت میں ہے، یہ انجمن اس سرمایہ کو سینے سے لگائے ہوئے ہے جو اس کو اپنے بانی سے ورثہ میں ملا ہے، لیکن کیا مستقبل میں بھی یہ انجمن اپنے نشاط و سرگرمی کو باقی رکھ سکے گی اور اپنے کارکنوں کے روحانی اثرات سے فائدہ اٹھائے گی؟ یا رفتار زمانہ کا ساتھ دے گی؟ اس کا انحصار، جد و جہد، غور و فکر، دعوت پیغام، زمانہ اور نئی نسل کے لئے نئے اسلوب اور طرز کلام کے اختیار کرنے پر ہے، تجربہ بتاتا ہے کہ بہت سی انجمنیں اور جماعتیں ایسی ہیں جن کی داغ بیل ایک مخلص، صاحب فکر اور با اثر شخصیت ڈالتی ہے لیکن جب اس کی جگہ ایسے لوگ آتے ہیں جو اس کے سرمایہ میں کوئی اضافہ نہیں کرتے، زمانہ کے تقاضوں اور اپنے دعوت و پیغام کے طریقہ و اسلوب میں مناسبت نہیں قائم کرتے اور زیادہ مؤثر، دلنفع بخش طرز اسلوب نہیں اپناتے تو یہ جماعت آہستہ آہستہ اپنا اثر کھو دیتی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

یا لاشۂ بے جان ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس انجمن کو ایسے بُرے انجام سے محفوظ رکھے۔

جمعہ کی نماز کے بعد ہم تھوڑی دیر صدر انجمن کے پاس بیٹھے، بال کھچڑی (کچھ کالے کچھ سفید) چہرہ پر زہد و عبادت کا نور عیاں، وقار و سنجیدگی کے ساتھ ساتھ انکی ظرافت و زندہ دلی مجھے بہت پسند آئی، جب ہم شیخ کی مجلس سے نکلے تو ہم کو محمد احمد عثمان اور الحاج علی نے رخصت کیا۔ ہم بھائی محمود قندیل کے ساتھ گئے اور ان کے یہاں دوپہر کا کھانا کھایا ان کے یہاں سے عشاء کے وقت واپسی ہوئی۔

عالم عربی کا زوال

دوستوں نے مجھے بتایا تھا کہ استاذ سعید رمضان[1] قاہرہ میں ہیں، انھوں نے شہری اور دیہی علاقوں میں ان کی آمد و رفت اپنے دوستوں اور اخوان المسلمین کے اراکین سے ملنے اور سرگرم عمل رہنے کا حال بھی سنایا تھا۔ میں ان سے ملنے کا بڑا مشتاق تھا۔ اسلامی تحریکوں اور شخصیات سے ملاقات کو میں اس سفر کا سب سے بڑا فائدہ اور اس کا حاصل سمجھتا ہوں۔

حجاز کے دوران قیام میں میں نے عرب ممالک کا زیادہ قریب سے مطالعہ کیا، میں وہاں کے اخلاقی انحطاط، حکومتوں کے ظلم و جور، سیاسی انارکی، دین سے بیزاری و انحراف اور مادہ پرستانہ ذہنیت سے اچھی طرح واقف تھا، میں نے ایسے قائدین کو دیکھا جو قوم و حکومت کے مال سے اس طرح کھیل رہے تھے۔ جیسے بچے کنکریوں اور ٹھیکریوں سے کھیلتے ہیں سیاسی پارٹیاں معاشرہ سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں، مقاصد کی خاطر لوگوں کو ایک دوسرے

---

(۱) ڈاکٹر سعید رمضان اخوان المسلمین کے سرگرم کارکن بانی جماعت شیخ حسن البناء کے داماد عرصہ تک "المسلمون" نکالا۔ اب جنیوا میں مرکز اسلامی (اسلامک سنٹر) کے نگراں اور انچارج ہیں، وہ رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ کے بنیادی و بانی ممبروں میں ہیں، عربی کے شعلہ بیان خطیب اور مؤثر شخصیت کے مالک ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سے لڑا رہی تھیں اور ایسے لوگوں کو جن کے دل اسلام سے منشرح نہیں ہیں، اپنا آلۂ کار بنا کر اس بات پر آمادہ کر رہی تھیں کہ وہ اسلام پسندوں پر اقتدار حاصل کر لیں۔

اپنے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس نازک صورت حال سے عالم اسلام کو زوال پذیر ہونے سے ایک ایسی طاقتور عوامی تحریک ہی بچا سکتی ہے جس کی بنیاد، ایمان و تقوے اور خالص اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جد و جہد پر ہو، اس فاسد معاشرہ کو اجتماعی امراض سے پاک کرنا اور اسلامی نظام حیات کو اسلامی ملکوں میں جاری کرنا اس کا مقصد اوّلین ہو۔ میں نے محسوس کیا کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اور معاملہ اس سے بہت آگے بڑھ چکا ہے کہ انفرادی کوشش، دینی وعظوں اور تقریروں، تصنیفات، کتابوں یا ایسی دینی انجمنوں سے اس کا تدارک کیا جائے جو بہت سست رفتاری سے کام کر رہی ہیں۔

عشق خود ایک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام

سیلاب کو روکنے کے لئے اس سے زیادہ طاقتور سیلاب کی ضرورت ہوتی ہے، دھارے کا رُخ اس سے قوی تر دھارا ہی پھیر سکتا ہے، میں حجاز کے جن ادیبوں سے ملا، اور اخوان کے جن حضرات سے ملاقات ہوئی ان سے معلوم ہوا کہ تحریک اخوان المسلمین اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کر سکتی ہے، ملکی زندگی پر اس نے بڑا اثر ڈالا ہے، اس جماعت کے اندر قوت ایمان و عمل کا دو آتشہ کارفرما ہے، اس کے افراد علم، حوصلہ مندی، ڈسپلن اور دعوت و جذبۂ ایمانی کے اسلحہ سے لیس ہیں (اگر اللہ کو منظور رہا) تو ملک کا رُخ لادینیت سے دین کی طرف پھیر سکتے ہیں اور دین کے ساتھ استہزاء اور استخفاف کے مزاج کو دینی ذوق، اور دین پر فخر و اعتماد کے مزاج سے بدل سکتے ہیں لیکن "یک حسنہ کا شکے است کہ صد جا نوشتہ ایم"۔

آخر نقراشی پاشا کے اختلاف اور مرشد عام کے اچانک قتل، جماعت کے توڑ دینے اخوان کو جلا وطن کرنے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے کا وہ حادثہ جانکاہ پیش آگیا، جس نے

www.abulhasanalinadwi.org

بالآخر تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ یہ عرب ممالک اور عالم اسلام کا المیہ ہے۔ لیکن اب پھر سے اخوان میں نئی زندگی پیدا ہو رہی ہے، وہ اپنا رسالہ نکال رہے ہیں، میں نے حجاز سے استاذ صالح عشماوی کو خط لکھا تھا۔ جس میں مصر کے ارادۂ سفر کی اطلاع اور ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی، مصر پہونچ کر کئی دن تک اخوان المسلمین کے کسی اہم رکن سے ملاقات نہ ہوئی نہ کوئی ایسا آدمی ملا، جو استاذ عشماوی تک رہنمائی کرتا۔

جب مجھے سعید رمضان کے وہاں موجود ہونے کی خبر ملی تو میں نے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی مجھے ان کا سلام اور مجھ سے ملنے آنے کی خواہش کی اطلاع ملی چنانچہ شنبہ کی رات وہ اخوان کے کچھ نوجوانوں اور کالج کے طلباء کے ساتھ ملاقات کے لئے آئے۔ ہماری ملاقات اس طرح ہوئی جیسے بچھڑے ہوئے دو دوستوں سے ہوتی ہے، استاذ سعید رمضان سے معلوم ہوا کہ رفیق محترم مولانا محمد ناظم صاحب ندوی نے ان سے میرا ذکر کیا تھا اور ان کو میرے بعض رسالے بھی دیئے تھے، استاذ سعید رمضان میرے پہلو میں بیٹھے اور مخلص دوست اور ہمدرد بھائی کی طرح باتیں کرتے رہے، انھوں نے اس کی ذرا کوشش نہ کی کہ پہلی ملاقات میں اپنی شخصیت و غیر معمولی صلاحیت کا مجھ سے مظاہرہ کریں نہ اس کی فکر کی کہ تھوڑی مدت میں اپنی کاوشوں اور کامیابیوں کا ذکر کریں جیسا کہ بہت سے لیڈر یا اس سے زیادہ صحیح الفاظ میں لیڈری جھاڑنے والے لوگ کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں کی حرکت اور چہرہ پر دبتی اور ابھرتی ہوئی لکیروں اور اہل مجلس کی طرف منہ پھیر پھیر کر پُر لطف باتوں سے نشاط و زندگی کا جو مظاہرہ ہو رہا تھا، اس سے مجھے خوشی ہوئی، ان کی بلا کی ذہانت اور زندہ دلی سے بھی میں بہت متأثر ہوا۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد بعض اسلامی شخصیات اور ملکوں کا ذکر چھڑ گیا، عقل و روح کی کشمکش، روح پر عقل کے غلبہ کی بات چل پڑی، اس کے علاوہ عالم اسلام اور مسلمانوں کے متعلق باتیں ہوتی رہیں، وہ اس وعدے کے ساتھ رخصت ہوئے کہ کل استاذ عشماوی سے میری ملاقات کرائیں گے وہ مجھے

www.abulhasanalinadwi.org

اسکی اطلاع ظہر بعد دیں گے۔ تھوڑی دیر بعد مولوی سید علی اکبر آگئے۔ آج رات برلسان ہوٹل میں ہمارے ہی کمرے میں گزاریں گے اور صبح تڑکے پلین کے ذریعہ دمشق کا سفر کریں گے۔

شیخ حامد الفقی سے مُلاقات

استاد حسنی صقر آئے اور سامان لے کر انھیں کی گاڑی پر ہم اپنی نئی جگہ شارع موسکی مرانوں کے بازار میں منتقل ہو گئے۔ ظہر بعد ہم لوگ شیخ محمد حامد فقی صاحب سے ملنے کے لئے (جمعیۃ انصار السنۃ المحمدیہ) کے دفتر گئے۔ دفتر شارع قولۃ العابدین پر واقع ہے ہم جمعیۃ کی عمارت میں داخل ہوئے تو ایک صاف ستھرے شائستہ و مستعد نوجوان سوٹ بوٹ میں ہم سے ملے اور بتایا کہ وہ جمعیۃ کے نگراں ہیں، ان کا نام محمد عبدالوہاب البنّا ہے۔ ان صاحب نے ہم کو بتایا کہ شیخ عصر بعد آئیں گے۔ ہم بیٹھ کر انتظار کرنے لگے اور ان کو تعارفی کارڈ بھیجدیا، عصر بعد شیخ آگئے۔ وہ ہم لوگوں سے بڑی خوشدلی اور حُسن اخلاق سے ملے، تاخیر سے ملنے کا شکوہ کیا میں نے اس کا مناسب انداز میں جواب دیا، کہنے لگے، میں نے آپ کی کتاب کا ایک نسخہ حاصل کر لیا تھا اس کو پڑھ بھی لیا۔ میرا جی چاہا کہ اس کتاب پر تبصرہ لکھوں، پھر اس خیال سے نہ لکھا کہ اسپر تبصرہ کے لئے بہت زیادہ رواں اور پختہ قلم کی ضرورت ہے، میں لکھنے سے زیادہ بولنے پر قادر ہوں، میں نے عرض کیا معاف فرمائیں، آپ تبصرہ لکھتے تو مجھے بڑی مسرت ہوتی، پھر میں نے ان سے جامع ازہر کے شیخ عبدالمجید سلیم، مشہور مصنف شیخ احمد محمد شاکر نیز محترم شیخ محمد ابراہیم (آل الشیخ) سے جو اس وقت مصر میں مقیم ہیں، ملاقات کی خواہش ظاہر کی فرمایا میں تیار ہوں، ملاقات کرا دونگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہم لوگوں کو انصار السنۃ کے پریس لے گئے۔

شیخ ازہر سے مُلاقات

مغرب بعد ہم لوگ شیخ جامع ازہر کے گھر گئے، کوٹھی میں داخل ہوتے ہی ہم نے

www.abulhasanalinadwi.org

ایسا محسوس کیا کہ جیسے ہم کسی بڑی حکومت کے وزیر کی رہائش گاہ میں ہیں، استاد محمد حامد فقی بے تکلف شیخ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ ان کی شیخ سے پرانی شناسائی اور دوستی ہے، لہٰذا ان کو ملاقات کے لئے معین وقت اور اجازت لینے کی ضرورت پیش نہیں آئی، شیخ کی مجلس میں ازہر کے بڑے بڑے اساتذہ اور حکومت کے عہدیداران موجود تھے، ازہر کے رجسٹرار شیخ عبداللطیف دراز بھی شریک محفل تھے۔

شیخ نے اٹھ کر ہم لوگوں کو خوش آمدید کہا شیخ محمد حامد صاحب نے مجھے شیخ کے سامنے کر دیا، ندوۃ العلماء اور دار العلوم سے میرے تعلق کا اظہار کیا، میں نے شیخ ازہر سے کہا میں آپ کو علماء ہند کا سلام پہونچاتا ہوں، وہ ازہر کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں شیخ نے اس کا اچھے انداز میں جواب دیا، میں نے اپنی کتاب (ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین) کا ایک نسخہ پیش کیا اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

ہندوستان کا دینی طرز تعلیم اور علماء کی تربیت میں اس کا نمایاں حصہ

میں نے ان سے کہا کہ ہندوستان کی دینی تعلیم کا طرز ان ممالک کے دینی طرز تعلیم سے مختلف ہے، جن میں دینی و تعلیمی ادارے حکومت کی امداد اور توجہ سے چلتے ہیں، ہمارے یہاں کے دینی اداروں کے خرچ کا بار وہاں کے مسلم عوام سنبھالتے ہیں اور ان میں وہ علماء تعلیم دیتے ہیں جن کے سامنے تنخواہ سے زیادہ اخروی اجر و ثواب ہوتا ہے، ان مدرسوں میں وہی لوگ داخلہ لیتے ہیں جو طے کر لیتے ہیں کہ حکومت کے عہدوں اور نوکریوں کی طرف ان کو نہیں دیکھنا ہے، اس لئے وہی لوگ اس کی طرف آتے ہیں جو اپنے اقتصادی مستقبل کو قربان کر چکے ہوتے ہیں، یہی چیز ہندوستان کے علماء میں، ہمت جہاد و مقابلہ کی روح اور خدا واسطے کام کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ ازہر نے فرمایا، زمانہ سابق میں ازہر بھی ایسا ہی تھا، میں نے کہا وہ عہد ازہر کے لئے عہد زریں تھا، اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ ہمارا دارالعلوم جو ندوۃ العلماء کے ماتحت چلتا ہے، ہندوستان کے بڑے دینی مدرسوں میں ہے، یہ مسلمانوں کا بڑا مرکزی اور ثقافتی ادارہ ہے، اتنے میں استاد محمد حامد بول اٹھے اور دارالعلوم کی دینی وعلمی خدمات کی تعریف کرنے لگے اور فرمایا اس کے صدر..... پھر کچھ سوچنے لگے، جیسے نام بھول گئے ہوں میں نے کہا مولانا سید سلیمان ندوی؟ فرمایا ہاں۔ سید سلیمان ندوی۔ شاید سید صاحب سے انکی ملاقات حجاز میں ہوئی تھی، میں نے کہا اس کے موجودہ مہتمم جو ازہر کے فارغ ہیں مولانا[1] عمران خاں ندوی ازہری ہیں۔

حاضرین نے ہندوستانی مسلمانوں کے دینی حالات اور انکی سیاسی حیثیت اور کردار کے بارے میں سوال کیا، میں نے کہا وہ دین پر پوری طرح قائم اور ہندوستان میں رہنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں، میں نے ان کو بتایا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے بڑے بڑے دینی ثقافتی مرکز ہیں، میں نے ان مرکزوں کا ذکر کیا، بات ختم ہوئی تو شیخ محمد حامد چلنے کے لئے اٹھے، شیخ سے اجازت لی، شیخ ازہر دروازہ تک ہمارے ساتھ آئے اور مہمانوں کو بڑی تواضع واکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

شیخ الازہر

میں نے ان کی ملاقات سے محسوس کیا کہ شیخ ازہر حسن کردار اور تواضع وخاکساری کے بلند مقام پر ہیں، بڑے باوقار سن رسیدہ اور علمی تفوق اس پر مستزاد، خود انکی شخصیت ازہر کے منصب مشیخت کے لئے باعث افتخار ہے، واپسی میں میں نے شیخ محمد حامد صاحب سے

---

(۱) ۱۹۵۶ء سے اہتمام سے الگ ہوگئے اور تاج المساجد بھوپال کو مرکز توجہ بنایا جو انھیں کے کرنے کا کام تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

پوچھا شیخ کا علمی مقام کیا ہے، وہ بولے اس وقت مصری علماء میں کوئی ان کا ثانی نہیں، میں ان سے اس وقت سے واقف ہوں جب وہ ملک فواد کے امام تھے، پھر شرعی عدالت کے نائب جج ہوئے، اس کے بعد دیار مصر کے مفتی ہوئے، پھر وہ وظیفہ پر رخصت ہوئے اور آخر میں شیخ ازہر منتخب کرلئے گئے جو انھیں کے شایان شان تھا۔

میں نے ان سے پوچھا، ازہر کے اساتذہ کی اسٹرائک[1] کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اس کا محرک تنخواہ میں زیادتی اور مال کی ہوس ہے انھوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ شیخ کی مجلس میں علماء ہند کے اخلاق اور دینی طرز تعلیم سے متعلق میں نے جو گفتگو کی تھی۔ رسالہ (الھدی النبوی) کے لئے اس پر ایک مختصر مضمون لکھوں۔

شیخ حامد فقی کے درس میں شرکت

راستہ میں معلوم ہوا کہ رات کو عشار کے بعد ان کا درس ہوتا ہے، میں نے حاضری کی اجازت چاہی اور ان کے ساتھ ساتھ جماعت کے مرکز گئے ہم نے وہیں عشار کی نماز پڑھی، ہم کو نوجوانوں اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نظر آئی، ان کو دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ جمعیۃ کی کاوشیں بارآور ہوئیں اور اس کا دائرۂ اثر ونفوذ وسیع ہوا ہے، اوپر کی منزل میں لوگ جمع ہوئے وہ تقریباً تین سو یا اس سے زائد تھے، آج رات کا درس قرآن مجید کی آیت یَایَحْیٰی خُذِالْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ ..... سے متعلق تھا، اچھا درس تھا، طرز بیان دلکش، مثالیں مؤثر، مسلمانوں کی موجودہ دینی حالت پر تنقید پُرمغز اور حقیقت سے لبریز، حقیقت یہ ہے کہ میں شیخ حامد کے جوہر خطابت، قادر الکلامی اور حاضرین پر چھا جانے کی اس صلاحیت سے واقف نہ تھا، ہاں مگر مقلدین اور مذاہب اربعہ کے پیروؤں کے بارے میں انکا طرز گفتگو

---

(۱) چند ہی دن پہلے ازہر کے اساتذہ نے تنخواہ میں اضافہ کے لئے اسٹرائک کی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجھے پسند نہیں آیا، ان کے بارے میں ان کا انداز گفتگو ان کے مقام سے فروتر اور تمسخر آمیز تھا، انھوں نے کہا کہ یہ لوگ دنیا و آخرت دونوں سے اندھے، بہرے گونگے ہیں، یہ زبان اور اندازِ بیان کسی مخلص، مصلح اور داعی کے لئے زیبا نہیں، یہ تو نفرت پیدا کرنے والا انداز بیان ہے۔ اس سے دین کی کسی درجہ میں بھی خدمت نہیں ہوتی، مجھے خیال ہوا کہ کاش ان کے درس میں عقل کی طرح دل کا بھی حصہ ہوتا کہ زیادہ تر یہی چیز تزکیۂ نفس، خشوع اور انابت الی اللہ کی دولت سے آشنا کراتی ہے، یہ چیز ایسی جماعت کے لئے بہت ضروری ہے، جو مسلمانوں کی اصلاح اور دین کی خدمت کا دم بھرتی ہو، بہر حال حق بات کا اعتراف کرنا چاہیئے، یہ درس صاحب درس کو عزت بخشنے والا اور سامعین کے لئے مفید تھا، درس کے بعد مجھے اطلاع کے بغیر انھوں نے منگل کے دن میری تقریر کا اعلان کر دیا، میں نے اس کو منظور کر لیا میں خود موقع کی تلاش میں تھا کہ اس جمعیۃ کے اراکین اور اس کے بہی خواہوں سے بات کرنے کا موقع ملے۔

درس کے بعد جمعیۃ کی شاخ کے سکریٹری استاذ علی عدلی المرشدی مجھ سے بڑی محبت اور تپاک سے ملے، انھوں نے گذشتہ دنوں میرا رسالہ (من الجاھلیۃ الی الاسلام) شائع کیا تھا، مجھ کو بتایا کہ اس رسالہ کو مصر و سوڈان میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اس کی خوب اشاعت ہوئی، سوڈان سے بار بار آرڈر آئے اور میں نے اس کے نسخوں کو تلاش کر کے تعمیل کی، مجھ سے وعدہ کیا کہ بدھ کو اسکا ایک نسخہ لے کر آؤنگا، اس کے بعد ہم اپنی قیامگاہ واپس آئے تو معلوم ہوا کہ سعید رمضان کا قاصد آیا تھا، اور یہ اطلاع دی کہ کل ظہر بعد استاذ عشماوی صاحب اپنے دفتر میں ہمارا انتظار کریں گے اور ہمیں کر سعید رمضان کے گھر لے جائیں گے، جہاں ہم دوپہر کا کھانا کھائیں گے اور باتیں کریں گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۸ /۱/ ۱۹۵۱ء

اخوانی نوجوانوں کے ساتھ

صبح کو ازہر کے دو اخوانی طالب علم یوسف قرضاوی[1] اور محمد دمرداشی ہمارے پاس آئے، ان کے چہروں سے دینی غیرت وحمیت، ذہانت وعالی ہمتی ہویدا تھی، دونوں ایسے ہونہار جوان تھے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اس ملک میں اسلام کا مستقبل روشن ومضبوط نظر آئے، اخوانیوں میں کتنے ہی ایسے نوجوان ہیں، اگر اخوانیوں میں دینی جذبات کو اجاگر کرنے اور مسلم نوجوانوں میں اسلامی روح پیدا کرنے والے اور ان کو دین کی طرف موڑنے کے علاوہ کوئی اور خوبی نہ ہوتی تو اتنا ہی ان کے فخر ومباہات کے لئے کافی تھا، اخوانی نوجوانوں نے "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" کا مطالعہ کیا تھا، یہ کتاب اخوانیوں میں خوب پڑھی جاتی تھی، یہ اس کو پڑھنے اور پاس رکھنے کے شوقین تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ اخوان کے ثقافتی نگراں استاذ عبدالعزیز کامل اس کے پڑھنے کا مشورہ دیتے تھے، اور اس کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے، ان دونوں نوجوانوں نے مجھ سے کلیۃ اصول الدین کے طلبار میں خصوصی تقریر کا مطالبہ کیا، میں نے بخوشی ان کی خواہش کو منظور کرلیا کہ یہی اس سفر کا مقصد ہے میں نے ان دونوں نوجوانوں سے اپنے دو رسالوں (من العالم الی جزیرۃ العرب) اور (من الجزیرۃ العربیۃ الی العالم) کا تذکرہ کیا ــــ وہ دونوں مضمون جس مطبع سے انکا ربط تھا اس سے اشاعت کی خاطر لے لئے، ان دونوں کے بعد عبداللہ العقیل[2] آئے، یہ ایک عراقی

---

(۱) ڈاکٹر شیخ یوسف القرضاوی جو اس وقت قطر کے کلیۃ التربیۃ کے مدیر اور سحر بیان خطیب ہیں جشن ندوۃ العلماء ۱۹۷۵ء میں بھی شریک تھے، ان کی کتاب فقہ الزکوٰۃ اس موضوع پر مرجع سمجھی جاتی ہے۔

(۲) اس وقت کویت کی وزارت اوقاف میں امور دینیہ کے ڈائرکٹر ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلم نوجوان ہیں، اخوان کے نقطۂ نظر کے جان و دل سے داعی اور اس کے لئے ہر طرح تیار، یہ کلیۃ الشریعۃ میں پڑھتے ہیں، میں نے ان سے ذکر کیا کہ مولانا مسعود عالم ندوی نے اپنے سفرنامہ (دیار عرب) میں ان کا اور ان کے گھر کا تذکرہ کیا ہے، یہ مجھے استاد عشماوی کے دفتر لے جانے کے لئے آئے تھے، ہم دونوں نکلے، راستہ بھر تحریک اخوان المسلمین اور اس کے نمایاں اشخاص کا ذکر کرتے رہے۔ شیخ محمد الغزالی کی بعض تصنیفات بھی میرے لئے بطور ہدیہ لائے تھے میں استاد صالح عشماوی سے ملا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے مشتاق تھے، دونوں نے دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ معانقہ کیا، جیسے ہم دونوں عرصہ سے دوست رہے ہوں۔

استاد سعید رمضان کے ساتھ

ظہر بعد ہم لوگ استاد سعید رمضان کے یہاں گئے، تھوڑی دیر بیٹھے، ہندوستانی مسلمانوں کے حالات، اس ملک میں ان کی پوزیشن، دینی دعوتی تحریکات، اور اسلامی جماعتوں کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی، پھر کھانا کھایا اور عصر کی نماز پڑھی، مغرب بعد انصار السنۃ کے دفتر گئے۔ یہاں سے عشاء بعد ہم لوگ شیخ محمد حامد فقی کے ساتھ جمعیۃ کی ایک شاخ کے افتتاحیہ جلسہ میں محلہ بولاق گئے، بڑا زوردار جلسہ تھا، بجلی کے قمقموں سے ایسا جگمگا رہا تھا، جیسے ہمارے ملک میں عید میلاد النبیؐ وغیرہ کے موقع پر ہوتا ہے۔ بڑا بارونق منظر تھا۔ حاضرین کی اونچی اونچی سرخ ترکی ٹوپیوں سے اس کا حسن دوبالا ہو رہا تھا۔ استاد محمد حامد فقی صاحب نے ایک طویل تقریر کی جس سے لوگ متأثر ہوئے۔ یہاں سے ہم لوگ پھر اپنی قیام گاہ آ گئے۔

۲۱/۴/۷۰ھ مطابق ۲۹/۱/۵۱ء

آج ہم نے ڈاکٹر احمد امین صاحب سے ملنے کا نظام بنایا تھا تاکہ ان کو وہ ہدایا پہنچا دیں جو ہم ان کے لئے حجاز سے لائے تھے یہ ایک عجمی مصلی اور کہربا کی تسبیح تھی، ان کے دفتر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آج خلاف معمول قبل از وقت دفتر سے چلے گئے، افسوس ہوا۔ ہم لوگ استاد

www.abulhasanalinadwi.org

رشاد عبدالمطلب سے ملے جو دفتر میں مخطوطات کے شعبہ میں کام کرتے ہیں، وہ بڑے باخبر اور پڑھے لکھے شخص ہیں۔ ہم لوگوں سے جلد مانوس ہوگئے اور ہمارے پاس بیٹھے، مخطوطات اور علمی آثار کے موضوع پر گفتگو رہی۔ ہم نے ڈاکٹر احمد امین کے گھر فون کیا تو جواب ملا کہ وہ مجمع نواد الاوّل میں ہیں، بڑے انتظار کے بعد ہم ان کے گھر گئے وہ ابھی تک گھر نہیں آئے تھے، ہدایا انکے صاحبزادہ کے حوالہ کئے اور ملاقاتی کارڈ دے کر تھکے ہارے واپس آگئے، شام کو علامہ احمد محمد شاکر سے ملنے کا ارادہ کیا، جماعۃ انصار السنۃ کی عمارت میں فون سے بات کی تو انھوں نے محمد احمد حاؔ کی موٹر منگائی تاکہ وہ جماعت انصار السنۃ کی عمارت میں آجائیں، شیخ محمد حامد صاحب بڑی تاخیر سے آئے۔

محمد بن ابراہیمؒ آل شیخ سے مُلاقات

استاد محمد احمد شاکر نے خیال ظاہر کیا کہ آج شیخ محمد بن ابراہیم عبداللطیف آل شیخ سے جیزہ میں ان کے مکان پر ملاقات کی جائے، وہ بغرض علاج مصر آئے ہوئے تھے، جیزہ میں کرایہ کا ایک مکان لے لیا ہے۔ ہم لوگ ان کے پاس گئے۔ گھر میں داخل ہوئے تو اس کو بڑے مالدار اور عہدیدار لوگوں کے شایان شان پایا۔ کمرہ جدید طرز پر سجا ہوا تھا۔ ہم نے شیخ کو سلام کیا اور اپنے دینی بھائی اور ان کے عزیز شیخ عمر بن الحسن آل شیخ کا خط پیش کیا، شیخ ابراہیم نابینا ہیں، اپنے قریب رہنے والوں میں سے ایک صاحب کو دیا کہ وہ ان کو پڑھ کر سنائیں اسکے

لہ شیخ محمد ابراہیم مملکت عربیہ سعودیہ کی سب سے بڑی دینی وعلمی شخصیت، رابطہ عالم اسلامی کے مستقل صدر اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے پہلے دن سے اپنی وفات تک چانسلر رہے، مملکت کے مفتی اکبر اور امور دینیہ کے نگراں اور مدار المہام تھے، وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی اولاد میں تھے، علمی حیثیت سے بھی انکا پایہ بلند تھا۔ شیخ عبدالعزیز بن باز حال "وزیر الافتاء والدعوۃ" وغیرہ انکے شاگرد رشید ہیں، سنہ..... میں انتقال کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بعد گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عبداللہ زاہد درویش کے بارے میں پوچھا جو ہندوستان سے ہجرت کر کے آئے تھے، نجد کے لوگ ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور بہت اچھے انداز میں انکا ذکر کرتے ہیں، شیخ نے عبدالکریم درویش اور عبداللہ درویش کا تذکرہ بھی کیا ان دونوں بزرگوں کے تذکرے کی مناسبت سے حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کا ذکر بھی آگیا، اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ شیخ ابراہیم اور شیخ حامد دونوں حضرات انکے جہاد و تحریک سے قطعاً ناواقف ہیں۔ حسن اتفاق کہ میں اپنے ساتھ (الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام) لئے ہوئے تھے جو نزہۃ الخواطر کا خلاصہ ہے، میں نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا تذکرہ پڑھ کر سنایا، شیخ نے اس کتاب کے پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، لہٰذا میں نے کتاب ان کے پاس چھوڑ دی۔ شیخ کو اپنے جدامجد کے بارے میں بڑی معلومات ہیں کہ کس نے ان پر تنقید کی ہے، کس نے دفاع کیا ہے، وہ اپنے آباء واجداد کی کتابوں اور علماء نجد کے بارے میں اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ شیخ نے ہمارے دوست مولانا مسعود عالم ندوی کا ذکر کیا جن سے انکی ملاقات ریاض میں ہوئی تھی، شیخ الاسلام سے متعلق بعض چیزوں کے بارے میں ان سے مذاکرہ رہا، یہاں سے ہم اپنی قیام گاہ واپس آگئے۔

بدھ ۲۲/۴/۷۰ھ مطابق ۳۰/۱/۱۹۵۱ء

آج کچھ سستی اور ٹھنڈک کا اثر رہا، لہٰذا اپنے کمرہ ہی میں رہے، اور اپنے رسالہ (المدوالجزر فی تاریخ الاسلام) کی تصحیح واضافہ اور قابل طباعت بنانے کی تیاری میں لگے رہے جس کو مصر میں شائع کرانے کا ارادہ تھا۔ شیخ احمد محمد عثمان نے فون پر مجھے بتایا کہ وہ چار بجے عصر کے وقت آئیں گے اور مجھے شیخ امین خطاب کے یہاں لے جائیں گے، وہ وقت پر آگئے اور ہم ان کے ساتھ الجمعیۃ الشرعیۃ کے مرکز گئے جہاں ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اور شیخ سے ملاقات کی، انھوں نے سنیچر کے دن دوپہر کے کھانے پر بلایا، میں چاہتا تھا کہ شیخ کے ساتھ کچھ دیر بیٹھوں اور ہمارے ملک میں دعوت کا جو کام ہو رہا ہے اس کے طریقۂ کار کے بارے میں گفتگو کروں،

www.abulhasanalinadwi.org

ہو سکتا ہے اُن کو اس کے بعض اصولوں سے اتفاق ہو اور اس کو وہ مفید سمجھیں حکمت مومن کی متاع گم شدہ ہوتی ہے، اس کو جہاں پاتا ہے لے لیتا ہے، لہٰذا میں نے موقع غنیمت جان کر ان کی دعوت قبول کر لی۔

جمعیات الشبان المسلمین کے مرکز عام میں

آج ہم لوگ جمعیۃ الشبان المسلمین کے مرکز گئے۔ ہم لوگ ڈاکٹر عبد الحمید سعید ہال میں داخل ہوئے تو اس مرد مومن کی یاد تازہ ہو گئی، جو مصری نوجوانوں کا مرجع اور مسلمان نوجوانوں کی تحریک کا روح رواں تھا، میں نے ان کے لئے دعائے خیر کی، جمعیۃ کی عمارت اپنے مختلف شعبوں اور شاخوں پر مشتمل ان کی اچھی اور پائیدار یادگار ہے، آج رات ازہری عالم اور رائد الشبان المسلمین[1] استاذ احمد الشرباصی کی تقریر تھی، وہ ابھی تک نہیں آئے تھے۔

جنرل محمد صالح حرب سے ملاقات

ہم لوگ جمعیات الشبان المسلمین کے صدر جناب جنرل محمد صالح حرب باشا کے کمرے میں گئے، جو بیماری کے سبب دار الجمعیۃ کے ایک کمرہ میں تنہا رہتے تھے، ہم نے ان کی عیادت کی، سلام کیا اور ان کو شیخ محمود شویل کا تعارفی خط پیش کیا، انھوں نے میرے معمر آنے کی خبر سنی تھی، آدمی پڑھے لکھے، خوش خلق و خوش گفتار ہیں۔

دار الجمعیۃ کی زیارت

محترم باشا کی خواہش تھی کہ ہم جمعیۃ کے شعبوں کو دیکھیں اور اس کی سرگرمیوں کا

---

[1] شبان المسلمین کے حلقہ میں انکو اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا، ہر ہفتہ اسی عمومی مرکز میں انکی تقریر ہوتی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

جائزہ لیں. چنانچہ ہم لوگ جمعیۃ کے ایک رکن کے ساتھ جمعیۃ کی عمارت میں داخل ہوئے، اور اس کے کمروں اور مختلف شعبوں کو دیکھا، کلب کے ممبروں کو ورزشی کھیلوں، باکسنگ اور کشتی میں مشغول پایا، ان کا جوش عمل، ورزش کا شوق اور جسمانی تربیت کا اہتمام مجھے بہت پسند آیا، ان کی صحت اور قوت کو دیکھ کر ہمیں پنجاب کے تندرست اور چست نوجوان یاد آگئے۔

ہم لوگ جمعیۃ کے مختلف گروپوں کی تصویروں کے پاس سے گزرے جن کو مختلف حالتوں میں دکھایا گیا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم مغربی طرز کی ایک ملکی انجمن اور ورزش واسکاؤٹنگ کی ایک ترقی یافتہ مجلس میں ہیں. ہم لوگ جمعیۃ کے کتب خانہ بھی گئے، یہاں ہمیں رسائل اور افسانوں کے اچھے و بُرے دونوں ہی نمونے نظر آئے، یہ ایک ایسا روگ ہے جو تمام ملکوں میں جڑ پکڑ چکا ہے، اور شہر و دیہات کوئی جگہ اس سے باقی نہیں بچی ہے۔

انصار السنّۃ میں میری تقریر

آج رات جماعت انصار السنۃ میں میری تقریر تھی، جلدی جلدی ہم لوگ وہاں گئے، پہنچے تو لوگوں کو منتظر پایا، عشار کی نماز پڑھی گئی اور میں تقریر کے ہال میں داخل ہوا، وہاں مجھے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں اور جماعت کے اراکین و معاونین کی بڑی تعداد نظر آئی، صدر جمعیۃ شیخ محمد حامد فقی آگے بڑھے، چند منٹ تمہیدی تقریر کی، پھر مجھے تقریر کرنے کو کہا اس کے بعد میں نے دعوت الی اللہ کی اہمیت اس کی عظمت و نزاکت، اس کے مطالبات کی باریکیوں نیز اس کے شرائط و آداب پر روشنی ڈالی، میں نے کہا بہت سے لوگ جو کوئی کام یا پیشہ اچھی طرح نہیں کر سکتے وہ دعوت الی اللہ کا کام اپنا لیتے ہیں، شاید وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں سب سے آسان کام یہی ہے. حالانکہ وہ بہت وسیع، نازک اور مہتم بالشان کام ہے، یہ کام سیاسی، اقتصادی، علمی اور فکری دعوتوں سے کہیں زیادہ اہم اور ذمہ دارانہ کام ہے، کوئی انقلاب اور کسی ڈھانچہ کی تبدیلی یا کسی پرانے نظام کی جگہ نئے نظام کا قیام، اخلاق اور روح، اور تقاضہ

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کے بغیر بھی ہو جاتا ہے، ان دعوتوں کے کارکن اپنی دعوت اور جد وجہد میں مخلص ہونے کے باوجود بعض اوقات اخلاق اور کریکٹر کے لحاظ سے بہت گھٹیا اور گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن اس کو دعوت کے منافی و مخالف نہیں سمجھا جاتا، مگر دعوت الی اللہ حُسن اخلاق اور تمام دینی اور انسانی تقاضوں کی طالب ہوتی ہے، وہ طاقتور، ایمان، سچے یقین نمایاں قربانی، کھلی ہوئی بہادری، صحیح عقل وشعور اور صحیح علم، ذاکر زبان، خدا کی طرف رجوع ہونے والے دل کی متقاضی ہوتی ہے، وہ عبادت میں خشوع، دعا میں ابتہال وتضرع اور خدائی چوکھٹ پر پڑ جانے کی متقاضی ہوتی ہے، یہ صرف تبلیغ وتعلیم ہی نہیں ہے بلکہ تبلیغ وتعلیم، تربیت وتزکیہ سب کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، یہ اس نبی کی خلافت وجانشینی ہے جسکے اوصاف اور فرائض چہارگانہ، تلاوت کتاب، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ بیان کئے گئے ہیں (هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوعلیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔

ہندوستان میں دینی داعیوں اور مجاہدین کی چند مثالیں

پھر میں نے عہد اسلامی کے دور اوّل کے داعیوں کی جاندار مثالیں پیش کیں اور ہندوستان کے بعض داعیوں اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے واقعات بیان کئے جیسے مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی، مولوی محمد جعفر تھانیسری، ان کے علاوہ ان لوگوں کے قصے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مصداق تھے، من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا (مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انھوں نے خدا سے کیا تھا اسکو سچ کر دکھایا، تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے قول کو ذرا بھی نہیں بدلا) میں نے وہ منظر پیش کیا کہ ان حضرات نے پھانسی کا حکم کس خوشی ومسرت کے ساتھ سنا، ان میں سے بعض حضرات کس طرح جیل میں یہ شعر پڑھتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

فلست أبالي حين اقتل مسلمًا　　علىٰ أي شق كان لله مصرعي

وذلك في ذات الالٰه وان يشاء　　يبارك على اوصال شلو ممزع

"میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں"۔

تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو گروں گا، یہ تو اللہ تعالیٰ

ہی کی خاطر ہے وہ چاہے تو اعضاء کے ہر ٹکڑے میں برکت دے۔

مولانا یحییٰ علی کسطرح جیل کے ان جلاّدوں کو مخاطب کرتے تھے جوان کے سر کے پاس ہتھیار اور بندوق لئے کھڑے رہتے تھے۔

" یا صاحبي السجن أأرباب متفرقون خيرٌ ام الله الواحد القهار ما تعبدون من دونه إلا أسماءً اسميتموها انتم وآباءكم ما أنزل الله بها من سلطان إن الحكم إلا لله أمر أن لا تعبدوا إلا اياه ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون

"اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا مختلف خدا اچھے ہیں؟ یا ایک زبردست اللہ اس کے سوا تم جس کی عبادت کرتے ہو وہ چند نام ہیں جن کو تم نے اور تمھارے باپ داداؤں نے گڑھ لیا ہے خدا نے اس کے لئے کوئی دلیل وثبوت نہیں اتارا، حکومت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا اور درست دین ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں سمجھتے"۔ آپ کے وعظ سے غیر مسلموں پر کس طرح گریہ طاری ہو جاتا تھا، وہ روتے تھے اور اپنی جگہ سے ہٹنا پسند نہیں کرتے تھے، پھر میں نے بتایا کہ کسطرح یہ پھانسی کا حکم عمر قید میں تبدیل ہوگیا، پھانسی کے حکم سے ان کا شوق شہادت اور دوچند ہوگیا ملک کے حاکم انگریزوں نے ان کی اس خوشی کو پسند نہ کیا، انھوں نے یہ نہ چاہا کہ ان کی منہ مانگی مراد (شہادت) پوری ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

مادّی دعوت اسلامی دعوت کی حریف

اس کے بعد ہم نے اپنے ملک میں دعوت کے طریقۂ کار کی تفصیل بیان کی دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں ہفتہ وار اجتماع[1] اور ہر طبقہ کے لوگوں کا اپنے خرچ پر شہروں، گاؤں اور قصبوں کی طرف نکلنے اور اس رضاکارانہ عمومی دعوت کے فوائد اور اچھے نتائج کا نقشہ کھینچا، پھر میں نے کہا آج تمام دعوتیں سرد پڑ چکی ہیں، کمزور و بے روح ہو گئی ہیں، بس ایک دعوت مادیت کا دَور دورہ ہے، یہی دین و اسلام کے لئے جد و جہد کرنے والے لشکر کا سب سے بڑا حریف ہے، اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ اپنی طاقت کو مضبوط بنائیں اور اس سے برسرپیکار ہونے کی تیاریاں کریں، اس سے آنکھ ملانے بلکہ اس کی کلائی موڑنے کی علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تیاریاں کریں، اس کے بغیر ہمارے لئے ممکن نہیں کہ کما حقہ ہم زمانہ پر اثر انداز ہوں اور مادیت کے ان دبیز پردوں کو چاک کریں جو دل و نگاہ پر چھا چکے ہیں، ہم مؤثر دینی شخصیت اور مسحور و مسخر کرنیوالی روحانی قوت ہی سے اس پر غالب آسکتے ہیں۔

سامعین کے چہروں سے معلوم ہو رہا تھا کہ تقریر کا ان پر اثر ہوا، داد و تحسین کی آوازیں بلند ہوئیں، یہ اثر شاید مخلص داعیوں اور مجاہدین کے ان اثر انگیز واقعات کی وجہ سے تھا جو میں نے بیان کئے۔ ان واقعات سے ایسا اثر ہوتا ہے جو کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔

تقریر کے بعد شیخ محمد حامد نے مقرر کا شکریہ ادا کیا اور از راہ تواضع فرمایا کہ مجھے اس تقریر سے بڑا فائدہ ہوا۔

---

[1] اس زمانہ میں لکھنؤ کا ہفتہ وار تبلیغی اجتماع ہر شب جمعہ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی وسیع مسجد میں ہوتا تھا جس میں شہر اور دیہاتوں سے لوگ اپنا اپنا بستر اور کھانا لیکر آتے تھے اور رات گزارتے تھے، شہر میں تبلیغی مرکز واقع کچہری روڈ بن جانے کے بعد یہ اجتماع وہاں منتقل ہو گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

۲۳/۴/۷۰ھ مطابق ۳۱/۱/۱۹۵۱ء

ڈاکٹر احمد امین سے ایک ملاقات

گزشتہ رات استاد محمد رشاد عبد المطلب ہم سے ملے اور ہم کو بتایا کہ ڈاکٹر امین بک ہم سے ملنا چاہتے ہیں، چنانچہ صبح کو ہم لوگ الادارۃ الثقافیۃ گئے، ڈاکٹر احمد امین صاحب ہم لوگوں سے بڑی گرمجوشی سے ملے، انھوں نے ہمیں کچھ کتابیں ہدیہ کیں جس میں چھ جلدوں پر مشتمل (العقد الفرید) بھی تھی جس کی تصحیح اور شرح و تہذیب میں احمد امین صاحب نے بھی کام کیا تھا، اسے لجنۃ التالیف والترجمہ نے شائع کیا ہے، ایک نسخہ اپنی کتاب حیاتی کا بھی دیا، بطور یادگار ایک فاؤنٹن پن بھی عنایت کیا اس عنایت پر میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اسے قبول کر لیا پھر ہم لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، میں نے ان سے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ آپ قرآن کریم کے درس و مطالعہ میں زیادہ وقت صرف کریں، انھوں نے جواب دیا الاسلام ماضیہ وحاضرہ کی تیاری میں مشغول ہوں، عنقریب اس کو ختم کروں گا، میں نے کہا مجھے توقع ہے کہ آپ کے قلم سے کوئی ایسی چیز نہ نکلے گی جس سے اس وقت کے آزاد خیال نوجوانوں کے ذہن میں کوئی شک و شبہہ یا خلش پیدا ہو انھوں نے کہا کہ یہ آپ واقعہ بیان کر رہے ہیں یا محض تنبیہ مقصود ہے، میں نے کہا میری آرزو اور خواہش ہے، انھوں نے کہا تنقید و صراحت ضروری ہے، میں نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے، لیکن اس زمانہ کے لوگ برائیوں کو تو قبول کر لیتے ہیں اور خوبیوں کو چھوڑ دیتے ہیں، انھوں نے اس بات کی تائید کی۔

ان کی کتاب زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث پر میری رائے

میں نے ان سے کہا کہ آپ کی کتاب زعماء الاصلاح کا میں نے حجاز مقدس میں مطالعہ کیا، کتاب مجھے بہت پسند آئی اور میں نے اس سے استفادہ کیا، خصوصاً عبد الرحمٰن کواکبی

www.abulhasanalinadwi.org

اور خیر الدین باشا تونسی اور مدحت باشا کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے اور جلیل القدر عالم شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں، میں نے شیخ کے خاندان کے بعض علماء کو وہ حصہ پڑھ کر سنایا تو انھوں نے اس کی تصدیق کی اور پسند کیا انھوں نے کہا الحمدللہ لیکن بعض اہل علم نے شیخ کے سفر بغداد کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی نفی کی ہے میں نے کہا کہ شیخ عمر[1] کا بھی یہی خیال ہے، احمد امین صاحب نے کہا کہ میں نے یورپین مصنفین کی کتابوں سے رجوع کیا ان سے میری تحریر کی تائید ہوتی ہے، میں نے کہا کہ سید امیر علی کو جو مقام آپ نے دیا ہے وہ اصلاح و نمائندگی کے اس مقام پر نہیں ہیں، وہ ان بڑے مصنفین میں ہیں جنھوں نے اسلام کی خوبیوں پر انگریزی میں روشنی ڈالی ہے اور اس زبان میں وقیع کتابیں لکھی ہیں، اسی طرح سرسید احمد خاں بھی اسلامی فکر و قیادت کے اس بلند مقام پر نہیں ہیں جو آپ نے انکو دیا ہے ان کی ذہانت ان کے علم سے بڑھی ہوئی تھی، ان سے بہت سی لغزشیں ہوئیں جن سے مسلمانوں کو نقصان پہونچا، ہندوستان میں اور لوگ بھی تھے جو ان سے زیادہ اس کتاب میں ذکر کے مستحق تھے۔ انھوں نے کہا وہ کون لوگ ہیں؟ میں نے کہا کہ سید احمد شہیدؒ، اسمٰعیل شہیدؒ، انھوں نے کہا کہ افسوس ہے کہ ہمیں ان حضرات کے بارے میں معلومات نہ حاصل ہوسکیں، میں نے کہا کہ آپ نے سید احمد شہیدؒ کا تو اپنی کتاب "المہدویۃ والمہدیون" میں تذکرہ کیا ہے لیکن آپ نے مغربی مصنفین کی کتابوں سے معلومات اخذ کئے ہیں جن میں غلط بیانی اور رنگ آمیزی سے کام لیا گیا ہے اور جن کی معلومات نہایت ناقص ہیں، میں نے کہا اسی طرح علامہ اقبال اس قابل تھے کہ آپ کی کتاب میں ان کو نمایاں مقام حاصل ہوتا، انھوں نے کہا کہ میں ان کے بارے میں اتنی معلومات نہ حاصل کر سکا کہ ان کا تذکرہ کروں۔ ہمارے دوست عبدالوہاب عزام نے ایک مختصر کتابچہ ان پر

---

(۱) اس سے مراد شیخ عمر ابن الحسن ہیں، جو شیخ محمد ابن عبدالوہاب کے خاندان کے ذی علم فرد تھے عرصہ تک ریاض کے ہیئۃ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افسر رہے، حال ہی میں انتقال ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

شائع کیا ہے، میں قاہرہ میں ان سے ملا ہوں، وہ بڑے صاحب دل تھے، میں نے ان سے کہا کہ انکے فکر و شعر کا منبع انکا دل ہی تھا میں نے ان کے مختصر حالات لکھے ہیں جو سعودی ریڈیو سے نشر ہو چکے ہیں۔

ازہر و جامعہ فواد کے بارے میں احمد امین کی رائے

اس کے بعد دوسرے موضوعات پر گفتگو ہونے لگی احمد امین صاحب نے کہا کہ حال میں ہالینڈ کے ایک طالب علم مجھ سے ملے، پوچھا کہ ازہر سے آپ کو کچھ توقع ہے؟ میں نے کہا "نہیں" اسلئے کہ ازہر قدامت پرستی کی تحریک کی قیادت کرتا ہے، درانحالیکہ نوجوانوں میں اس وقت ایک بے چینی اور ترقی پسندی کی ایک تیز رو چل رہی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ قصر شاہی ازہر کی سرپرستی کرتا ہے سہ وہ کچھ کرنا چاہتا ہے نہ کرنے دیتا ہے، پھر انھوں نے کہا کیا فواد یونیورسٹی[1] سے آپ کو کوئی توقع ہے؟ میں نے اس کے بارے میں بھی کہا کہ نہیں، انھوں نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا کہ وہ ایک خالص مغربی طرز کی دانش گاہ ہے۔

دین اور سیاست کی تفریق کے بارے میں احمد امین کی رائے

میں نے پوچھا کیا آپ کو شیخ علی عبدالرازق کی کتاب (الاسلام واصول الحکم) سے اتفاق ہے، انھوں نے نفی میں جواب دیا اور بتایا کہ استاذ علی عبدالرازق یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام صرف ایک روحانی پیغام ہے، اس کو حکومت و سیاست سے کوئی تعلق نہیں، اسکے برعکس میرا عقیدہ ہے کہ اسلام اجتماعی زندگی سے گہرا ربط رکھتا ہے، بیع و شرا ریا اجارہ کے مسائل کے

---

[1] جو بعد میں جامعۃ القاہرہ کے نام سے موسوم ہوئی جو مصر کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اصول رکھتا ہے، استاذ علی عبدالرازق کا مقصد یہ تھا کہ اسلامی فکر کو سیاست اور اجتماعی مسائل سے آزاد رکھیں، یہ بات اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنے سے حاصل ہو سکتی ہے، دین کو سیاست سے الگ رکھنے کی ضرورت نہیں۔

کیا مسلمان موجودہ تمدن اور دینی روح کے جمع کرنے میں ناکام رہے۔

میں نے کہا کہ حجاز میں میں نے بعض موقعوں پر کہا کہ مسلمان جدید تمدن اور دینی روح کو جمع کرنے میں ناکام رہے، تمدنی پہلو عموماً دینی پہلو کی حق تلفی کرتا ہے، یہ بات ان لوگوں کی کمزوری کے سبب سے ہوئی جو دینی پہلو کی نمایندگی کرتے تھے۔

ناکامی کے اسباب اور علاج ڈاکٹر احمد امین کی نظر میں

احمد امین صاحب نے کہا اس ناکامی کے دو سبب ہیں، پہلا تو یہ کہ عالم اسلام میں ایسے علماء کی بہت کمی ہے جو شریعت کے کل مقاصد سے بخوبی واقف ہوں، اور مغربی تہذیب کی چھان پھٹک کرکے نفع و نقصان کا موازنہ کریں، دوسرا سبب جس کو آپ نے اپنی کتاب (صاذا خسر العالم بانحطاط المسلمین) میں بیان کیا ہے۔ نئے تمدن کے بارے میں مسلمانوں کا احساس کمتری ہے، اس کا علاج ایسے علماء کی دریافت ہے جو دینی اور دنیاوی دونوں علوم کے جامع ہوں، پھر مسلمانوں کے اندر یہ خیال پیدا کرنا کہ مغربی تہذیب نہ تو کُل کی کُل خیر ہے اور نہ سب کی سب شر ہے، بلکہ اس میں دونوں چیزیں ہیں، خیر بھی اور شر بھی۔ یہاں سے ہمارا موضوع بدل گیا، اس دوران احمد امین صاحب نے کہا کہ مغربی تہذیب کی بنیاد ثقافت و ادب سے زیادہ علوم پر ہے۔ اس کے برعکس مشرق نے ثقافت و ادب میں زیادہ ترقی کی ہے، علوم میں نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

احمد امین صاحب کی کتاب ضحی الاسلام پر میرا تبصرہ اور معتزلہ کے بارے میں میری رائے

میں نے کہا کہ آپ کی کتاب "ضحی الاسلام" پر بعض اشکالات ہیں، ایک بات تو یہ کہ آپنے معتزلہ کو ان کے مقام سے زیادہ اونچا درجہ دیا ہے، میرا خیال یہ ہے کہ معتزلہ عقل کے دورِ طفولیت میں تھے، ان کی رائے ابھی پختہ نہیں ہوئی تھی، انھوں نے کہا ہاں لیکن وہ محدثین سے زیادہ وسیع فکر رکھتے تھے، ان کی بقاء اسلام کے لئے بہتر تھی، لیکن میں سیاست میں انکے دخل دینے کو غلط سمجھتا ہوں، میں نے کہا یہ کر کے انھوں نے اپنے ہی اوپر زیادتی کی جیسا کہ آپنے اپنی کتاب میں لکھا ہے، انھوں نے کہا کہ ان کی کتابیں ضائع ہوگئیں، مجھے قاضی عبدالجبار معتزلی کی کتاب اتفاقاً مل گئی، عنقریب میں اسے شائع کروں گا، اس کے ذریعہ ہم معتزلہ کے بہت سے دینی خیالات سے واقف ہوجائیں گے، پھر ہم لوگ اٹھے اور ان سے اجازت چاہی انھوں نے ہمیں اگلے دن دوپہر کو نیل ہوٹل میں کھانے کی دعوت دی ہم نے شکریہ کے ساتھ دعوت قبول کرلی اور الادارۃ الثقافیۃ میں ملنے کا وعدہ کیا۔

شیخ احمد محمد شاکر سے ملاقات

عصر کے وقت ہم لوگ مشہور مصنف اور سابق قاضی احمد محمد شاکر سے ملنے کے لئے نکلے اور شیخ محمد عثمان اور ان کے دوست عبدالرحمٰن آفندی جانو کی معیت میں "مصر جدیدہ" کا رخ کیا اور وہاں پہنچے، یہ نئے طرز کا ایک مستقل شہر ہے، معلوم ہوا کہ یہ چند سال پہلے آباد ہوا ہے ہم نے الجمعیۃ الشرعیۃ کی مسجد میں نماز پڑھی پھر شیخ احمد شاکر کے گھر کا رخ کیا، ہمیں ان کا مکان علماء کے مقابلہ میں وزراء کے مکانوں سے زیادہ ملتا جلتا نظر آیا، استغفراللہ ابھی تک میں ہندوستان ہی میں ہوں، اس سے کب نکلوں گا۔ مصری علماء کی حالت اور حیثیت، ہندوستانی

www.abulhasanalinadwi.org

علماء سے بہت مختلف ہے، اللہ نے ان کو مال سے نوازا ہے، خوشحال زندگی عطا کی ہے، جس کے نتیجہ میں انھوں نے عہد عباسی کے تماضیوں کی یاد تازہ کردی ہے، جدید طرز پر سجے ہوئے ایک کمرہ میں ہم لوگ ان سے ملے، مختلف موضوعات پر گفتگو رہی، کچھ ازہر سے متعلق، کچھ مصر کی دینی انجمنوں سے متعلق، گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ شیخ کی معلومات بہت وسیع ہیں، کثرت مطالعہ اور زندگی کے تجربات نے ان کے اندر کلامی اور فقہی اختلافات میں توسع اور لوچ پیدا کردیا ہے۔

میں نے ان کو کچھ پمفلٹ اور رسالے دیئے، اپنی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" کا ان سے تذکرہ کیا تو فرمایا کہ آپ کی کتاب جیسے ہی بازار میں آئی میں نے اس کو حاصل کرلیا، دفتر میں برابر سامنے رہتی ہے، لیکن میں اس کو ابھی تک ختم نہ کرسکا، میں نے والد صاحبؒ کی کتاب (الثقافة الاسلامية في الهند) کی اشاعت کے بارے میں گفتگو کی میں نے ان سے اپنا یہ منشا ظاہر کیا کہ اس کی اشاعت کے سلسلہ میں بعض کتب خانوں اور مکتبوں سے گفتگو کریں، انھوں نے اس سے معذرت کی اور فرمایا ناشرین پر تجارتی مفاد زیادہ غالب رہتا ہے، مجھے یہ توقع نہیں کہ وہ علمی خدمت کی غرض سے کوئی چیز شائع کریں گے ہیں ان میں سے کسی سے امید نہیں تاہم میں کتاب ذرا دیکھونگا، پھر آپ سے گفتگو کروں گا، ہم لوگوں نے واپسی کی اجازت چاہی، اس لئے کہ بعد مغرب کلیۃ الشریعہ کے طلباء میں میری تقریر کا وقت مقرر ہوچکا تھا۔

ازہر اور کالج کے نوجوانوں کے ساتھ

مغرب بعد ہم لوگ شبرا گئے۔ یہاں نوجوانوں کا بڑا منتخب مجمع نظر آیا جو کلیۃ الشریعہ اور ازہر کے کلیۃ اصول الدین اور کلیۃ الہندسۃ (انجینیرنگ کالج) جامعہ فؤاد اول کے کلیۃ التجارۃ (کامرس) کالج کے طلباء پر مشتمل تھا، ان نوجوانوں نے فرط اشتیاق میں کہا کہ آپ رات بھر تقریر کریں تو بھی ہم لوگ نہ اکتائیں گے۔

میں نے ان کو دین اور دینی تحریکات سے متعلق باتوں کے سننے کا مشتاق و پیاسا

www.abulhasanalinadwi.org

پایا۔ کلیۃ اصول الدین کے طلباء میں سے ایک ذہین طالب علم یوسف قرضاوی اسٹیج پر آئے۔ اخلاص و حرارت ایمانی سے بھرپور سلجھی ہوئی مختصر تقریر کی، پھر اس رات کے مقرر کو خوش آمدید کہا اور اس کو دوستوں اور ساتھیوں کے سامنے پیش کیا۔

دنیا کے دو روپ ہیں، نوجوانوں میں میری تقریر

میں نے تقریر شروع کی اور کہا کہ اس عالم کی دو شکلیں ہیں، ایک شکل تو خالق کائنات اللہ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے، ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں اور نہ اس کے بارے میں ہم سے کچھ پوچھا جائے گا، وہ ہے خلق و تکوین کی شکل، اللہ تعالیٰ نے جیسا چاہا اس عالم کو بنایا، وہ خوب جاننے والا اور باخبر ہے، اللہ ہی کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مستحکم کیا۔ ہم صرف اس کے مکلف ہیں کہ اس میں غور و فکر کریں اور مخلوق کے ذریعہ سے خالق کو پہچانیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ماخلقت ھذا باطلاً" وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہونے کی حالت میں اور بیٹھے ہونے کی حالت میں اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور غور کرتے ہیں، آسمان اور زمین کی پیدائش کے بارے میں۔ اے ہمارے رب تو نے اس کو بے مطلب نہیں پیدا کیا"، لیکن ہم اس عالم کی خلق و تکوین کے مکلف نہیں ہیں اور ہم سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ ستاروں کو اس طرح پھیلایا اور بکھیرا کیوں گیا ہے؟ سورج مشرق سے کیوں طلوع ہوتا ہے؟ مغرب میں کیوں غروب ہوتا ہے؟ پہاڑ یہاں کیوں نہیں ہے وہاں کیوں ہے؟ کائنات کی تخلیق کے بارے میں اسی طرح کے اور سوالات، ہم دوسری شکل کے مکلف ہیں، اس کے متعلق ہم سے سوال ہوگا، وہ کائنات کے اس وسیع نظام کی تشکیل و تنظیم جس کو خدا نے بنایا ہے، اور اس کو ہمارے ہی لئے مستقل و محکم اور اچھی طرح منظم و مرتب کیا، وہ بنیادی اصول جنکو قانون الٰہی کہا جاتا ہے، وہ ہم کو اس تنظیم کی بقاء اور عالم کی ذمہ داری سنبھالنے کا مکلف بناتے ہیں، خدا نے

www.abulhasanalinadwi.org

اس زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر ہم پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے، فرمایا "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" (میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) یکے بعد دیگرے انبیاء کرام اسی لئے تشریف لائے کہ اس عالم کو منظم کریں، یہاں کی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی پسند و مرضی کے مطابق ڈھالیں، اور سنواریں، اس میں سے ہر ایک اس عالم کی اصلاح اور اس کے نظم و نسق کی حفاظت کا حریص و خواہاں تھا یہاں تک کہ جب بعض بدطینت لوگوں نے زمین کے اس نظم کو بگاڑنا چاہا تو انھوں نے کہا تم لوگ زمین میں بگاڑ نہ پیدا کرو اس کی درستگی کے بعد "ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا" اور جب کسی قوم یا خاندان یا کسی جماعت نے اس بگاڑ اور عالم کے نظام کو نقصان پہنچانے پر کمر باندھ لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جڑ سے نیست و نابود فرما دیا۔

اس نظام کی بقاء جس کو وہ اس عالم کے لئے پسند کرتا ہے، اس کو بہت زیادہ عزیز اور اس کے نزدیک ضروری ہے، وہ نظام قوموں، جماعتوں اور بادشاہوں سے بھی زیادہ اہم و ضروری ہے فرمایا "فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین" (پس ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے حد سے تجاوز کیا اور ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جو سارے عالم کو پالنے والا ہے) کچھ قومیں اور تہذیبیں سامنے آئیں اور اس عالم کو اپنے فکر و عقیدہ تربیت و علم اور مقاصد کے مطابق منظم کیا، اللہ تعالیٰ ان کو یہ موقع اور آزادی اس لئے دیتا ہے، تاکہ ان کو پرکھے، کہ کون ان میں عمل کے اعتبار سے اچھا ہے فرمایا "وھو الذی جعلکم خلائف فی الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فیما اتاکم ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم" (وہی ہے جس نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر بڑھایا رتبہ کے اعتبار سے تاکہ تم کو آزمائے اس چیز میں جو تم کو دیا ہے، بیشک تمہارا رب جلد باز پرس کرنے والا ہے اور بہت ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے)

ان خود ساختہ منتظمین کا دور ختم ہوا۔

یہاں سے روم اور یونان کا دور چلا پھر مسلمانوں اور اس کے بعد اہل یورپ کا

www.abulhasanalinadwi.org

ہرایک نے اپنی بہترین صلاحیتیں اس دنیا پر ختم کردیں اور اس میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، یہ مغربی تہذیب اور فلسفۂ مغرب کا دور ہے، اس نے اپنے ترکش کے سارے تیر ایک ایک کرکے آزمائے اور اپنی جھولی خالی کردی، اہل مغرب کے پاس جو بہتر سے بہتر صلاحیت تھی وہ اس کو میدانِ عمل میں لے آئے، انھوں نے جو کچھ کیا اس سے زیادہ وہ کر بھی نہیں سکتے تھے، ان کو فکر و عمل کی پوری آزادی اور وسائل کی ساری طاقت حاصل تھی، انھوں نے نظام عالم کو بگاڑ کر رکھ دیا۔

اس عالم کی از سر نو تعمیر وہی ہاتھ کر سکتے ہیں جنھوں نے حرم تعمیر کیا

یہ بات اچھی طرح ثابت ہو چکی ہے کہ اس عالم کی از سر نو اصلاح و تعمیر وہی ہاتھ کر سکتے ہیں جنھوں نے کبھی حرم کی تعمیر کی تھی، وہی قوم اس کو سنوار سکتی ہے جو حرم کی نگراں و محافظ، اور اس کو اپنا قبلہ سمجھتی رہی ہے، اس وقت جنگ دراصل مغربی تہذیب، اس کے فلسفۂ حیات، جمہوری واشتراکی نظام اور اسلام و مسلمانوں کے مابین ہے، اب نوجوانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس جنگ میں قوت آزمائی کریں، حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک و دعوت انھیں کے توانا بازوؤں پر قائم ہوئی، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ جن کے بل بوتے پر دعوت اسلام کا نشو و نما ہوا، اور اسلام پروان چڑھا، وہ کمزور اور زندگی سے الگ تھلگ تھے، ایسا نہیں ہے کہ زندگی نے انھیں ٹھکرا دیا تو وہ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ وہ زندگی کے مرد میداں اور معاشرے کے ستون تھے یہی وجہ تھی کہ جب قریش نے ہوشیار دانا اور اچھے نوجوانوں کو اسلام کی طرف آتے دیکھا تو کہہ اٹھے اِنّ ھذا الشی یُراد کہ یہ کوئی سوچی سمجھی بات معلوم ہوتی ہے۔

مجاہد نوجوانوں کی چند مثالیں

پھر میں نے ان لوگوں کے سامنے کچھ ایسے نوجوانوں کا ذکر کیا جنھوں نے اپنی ساری زندگی اور صلاحیت اور اپنے معاشی مستقبل اور عیش و عشرت کو کمیونزم کی دعوت اور اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

اصول کی نشر و اشاعت کے پیچھے قربان کر دیا، میں نے بتایا کہ ان میں کا ایک شخص جو ناز و نعم کا پروردہ اور باعزت ہوتا تھا، کس طرح یونیورسٹی اور ملازمت کو تج دیتا تھا، اور راستے پر کھڑے ہو کر کمیونزم کی تبلیغ کرنے والے اخبارات بیچتا، اور آوازیں لگاتا رہتا، اس کے دوست احباب اور خاندان کے لوگ اس کے پاس سے گزرتے وہ ذرا بھی جھینپتا نہ شرماتا، میں نے ان سے بیان کیا کہ جاپانی نوجوانوں نے اپنے وطن و عقیدے کی خاطر کیا کچھ نہ کیا۔

پھر میں نے ان کے سامنے ان نوجوانوں کی قربانی اور مہادری کی بہترین مثالیں بیان کیں جو حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلوی کی تحریک میں شریک ہوئے اور ہندوستان کی شمالی سرحد افغانستان تک ساتھ دیا اور آخر وقت تک ان کے دامن سے وابستہ رہے، میں نے ان سے سید موسیٰ کا قصہ بیان کیا، جو اٹھارہ برس کی عمر میں جنگ مہیار میں زخمی ہوئے، ان کے سر کا خون آنکھوں اور چہرہ پر چھا گیا تھا، اس حال میں بھی ان کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے، اور وہ خدا کے ذکر میں رطب اللسان تھے، سید ابو محمد کا واقعہ بھی سنایا۔

جناب یوسف القرضاوی صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ میں مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی اور مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری کا واقعہ بیان کروں، میں نے دونوں بزرگوں کی سرگزشت بیان کی، میں نے کہا کہ دینی اخلاق روحانی اور علمی تربیت اور اس کی مکمل تیاری بہت ضروری ہے، کوئی اسلامی حکومت، قوی روحانیت اور صحیح علم کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی، اس تیاری اور تربیت کا اثر مستقبل میں زیادہ بڑے دائرہ میں ظاہر ہوتا ہے، تقریباً ایک گھنٹہ تک میری تقریر جاری رہی، حاضرین کے مزید اصرار پر میں نے تقریر جاری رکھی، انھوں نے ہندوستان کی دعوت و تحریک کا طریقۂ کار تفصیل سے معلوم کرنے کا مطالبہ کیا، میں نے تفصیل سے ان کو بتایا، اور یہاں کے دعوتی طرز کی تشریح کی، یہ نوجوان اس تقریر سے بہت خوش اور محظوظ ہوئے اور بڑی پسندیدگی اور اخلاص کا اظہار کیا، ان میں سے اکثر نے میری کتاب "ماذا خسر العالم" پڑھی تھی، اُن لوگوں نے اصرار کیا کہ ہم رات وہیں گزاریں لیکن ہم نے معذرت کی اور ان سے

www.abulhasanalinadwi.org

کہا کہ کسی اور دن آپ لوگوں کے ساتھ رات گزاریں گے۔ ہم لوگ بہت تھکے ہوئے تھے، اور بڑی تاخیر سے اپنی قیام گاہ واپس ہوئے۔

۲۴/۴/۷۰ھ مطابق ۱/۲/۵۱ء

ڈاکٹر احمد امین سے مسئلۂ جوگ و تصوّف پر گفتگو

آج سویرے میں نے اپنے رسالہ "بین العالم والجزیرۃ العرب" کا مقدمہ لکھا پھر ڈاکٹر احمد امین سے ملنے "جیزہ" گیا، ڈاکٹر صاحب ہمارے منتظر تھے، دوران گفتگو انھوں نے مجھ سے جوگ کے بارے میں دریافت کیا، میں نے کہا یہ ایک علم ہے، جو ہندوستان میں عام ہے، ان لوگوں کے پاس جسمانی ورزش، حفظان صحت اور جسم کو قوی بنانے کے اچھے تجربات ہیں، رہا روحانیت کا معاملہ تو اس میں یہ لوگ جسم کو تکلیف کا عادی بنا کر اور خواہشات نفسانی پر قابو حاصل کر کے خلاف فطرت چیزوں کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ نفس کو عرصۂ دراز تک لذائذ و خواہشات سے محروم رکھتے ہیں اور اسی طرح کی خلاف فطرت حرکتیں کرتے ہیں، اس میں شبہ نہیں کہ جب نفس کو سدھار لیا جائے تو آدمی میں حیرت انگیز باتوں کے مظاہرہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، لیکن ان جوگیوں کے یہ کمالات اہل اللہ کے کمالات کے مقابلہ میں شعبدہ بازی اور کرتب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے، یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام جو سنت کے پیرو ہوتے ہیں اپنی اصل توجہ دل کی اصلاح و صفائی پر مرکوز رکھتے ہیں، بات تصوف اور صوفیاء کرام پر چل نکلی، اندازہ ہوا کہ ڈاکٹر احمد امین صاحب اس کا بھی کچھ ذوق رکھتے ہیں، ایک نقشبندی شیخ سے جو دو افروش تھے، کچھ علم تصوف حاصل کیا تھا، میں نے کہا یہ حقیقت ہے کہ ان حضرات کے علم و تجربہ میں کچھ اذکار و اشغال اور معمولات و وظائف ہیں جن سے دل کو سکون اور قوت حاصل ہوتی ہے۔

حکیم اور عارف کا فرق

ڈاکٹر احمد امین نے کہا کہ میں نے کسی کتاب میں یہ پڑھا ہے کہ ایک مرتبہ ابن سینا

www.abulhasanalinadwi.org

کی، مشہور بزرگ سلطان ابوسعید ابوالخیر سے ملاقات ہوگئی، دونوں حضرات تین دن تک ساتھ رہے، جدا ہونے کے بعد ایک شخص نے ابن سینا سے شیخ ابوالخیر صاحب کے مرتبہ کے متعلق پوچھا ابن سینا نے جواب دیا کہ ان کی بلند مقامی کا حال یہ ہے کہ جو میں جانتا ہوں اسے وہ دیکھتے ہیں شیخ ابوالخیر سے ابن سینا کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ جو ابن سینا جانتے ہیں میں اس کو دیکھتا ہوں، میں نے عرض کیا کہ علامہ اقبالؒ نے اپنے شعر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

اودرون خانہ ما بیرون در   سر دیں ما را خبر او را نظر

کثرت سے وحدت کی طرف

میں نے کہا کہ غور و فکر اور علم کا منشاء و مقصود کثرت سے وحدت کی طرف پہنچنا ہے یہ انسان کی سب سے بڑی طاقت اور سب سے بڑا علم ہے، اگر کسی شخص کو یہ بات حاصل ہو جائے تو وہ اسباب و مادیت کی دہلیز پر جبہ سائی اور پریشاں نظری سے نجات پا جائے اور یہ علم حقیقی اسکو اسباب کے ذریعہ خالق اسباب تک پہونچا دے، انھوں نے کہا ایک دن میں اپنے دوستوں کی ایک بے تکلف مجلس میں کہہ رہا تھا کہ صرف عقل علم کا سرچشمہ نہیں ہے بلکہ دل بھی انسان کے علم کا سرچشمہ ہے، بعض احباب اپنے اس خیال پر مصر تھے کہ صرف عقل علم کا سرچشمہ ہے، میں نے ان سے کہا کہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے عقل پر تنقید کرتے ہوئے بڑے پتے کی بات کہی ہے، ان کا نظریہ یہ ہے کہ عقل بالکل بے خطا اور انسان کی وجدانی صلاحیت اور کشف وادراک یکسر معصوم نہیں، بلکہ عقل و وجدان تعلیم ظاہری اور بدیہی چیزوں، نیز عادات و خواہشات سے متاثر ہوتے ہیں، حق و ناحق صحیح و غلط اس طرح باہم مل جاتا ہے کہ انسان اس کو محسوس نہیں کرسکتا، ٹھیک اسی طرح جیسے آئینہ میں بہت سی چیزوں کا عکس نظر آتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

علم کا صحیح سرچشمہ وحی الٰہی اور علم نبوت ہے

میں نے کہا علم کا اصل سرچشمہ جس پر اعتماد کیا جائے، وہ وحی الٰہی اور انبیاء کرام کا لایا ہوا علم ہے، تعجب کی بات ہے کہ مشہور جرمن فلسفی اس نتیجہ تک پہونچا اور اپنی "معرکۃ الآرا" کتاب (تنقید عقل خالص) میں عقل مجرد کے وجود کا انکار کیا ہے، ہم لوگ ظاہر کے چڑیا گھر (زو) میں ٹہل رہے تھے، تبادلہ خیال اور گفتگو کا سلسلہ برابر جاری تھا، چلتے چلتے ہم لوگ "جزیرۃ الاشائے" میں پہونچے اور تالاب کے کنارے ایک چھتری کے نیچے بیٹھ گئے، ڈاکٹر احمد امین نے کھانا منگوایا تالاب کے صاف و شفاف پانی اور اس میں تیرنے والی بطخوں کے دلفریب منظر کا بھی ہم لطف اٹھا رہے تھے اور ڈاکٹر صاحب کی پُراز معلومات باتوں سے بھی مستفید ہو رہے تھے، سلسلۂ کلام میں ڈاکٹر صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا اور کہا، اس میں شک نہیں کہ تصوف کے ذریعہ آدمی تہذیب جدید کی ترغیبات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

شیخ جمال الدین اور محمد عبدہٗ کے بارے میں کچھ معلومات

میں نے کہا کہ شاید سید جمال الدین افغانی کو تصوف سے کچھ لگاؤ تھا وہ ذکر قلبی کیا کرتے تھے، ڈاکٹر احمد امین نے کہا، میں تو سمجھتا ہوں کہ شیخ محمد عبدہٗ پر بھی تصوف کا اثر تھا۔ یہ دونوں زاہدانہ زندگی گزارتے تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو وراثت میں کچھ نہیں چھوڑا، میں نے پوچھا کہ آپ نے شیخ محمد عبدہٗ سے پڑھا ہے، فرمایا میں انکے دو درسوں میں حاضر ہوا ہوں، وہ بڑے سخی اور ایثار پسند تھے، جو کچھ ملتا اپنے ساتھیوں اور غربا میں تقسیم کر دیتے، کبھی اینٹ کے گھر میں رہتے تھے، پھر وہ کہنے لگے وحدۃ الوجود کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا یہ مسئلہ فکر و نظر سے زیادہ عمل سے تعلق رکھتا ہے، انھوں نے بھی یہی خیال ظاہر کیا اور فرمایا کبھی کبھی انسان کو بڑی قیمتی گھڑیاں اور کیفیات نصیب ہوتی ہیں لیکن اس کیفیت روحانی کو بقاء و دوام

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل نہیں ہوتا، میں نے عرض کیا کہ اگر ہمیشہ یہ کیفیت رہے تو انسان زندگی سے کٹ کر گوشہ نشین ہو جائے اور یہ رزم گاہ حیات اور زندگی کا نظم وضبط برقرار نہ رہ سکے، زندگی مفلوج ہو کر رہ جائے، انھوں نے کہا میں نے کچھ لوگوں کے بارے میں سنا ہے کہ ان کو ہمہ وقت یہ کیفیت حاصل رہتی تھی، میں نے کہا ایسا بھی ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو پورا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔

تعلیم اور عہدۂ قضا کا فرق

طرح طرح کی باتیں ہوتی رہیں، میں نے کہا کیا آپ کو جج بننے کا شوق تھا؟ بولے نہیں، اسی لئے تو میں نے آخر میں عہدۂ قضاء سے الگ ہو کر، درس وتدریس کا مشغلہ اپنایا۔ عہدۂ قضاء میں اکثر ایسے اجڑے ہوئے خاندان سامنے آتے ہیں جن سے طبیعت متأثر ہوتی ہے اس کے برخلاف درس وتدریس میں ایسی کلیاں سامنے آتی ہیں جو کھلنا چاہتی ہیں، ڈاکٹر احمد امین نے کہا میرے ایک استاد کہا کرتے تھے کہ تمہارا ذہن ریاضی پسند ہے، تم ادب کیوں پڑھ رہے ہو، میں نے کہا جی ہاں اسی لئے آپ کا ادب حشو وزائد سے پاک ہے، انھوں نے کہا میں ادب میں عقلی ترتیب پسند کرتا ہوں، میں شعر وشاعری کا ذوق اسی لئے نہیں رکھتا کہ اسمیں عقلی ترتیب نہیں ہوتی، اس کے بعد دوپہر کا کھانا آگیا، کھانا کھا کر ظہر کی نماز پڑھی، پھر اجازت چاہی (ڈاکٹر صاحب چھٹیاں گزارنے کے لئے اسکندریہ جانے والے تھے)

جمعیۃ الشبان المسلمین کے ڈاکٹر عبد الحمید ہال میں

رات کو ہم لوگ جمعیۃ الشبان المسلمین کے عبد الحمید ہال میں ڈاکٹر سعید رمضان صاحب کی تقریر سننے کے لئے جمع ہوئے، تقریر طویل اور پرجوش تھی، تقریر دو گھنٹے تک جاری رہی

www.abulhasanalinadwi.org

تقریر کا موضوع "اسلامی اتحاد" تھا، اس تقریر میں علمی رنگ سے بڑھ کر دینی رنگ غالب نظر آیا۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ مصری زندگی میں بڑا انقلاب پیدا ہو گیا تھا، مذہبی بات جو کبھی ناما نوس اور طبیعتوں پر گراں تھی، اب مقبول و پسندیدہ ہو چکی ہے، اسی طرح سے نوجوان طلبار بھی دین کی طرف مائل ہیں، حاضرین جلسہ نے پوری تقریر ہمہ تن گوش ہو کر سنی، بہت سے جوانوں نے کھڑے کھڑے تقریر سنی، تقریر کے دوران اللہ اکبر و للہ الحمد کے نعرے گونجتے اور زور دار تالیاں بجتیں۔

۲۵/۴/۷۰ھ مطابق ۲/۲/۱۹۵۱ء

صبح کو ناشتہ کے بعد ہم لوگ الحاج علی شریف کی دوکان شبرا گئے تاکہ یہاں سے "اوسیم" جہاں جمعہ کی نماز پڑھیں گے اور الحاج عطیہ البھواشی کے یہاں دوپہر کا کھانا ہوگا، وہاں اچانک ہمارے دوست شیخ احمد عثمان ہم لوگوں سے ملنے آگئے فرمایا "مصر پر تو بجلی گر گئی"، میں نے کہا کیا بات پیش آئی، انھوں نے بتایا کہ یونیورسٹی کے طلبار نے مطالبہ کیا ہے کہ پیشہ ور عورتوں کو حسب سابق اجازت دی جائے، ان پر جو پابندی لگائی گئی ہے اس کو ختم کیا جائے، اس لئے کہ نوجوان لڑکے راہ چلتی لڑکیوں سے بہت چھیڑ چھاڑ کرنے لگے ہیں، اس کے بغیر اب اس پر قابو نہیں پایا جا سکتا کہ پیشہ ور عورتوں کو اجازت دیجائے، اس واقعہ سے وہ بہت متاثر تھے دوسرے وقت پھر میرے پاس آئے، دینی حمیت اور جوش اسلامی سے مغلوب الحال تھے، ازہر کے علمار کو سخت سست کہنے لگے، فرمایا جس طرح انھوں نے گریڈ اور یکسانیت کے لئے اسٹرائک کی ہے۔ دینی اخلاقی قدروں کے لئے کیوں نہیں کرتے، جس طرح اپنی ذاتی غرض کے لئے انھوں نے اسٹرائک کی خدا اور رسولؐ کے لئے کیوں نہیں کرتے، میں نے کہا کہ آپ کا یہ احساس بالکل بجا ہے۔ لیکن اسلام سے کشمکش، اخلاق سے مذاق، بے حیائی اور فطری حدوں سے تجاوز میں ترقی ہوتی ہی رہے گی، جب تک کہ سوسائٹی میں طاقت ور دینی روح اور ان مضحکہ خیز اور رُلانے والے واقعات کے مقابلہ میں صحیح حمیت دینی اور خودداری نہ پیدا ہو جائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

معاشرہ میں دینی شعور و روحانی بیداری

جب تک سوسائٹی کے افراد میں دینی شعور نہ پیدا ہوگا اور قوم حکومت کے اخلاقی میلان اور اس کے اختیارات کی رقیب و محاسب نہ ہو یہ روگ دور نہ ہوگا اس کے بغیر ہر تدبیر وقتی اور ناقص ہوگی ہم الحاج عطیہ کی موٹر میں نکلے، ہمارے ساتھ استاد محمد غنائم تھے، جو اخبار "صوت الامۃ" کے محرر اوّل اور وزیر صحت کے پریس سکریٹری تھے، ہم لوگ موٹر ہی میں بیٹھے ہوئے مصری ریڈیو اسٹیشن سے قرآن کی تلاوت سنتے رہے، میں نے کہا اس وقت قرآن کا سننا کتنا عام ہوگیا لیکن اس کے بقدر فائدہ اٹھانا اور اس سے متاثر ہونا کتنا کم ہوگیا ہے، ہم لوگ ایک دیہی مقام "ادسیم" گئے۔

مصری دیہات کی سیر

پہلی بار میں نے مصری دیہات دیکھا، یہاں اور ہندوستان کے دیہات میں اتنی یگانگت تھی کہ ایسا محسوس ہوا جیسے ہم ہندوستان میں ہیں، دیہات کی جس زندگی کو ہم لوگ دیکھ رہے تھے اور زمین کے جن حصوں کو ہم طے کر رہے تھے یہ اتنے پسماندہ تھے، جیسے ان کا قاہرہ سے کوئی تعلق نہیں، قاہرہ تہذیب و تمدن کے بام عروج پر ہے اور یہ دیہات انتہائی پسماندہ غریب مفلوک الحال اور حکومت کی بے توجہی کے شکار ہیں۔

معیار زندگی میں بہت زیادہ فرق ایک بڑا خطرہ ہے

زندگی کے رہن سہن تہذیب و ثقافت میں ایک ہی سوسائٹی، ایک ہی شہر، بلکہ شہر کے ایک ہی محلہ میں یہ نمایاں فرق ملک و قوم کے لئے بڑا خطرہ ہے، یہی چیز معاشی بغاوت اور کمیونزم کے لئے راہ ہموار کرتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہم لوگ الحاج "عطیۃ البہواشی" کے گھر پہونچے، ان کا مکان ایک شاندار محل تھا، میں نے قاہرہ میں سنا تھا کہ انھوں نے اس کی تعمیر میں ۲۵ ہزار پونڈ صرف کیے، پھر ہم مسجد گئے اور جمعہ کی نماز پڑھی، ہمارے دوست سید علی محمود الشریف نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی، نماز کے بعد میری تقریر کا اعلان کیا، میں کھڑا ہوا اور سورہ عصر کی تفسیر بیان کی، جیسے ہی میں نے تقریر ختم کی لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے، ہر ایک مصافحہ کرنا چاہتا تھا، اتنا ہجوم تھا کہ میں نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں گر نہ جاؤں اور لوگ مجھے روند ڈالیں، احباب لوگوں کو مجھ سے مصافحہ کرنے سے روک رہے تھے، مگر کامیاب نہ ہوتے تھے، میں نے ایسی گرمجوشی محبت اور اخلاص کا مشاہدہ کیا جس سے مجھے سابقہ نہ پڑا تھا، مجھے لوگوں کے اس طرح پر وانہ وار ٹوٹنے سے شرم آرہی تھی۔

دیہات میں مسلم مہمان کے ساتھ اچھا برتاؤ

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ان لوگوں کے حسن ظن کو صحیح ثابت کرے اور ہمیں آخرت میں رسوا نہ کرے، ان کا برتاؤ دیکھ کر دل و روح پر دین کے غلبہ اور اثر و نفوذ کا مجھے اور یقین آگیا کہ میں ہندوستان کا رہنے والا یہ مصر کے، دینی تعلق کے سوا ہمارا ان کا کوئی رشتہ نہ تھا، لیکن وہ اس اخلاص اور دلی محبت سے مل رہے تھے کہ روئے زمین کے کسی خطہ میں کسی پردیسی سے اس طرح نہیں ملا جاتا، یہ دینی جذبہ تھا جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا تھا، ہم لوگ مسجد سے نکلے تو جلال بے صاحب اور دوسرے احباب کو اپنا منتظر پایا، ان حضرات کو الحاج عطیہ نے ہمارے ساتھ کھانے پر بلایا تھا۔

کچا مال جو ضائع ہو رہا ہے

میں مسلمان بھائی کے ساتھ ان کے اس اچھے برتاؤ، سلامت طبع اور جذبۂ محبت سے متاثر تھا، میں نے اس احساس کا اظہار بھی اپنے دوستوں سے کیا اور کہا دنیا میں خام مال جتنا بہتر سے بہتر پایا جا سکتا ہے وہ آپ کے پاس موجود ہے لیکن وہ بے فائدہ ہے، اس کو کوئی ایسا شخص میسر

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں، جو اسے صحیح رخ پر ڈالے اور اس سے فائدہ اٹھائے، استاد جلال حسین نے میری تائید کی اور فرمایا میں مشرق و مغرب کے ملکوں میں پھرا ہوں، یورپ کی کئی بار سیر کی ہے لیکن اس کو ان دیہاتی مصریوں کے مقابلہ میں ایمان اور روحانی طور سے زیادہ صاف ستھرا، زیادہ اچھا اور طاقتور نہیں پایا مگر ہم احساس کمتری کے شکار ہیں، ہم اپنا اور اپنی قوم کا اعتماد کھو چکے ہیں، ہم اس کو حقیر و کمتر اور یورپ کے معاشرہ کو بلند و برتر سمجھتے ہیں، خدا شاہد ہے کہ ہم نے صفائی اور سلامت طبع ایمانی قوت اور فطری صلاحیت؛ اس درجہ کی کہیں نہیں دیکھی، جتنی عرب مسلمان اور دیہات کے عام باشندوں میں، استاذ عبدالوہاب نے اس کی تائید کی پھر ہم نے ان کے سامنے ہندوستان کے طریقۂ اصلاح و دعوت کی تشریح کی، عوام سے ملنے، پڑھے لکھے خوشحال لوگوں کے اس راہ میں تعاون کرنے گاؤں اور شہروں میں نکلنے کا حال بیان کیا، ہم نے بتایا کہ وہ لوگ مہینہ یا ہفتہ میں کچھ دن متعین کر لیتے ہیں جس میں وہ دینی تبلیغی سفر کرتے ہیں، استاذ جلال حسین نے میری تائید کی اور ہند و پاک میں انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اور اس دعوت و تبلیغ سے ان دونوں ملکوں میں جو نفع ہوا ہے اسکو بیان کیا، میں نے حاضرین میں اس خاکہ کو اپنے شہر میں چلانے کا شوق محسوس کیا شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت پیدا فرمائے، اس کے بعد ہم لوگ کھانے کے لئے گئے، کھانے سے فارغ ہو کر عصر کی نماز پڑھی، پھر الحاج عطیہ اور دوست علی محمود کے ساتھ قاہرہ واپس ہو گئے۔

جامع ازہر کی زیارت

ازہر کے قریب رہتے ہوئے اس کو نہ دیکھنا یہ بڑی زیادتی کی بات معلوم ہوئی، اگرچہ اس وقت ازہر میں اسٹرائک چل رہی تھی، تاہم خیال ہوا کہ ازہر دیکھنے کا شرف حاصل کریں اس کے دار الاقامہ، کالج، دفاتر، جو کچھ بھی دیکھ سکیں دیکھ لیں، غرض کہ پہلے ہم جامع ازہر گئے اور اس تاریخی مسجد اور عظیم گہوارۂ علم میں داخل ہوئے جس نے اتنے ائمہ، محدثین، فقہا، مصنفین، صلحا اور داعی پیدا کئے کہ عالم اسلام کے کسی دوسرے تعلیمی ادارے اور یونیورسٹی نے پیدا نہ کئے ہوں گے، اس مبارک مسجد اور اس عظیم درسگاہ کا اجتماع کیا خوب ہے۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے تو ان

www.abulhasanalinadwi.org

علماء دین وسلف اور دین کے سچے خادموں کی یاد تازہ ہوگئی جو چٹائی اور معمولی فرش پر بیٹھتے تھے اور بادشاہوں پر حکومت کرتے تھے ، وہ اپنی قوم، دین اور علم کے بے لوث خادم، اور صحیح معنی میں راہ حق کے مجاہد تھے ، مسجد میں داخل ہوتے ہی ہمیں علم کی بو محسوس ہوئی، علم واخلاص، خوف خدا اور دنیا سے تعلق کی تیز مہک لئے ہوئے ، شاندار ماضی کا ایک لطیف جھونکا مشام جاں کو معطر کر گیا، اسٹراٹک کے بعد جب تعلیم شروع ہوگی تو پھر انشاء اللہ ازہر آئیں گے ۔

ازہر کے دفتر میں

مسجد سے نکل کر ہم ازہر کے دفتر کی طرف چلے ، دفتر اتنا وسیع وشاندار تھا کہ جیسے کسی حکومت کا سکریٹریٹ ہو، ہم ایک کمرے سے دوسرے کمرے کی طرف بڑھتے گئے اور ان پر لگی ہوئی تختیوں کو پڑھتے گئے ، چلتے چلتے ہم ایک ایسی تختی کے پاس گزرے جس پر (ادارہ مجلۃ الازہر) لکھا ہوا تھا۔

استاذ محمد فرید وجدی سے باتیں

یہاں میں رک گیا ، مجھے استاذ فرید وجدی یاد آگئے ، جن سے میں طالب علمی کے زمانہ سے واقف تھا ، میں نے ان کا دائرہ معارف القرن العشرین (بیسویں صدی کا انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) اور بہت سے مقالے پڑھے تھے ، ہم نے ان کو ملاقاتی کارڈ بھیجا ، اسی وقت ہم لوگ بلالئے گئے ، استاذ فرید وجدی ہم سے ملے اور خوش آمدید کہا ، جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور ان کی تصنیفات اور مضامین سے واقف ہیں تو وہ ہماری ملاقات سے بہت خوش ہوئے ، میں نے ان کو بتایا کہ ان کی پرانی کتاب (المرأۃ المسلمۃ) کا جس کو انھوں نے قاسم امین کی کتاب (المرأۃ المصریۃ) کی تردید میں لکھا تھا ، ہندوستان میں بہت عرصہ پہلے اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے ، ترجمہ ہندوستان کے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی نوجوانی کے زمانہ میں کیا تھا ، ترجمہ بہت اچھا اور ادبی شاہکار سمجھا جاتا ہے ، میں نے عرض کیا کہ آپ تو مصر کے پرانے لکھنے والوں میں سے ہیں ۔ خدا آپ کی عمر میں برکت دے ، آپ کی عمر کیا ہوگی ؟ فرمایا بہتر سال ، میں نے ان سے کہا کہ ہم آپ کی دینی اور جدید علوم کی جامع شخصیت سے واقف ہیں فلسفۂ یورپ اور علوم جدیدہ کے ہتھیاروں سے اسلام کے دفاع کی خدمات سے باخبر ہیں ، انھوں نے کہا کہ موجودہ زمانہ میں اسلام کی خدمت ، اور اس کے فضائل ومحاسن کو پیش کرنے کا یہی بہتر طریقہ ہے ۔

www.abulhasanalinadwi.org

انگریزی اور فرانسیسی تعلیم کا فرق

میں نے استاذ فرید وجدی سے پوچھا آپ کی تعلیم انگریزی ہے یا فرانسیسی؟ انھوں نے کہا تعلیم تو فرانسیسی ہے لیکن میں انگریزی زبان کو فرانسیسی زبان پر ترجیح دیتا ہوں۔ میں نے کہا شاید انگریزی زبان میں علمی گہرائی زیادہ ہے اور فرانسیسی میں ادب اور شعر و شاعری کا پہلو غالب ہے انھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ میں نے کہا انگریز قوم حقیقت پسند، سنجیدہ اور دھن کی پکی ہے انھوں نے کہا انگریز روحانیت کی طرف متوجہ ہیں اور اس کو پڑھ رہے ہیں آئندہ ان سے روشنی چمکے گی میں نے کہا معاف فرمائیے گا، انگریز روحانیت کی طرف ایک صنعت اور فن کی حیثیت سے توجہ کرتے ہیں وہ اپنی تحقیق اور مطالعہ میں حق کی سچی طلب نہیں رکھتے۔ اس بات پر استاذ فرید وجدی خاموش رہے گویا انہوں نے میرے اس خیال سے اتفاق ظاہر کیا۔

پھر ہم لوگوں نے ہندوستانی مسلمانوں اور ان کے مستقبل کے متعلق باتیں کیں انھوں نے کہا کہ مجھے توقع ہے کہ ——— ہندو ——— مستقبل میں اسلام کی طرف متوجہ ہوں گے۔ میں نے کہا مجھے بھی یہی امید ہے۔

(مفتاح کنوز السنۃ) کے مترجم (جنھوں نے اسکو ہالینڈ کی زبان سے عربی میں منتقل کیا) استاذ محمد فواد عبد الباقی سے شیخ کے یہاں اتفاقاً ہم لوگوں سے ملاقات ہوگئی، انھوں نے مولانا سید سلیمان ندوی کے بارے میں پوچھا، اور سید صاحب کی تعریف کی انھوں نے بیان کیا کہ سید صاحب نے میرے خط اور ہدیہ کا بہت اچھا جواب دیا۔ اظہار تشکر فرمایا اور میری محنت کو سراہا۔ میں نے استاذ محمد فواد عبد الباقی کو اپنی کتاب ہدیہ کی انھوں نے خوشی سے قبول فرمایا اور ہم سے دفتر ہی میں ملنے اور اپنی بعض تصنیفات کے ہدیہ کرنے کا وعدہ کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

جامع ازہر کے دارالاقامہ کے بارے میں میرا تأثر

مصری کتب خانوں کے سابق ناظر اور (السمیر المہذب) کے مصنف استاذ علی فکری سے اسی طرح اتفاق سے ملاقات ہوگئی ہم نے ان سے تعارف حاصل کیا دفتر سے نکلنے کے بعد (کلیۃ الشریعہ) کے طالب علم محمد المرداشی کی معیت میں ہم نے (کلیۃ الشریعۃ) اور اس کا کتب خانہ دیکھا اور ازہر کے دارالاقاموں میں گئے، دارالاقامہ کی بدنظمی اور گندگی دیکھ کر ہمیں تکلیف ہوئی، میرا خیال ہے کہ یہ دارالاقامے اپنے مکینوں کے اندر کمزوری و بے مائیگی کا احساس پیدا کرتے ہیں، یونیورسٹیوں اور کالجوں کی زندگی وہاں کے نظام، طلبہ کے اندر زیادہ عزت پیدا کرتے ہیں اسی ذہنیت کو احساس کمتری کہتے ہیں وہاں دین اور علم پر فخر کرنے کا کوئی جذبہ نہیں جو اس احساس کا مقابلہ کرے، زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ جامع ازہر ایسے دارالاقامے بنائے جو نظم اور صفائی میں علوم جدیدہ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں اور ہاسٹلوں سے کم نہ ہوں ہم نے شیخ امین خطاب اور دیگر مہمانوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا، عصر کے وقت ہم لوگ استاذ رشاد عبدالمطلب کے ساتھ حکومت عثمانیہ کے سابق شیخ الاسلام شیخ مصطفےٰ صبری آفندی سے ملنے گئے، لیکن وہ بیمار تھے ہم ان سے ملاقات نہ کر سکے ہم نے اپنی کتاب (ماذا خسر العالم) اور کچھ رسالے ہدیۃً انکو بھیجدیئے۔

شیخ علامہ محمد زاہد کوثری سے ملاقات

یہاں سے ہم لوگ شیخ صبری کے دوست اور ساتھی اور مشہور مصنف علامہ محمد زاہد کوثری سے ملنے گئے، وہ بڑی تواضع اور خوش خلقی کے ساتھ ملے انھوں نے اپنی خاکساری اور بشاشت سے ہمیں علماء ہند کی یاد دلادی ہم لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے گفتگو کا اکثر

www.abulhasanalinadwi.org

حصہ مولانا شبلی نعمانیؒ اور مولانا سید سلیمانؒ ندوی کی کتاب سیرۃ النبی کے ترکی ترجمہ، مولانا یوسف بنوری اور ہندوستان کے مخطوطات سے متعلق رہا۔ انھوں نے اپنی تصنیفات اور پمفلٹوں کا ایک اچھا مجموعہ ہم کو ہدیہ کیا۔ افسوس کہ مجھے دینی بحث و مباحثہ اور مناظرہ کا ذوق نہیں رہا ہے، ائمہ کے متعلق ان کی شان کو گھٹانے اور ان کے دفاع میں جو کچھ لکھا اور کہا گیا ہے مجھے اس سے زیادہ واقفیت نہیں، ورنہ بڑی اچھی اور دلچسپ نشست رہتی پھر ہم نے ان سے اجازت چاہی، ان کی خاکساری، سادگی، وسعت معلومات، نشاط اور اس کبر سنی میں مطالعہ اور تصنیف میں ان کی مشغولیت بڑی بھلی معلوم ہوئی جب کہ یہ بڑھاپے کا زمانہ علمی مشقتوں کے برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۲۷/۴/۷۰ھ مطابق ۴/۲/۵۱ء

عدالت فوجداری کی سیر اور اخوان کے مقدمے میں حاضری

عبداللہ عقیل عراقی آئے، ان کے ساتھ ہم پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق عدالت فوجداری گئے، آج اخوان المسلمین کے مقدمہ میں ماخوذ اشخاص کی صفائی میں سعید رمضان کی بحث تھی میں نے سوچا مصری عدالت کا منظر دیکھوں، کہ وہ بھی زندگی اور ملکوں کے انتظامی امور کا ایک شعبہ ہے ہم لوگ عدالت پہونچے، چپراسیوں نے ہماری تلاشی لے کر داخلہ کی اجازت دے دی، عدالت کے کمرہ میں طلبہ، نوجوان، عورتوں اور وکیلوں کی ایک بڑی تعداد نظر آئی، عدالت کے منتظمین اور چپراسیوں کی زبان سے خیر مقدم کے ایسے الفاظ سنائی دیئے جن کا ہمیں اپنے ملک کی عدالتوں میں سننا ناممکن ہے، جہاں بے رخی کا ماحول ہوتا ہے۔ جہاں کی فضا کا خوفناک اور ڈراونا ہونا فروی ہے اس کے برعکس یہاں مصری عدالت میں ہم نے بعض چپراسیوں کو کہتے سنا

www.abulhasanalinadwi.org

(برکت آئی) یہ لوگ ہمارے مہمان ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ عربوں کی فطرت ومزاج میں ایسی بشاشت وخوشدلی ہے جو ان کے ضمیر سے کسی آن جدا نہیں ہوتی، ہم نے نگاہ اٹھائی تو جج اور جیوری کی نشستگاہ میں ان کے سر کے اوپر دیوار میں ایک تختی لگی ہوئی نظر آئی جس میں قرآن کریم کی یہ آیت لکھی ہوئی تھی وإذا حکمتم بین الناس أن تحکموا بالعدل (اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو) دل ہی دل میں میں نے کہا کاش کہ اسلامی ملکوں میں فیصلوں کی بنیاد اسی پر ہوتی، وہاں کی عدالتوں کا یہی شعار اور دستور العمل ہوتا اور کاش کہ یہ کتبہ حکام اور ججوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا، نہ کہ انکے سر کے پیچھے، جیسا کہ اس وقت ہے عدالت کا لباس پہنے ہوئے جیوری کے لوگ آئے اور کرسئ عدالت پر بیٹھ گئے، پھر قیدی آئے اور مجرموں کے کٹہرے میں داخل ہوگئے۔

استاذ سعید رمضان کی صفائی اور اس کا تأثر

سرکاری وکیل ایک طرف بیٹھا اور استاذ سعید رمضان وکیل صفائی کی حیثیت سے بحث کے لئے کھڑے ہوئے مقدمے کو بڑی موثر تقریر اور بے مثال جرأت کے ساتھ پیش کیا، حضرت آدمؑ کے خلیفہ بننے اور پھر ان کے جنت سے نکلنے حق وباطل کی قدیم جنگ آزمائی، نبوی تعلیمات سے شیاطین کی ازلی کشاکش پر روشنی ڈالی، پھر خلافت اسلامیہ کے شباب، بعد ازاں اس کے ضعف وانحلال کا نقشہ کھینچا، تاتاریوں کے حملے، صلیبیوں کی غارت گری کا قصۂ دل سوز سنایا، پھر انیسویں صدی میں یورپین صلیبیوں کا ذکر کیا اور انگریزی غلبہ کے اسباب بتائے اور آخر میں یہودی اسلام دشمنی، ان کے منصوبوں اور عالم اسلام کے لئے اس سے پیدا ہونیوالے خطرات پر

www.abulhasanalinadwi.org

سیر حاصل بحث کرتے ہوئے بتایا کہ ان خطرناک حالات میں تحریک اخوان المسلمین وجود میں آئی اور ان حالات سے نبرد آزما ہوئی، اخوان کی پوزیشن مجاہدین فی سبیل اللہ کی ہے باغیوں اور مجرموں کی نہیں استاذ رمضان اپنی ان تمام باتوں کو قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی روشنی میں مضبوط مدلل کرتے جارہے تھے، جس وقت وہ آیات و احادیث سے استشہاد پیش کرتے عدالت کا ماحول دینی فضا سے بدل جاتا، حاضرین کے دلوں پر رقت وخشیت طاری ہو جاتی، مقرر اور لوگ یہ بھول جاتے کہ وہ عدالت میں ہیں، انھیں تصور ہونے لگتا کہ وہ کسی دینی وعظ یا سیاسی جلسہ میں ہیں، یہ بات وکیل کی قوت گویائی، اس کے ایمان ویقین، فضا کے بدلنے اور تحریک اخوان المسلمین سے اس کے متاثر ہونے پر دلالت کرتی ہے پھر جب وکیل نے جیوری کے جذبۂ انصاف ورحمت کو اپیل کیا اور چاہا کہ انکے جذبۂ ایمان اور دینی شعور کو بیدار کرے کہ وہ فطرتاً مسلمان تھے تو لوگ بہت متاثر ہوئے، آخر میں جب انھوں نے اپنی تقریر کا رخ قیدیوں کی طرف موڑا اور انھیں صبر واستقامت کی تلقین کی اور اس مضمون کی احادیث اور آیات پڑھ کر ان کو سنائیں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور عدالت کے گوشوں سے آہ وبکا کی آوازیں بلند ہوئیں، خصوصاً جدھر عورتیں تھیں، ہم لوگوں نے عدالت میں جو کچھ دیکھا اور سنا اس سے بہت متأثر اور حیرت زدہ ہو کر نکلے۔

اخوان المسلمین کے صدر شیخ حسن البنا کے والد احمد ابن عبدالرحمٰن کے ساتھ

حسن اتفاق سے ہم لوگ عدالت دیکھنے کے بعد شیخ حسن البنا کے والد احمد بن عبدالرحمٰن البنا ساعاتی کے پاس گئے، ہندوستان میں ہم انکو (الفتح الربانی)

www.abulhasanalinadwi.org

کے مصنف اور حدیث شریف کے ایک خادم کی حیثیت سے جانتے تھے، یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ وہ شیخ حسن البنا کے والد ہیں، اگر بہت سے لوگ اپنے باپ کے نام سے مشہور ہوئے تو کچھ ایسے بھی ہیں جن کو اپنے ہونہار بیٹوں کے نام سے شہرت حاصل ہوئی، ان کے گھر پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ باہر تشریف لائے، درازیٔ عمر اور حوادث روزگار نے انھیں بوڑھا اور کثرت مطالعہ اور تصنیف و تالیف نے بہت کمزور کر دیا تھا، وہ ہمیں ایک ایسے کمرہ میں لے گئے جو ہر طرف کتابوں سے بھرا ہوا تھا، انھوں نے ہمیں بتایا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی طرح مسند امام شافعیؒ کی تہذیب بھی انھوں نے کی ہے اور مسند ابی داؤد الطیالسی پر بھی کام کیا ہے، انھوں نے بتایا کہ ان کو ہندوستان کا چھپا ہوا ایک نسخہ مل گیا، ہندوستان کے علماء کے بارے میں جو لکھا ہے اس سے ہمیں آگاہ کیا اور ان کی علمی خدمات اور اخلاص عمل کو بہت سراہا، پھر از راہ نوازش عربی قہوہ لائے۔

شیخ حسن البنا کے والد اپنے قابلِ فخر فرزند کا قصہ سناتے ہیں

میں نے ان سے عرض کیا کہ اسلام کے مرحوم سپوت آپ کے بیٹے شیخ حسن البنا کے بارے میں ہم آپ سے کچھ سننا چاہتے ہیں ان کے بچپن اور جوانی کے حالات کیسے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ولا ینبئك مثل خبیر (حقیقت حال تمہیں کوئی باخبر ہی بتا سکتا ہے) فرمایا بہت اچھا، اور پھر بڑی تفصیل کے ساتھ ان کے حالات زندگی بیان کئے، بتایا کہ بہت عرصہ تک میرے کوئی بچہ نہیں پیدا ہوا، یہاں تک کہ مجھے اولاد کا شوق ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے ایک نیک لڑکا عنایت فرمائے، میں نے ایک چھوٹے سے بچے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو مجھے بہت بھلا معلوم ہوا، میں نے

www.abulhasanalinadwi.org

کہا میرا بچہ اس بچہ کی طرح نماز پڑھے اور اللہ اس کو ہونہار بنائے اس کے بعد میرے ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اسکا نام حسن رکھا اس لئے کہ جب میری شادی ہوئی تو والدہ نے میری بیوی کو (ام الحسن) کہہ کر مخاطب کیا، جب یہ بچہ عمر کے چوتھے سال میں داخل ہوا تو میں نے اس کو ایک مکتب میں داخل کر دیا وہ برابر ایک مکتب سے دوسرے مکتب منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ قرآن پاک کے ۲۰ پارے حفظ کر لئے، میں نے ارادہ کیا کہ اس کو (دمنہور) کے مدرسۃ المعلمین الاولیۃ میں داخل کر دوں، مگر پیچیدگی یہ تھی کہ مدرسہ اپنے یہاں ایسے لڑکوں کو داخل کرتا تھا جن کا حفظ مکمل ہو چکا ہو، میں نے ایک دن اس کو بلایا وہ بڑا فرماں بردار اور نیک تھا میں نے اس سے کہا کہ بیٹے ہم تم کو مدرسۃ المعلمین میں داخل کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں لیکن تم ابھی تک حفظ نہیں مکمل کر سکے، بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا ابا جان آپ جو مناسب سمجھیں وہ کریں، میں آپ کے حکم کا تابع ہوں، میں نے کہا تختی لاؤ وہ تختی لے کر آیا میں اس پر قرآن لکھ دیا کرتا تھا وہ اس کو یاد کرتا بس تھوڑے دنوں میں اس نے قرآن پاک حفظ کر لیا اور مدرسہ میں داخل ہو گیا۔

سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی سے عبادت کا اسے بڑا شوق تھا۔ رجب، شعبان، رمضان، تین مہینے روزہ رکھتا تھا، میں نے اس سے کہا کہ بیٹے ابھی تم بالغ نہیں ہو روزہ تم پر فرض نہیں پھر تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ اس نے کہا والد صاحب مجھے روزہ کا شوق ہے اس سے مجھے تکلیف نہیں ہوتی، میں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا وہ میرے مسجد کے درس میں حاضر ہوتا تھا، عبادت میں نہایت مستعد تھا اور بہت سے بوڑھوں اور بزرگوں سے بھی آگے، اس کو دعوت و اصلاح کا بڑا شوق تھا اسکا ایک عجیب واقعہ ہے ایک دن وہ دمنہور میں دریا کے کنارے تفریح کر رہا تھا ایک کشتی پر اس کی نظر پڑی جس میں ایک برہنہ عورت کا مجسمہ تھا اسی وقت وہ پولیس انسپکٹر کے

www.abulhasanalinadwi.org

پاس گیا اور کہا اس مجسمہ کا لگانا مناسب نہیں جبکہ دریا پر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تفریح کرنے آتے ہیں اور اس پر ان کی نظر پڑتی ہے اس کا توڑنا اور کشتی سے نکالنا ضروری ہے، انسپکٹر ہنسا اور جان چھڑانے کے لئے اس کے ساتھ ایک پولیس والے کو بھیج دیا اور یہ جانتے ہوئے کہ کشتی کا مالک مجسمہ کو توڑنے پر تیار نہ ہوگا پولیس والے کو ہدایت کردی اگر کشتی والا اس کے توڑنے پر راضی ہو جائے تو تم اس کو توڑ دو وہ گیا اور مجسمہ والے کو سمجھا کر یہ باور کرا دیا کہ یہ حرام ہے، اس کا لگانا مناسب نہیں اس نے مجسمہ کو توڑ دیا۔

یہاں ایک بزرگ عالم باعمل تھے میں نے اس کو ہدایت کی کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرے وہ ان کے پاس بیٹھتا تھا پھر ان سے اس کو بڑا تعلق ہوگیا اور فائدہ اٹھایا، اس کا مدرسہ کا آخری سال تھا اور اسی سال دارالعلوم قاہرہ نے عربی علوم کے ساتھ ساتھ جس میں وہ ممتاز و نمایاں تھا جدید مضامین بھی اپنے نصاب میں داخل کر لئے تو میں نے دارالعلوم کے اچھے معیار تعلیم اور اس کی شہرت کی وجہ سے اس کو وہاں داخل کرنے کا ارادہ کر لیا، اس سلسلہ میں میں نے اس سے بات کی، یہ طے پایا کہ یہ سال تو مدرسہ دمنہور میں گزارے اور دارالعلوم میں داخلے کی تیاری کرے اس نے کہا والد صاحب آپ تو مجھے علوم نقلیہ، حدیث، فقہ وغیرہ میں تیار کریں یہ میری ذمہ داری ہے کہ علوم ریاضی میں میں خود سے تیاری کروں، چنانچہ یہی ہوا وہ قاہرہ گیا۔ امتحان کی شب، الجبرا سے بہت ڈرا ہوا تھا کہ امتحان میں فیل ہو جائے گا، اس کو نیند آگئی اس نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جو اس سے کہہ رہے ہیں کہ حسن گھبراؤ نہیں جو باتیں تم سے پوچھی جائیں گی میں تم کو بتا دوں گا، اس کو پکڑا اور ایک دریا کی طرف لے گئے اور اسے لیکر دریا کے پار اتر گئے، کتاب کا ایک صفحہ متعین کر دیا اور فرمایا کہ تم اس کو خوب سمجھ لو اور اچھی طرح یاد کر لو۔

www.abulhasanalinadwi.org

احمد عبدالرحمٰن صاحب نے فرمایا میرا لڑکا حسن قسم کھا کر کہتا تھا کہ جب وہ سو کر اٹھا تو اس کو یہ سبق یاد ہو چکا تھا اور جب امتحان دینے گیا تو اسی سبق کا سوال آیا اور آسانی سے پاس ہو گیا اور برابر امتحان میں فرسٹ آتا رہا اور ہمیشہ نمایاں طور پر کامیاب ہوتا رہا یہاں تک کہ اس کا ایک ساتھی جو اسی کے شہر کا رہنے والا تھا، عمر میں اس سے دس سال بڑا تھا اس سے حسد کرنے لگا اور اس سے اس کو کد ہو گئی ایک دن وہ تیزاب اور زہر لے کر آیا تیزاب اس کی آنکھ میں ڈال کر اندھا بنا دینے اور زہر منہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا، لیکن اس کا ہاتھ اچٹ گیا تیزاب اس کے منہ پر پڑا اور زہر منہ میں داخل نہ ہو سکا، حسن گھبرایا ہوا زخم و تکلیف کی حالت میں بیدار ہو گیا، بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ اس کے فلاں ساتھی کی حرکت تھی معاملہ پولیس تک پہنچا لیکن بعض لوگوں نے مجرم کی سفارش کی تو حسن نے اس کو معاف کر دیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اسکے مکر سے بچا دیا اس لئے شکرانہ کے طور پر اس کو معاف کرتا ہوں اور اس کے اجر و ثواب کو آخرت پہ چھوڑتا ہوں۔

حسن آخری امتحان میں بڑے امتیازی نمبروں سے پاس ہوا اور اسماعیلیہ میں بحیثیت مدرس اسکا تقرر ہو گیا وہاں اس نے دعوتی کام شروع کیا اور (جمعیۃ الاخوان المسلمین) قائم کی، وہ مسجدوں اور ہوٹلوں میں جاتا وہاں دینی مقالے پڑھتا اور تقریریں کرتا، دینی باتیں بتاتا اور غلط باتوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا، تحریک نے زور پکڑا اور اس کا حلقہ وسیع ہو گیا، اب ایک بہت وسیع مکان میں اسکا مرکز قائم کر دیا گیا اس کا اثر اسماعیلیہ سے دوسرے ضلعوں تک ہو گیا، اسکندریہ، سوئز، بلکہ وہ ہر جگہ کا ایک بہت سرگرم داعی ہو گیا، ہر جگہ اخوان کی انجمنیں قائم کرتا، دعوت کو منظم کرتا اور تقریر کرتا یہاں تک کہ انجمن کی شاخیں پورے مصر میں پھیل گئیں، اسکا اخلاق اور زندگی پر بڑا اثر پڑا اس کی مقبولیت عام ہو گئی، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پھر میرے لڑکے نے صنعت وتنظیم کی طرف توجہ کی، اس نے دیکھا کہ اس ملک کی اقتصادیات پر بدیسیوں کا قبضہ ہے وہ قوم کا خون چوس رہے ہیں، صنعت و تجارت اور کانوں میں انھیں کی اجارہ داری ہے اس صورت حال نے اس کو کارخانے اور کمپنیاں قائم کرنے پر آمادہ کیا اور ایسے انجنیروں کو تربیت دینے کا داعیہ پیدا کیا کہ جوان کارخانوں میں کام کریں اور قوم کو بدیسیوں سے بے نیاز کریں اس چیز نے بدیسی آبادیوں اور یورپ کی کمپنیوں کو گھبراہٹ میں ڈال دیا اور وہ انجمن اخوان المسلمین کو ناکام بنانے اور غیر قانونی قرار دینے کی تدبیریں اور سازشیں کرنے لگیں اور اس وقت کے وزیر اعظم نقراشی پاشا اور انجمن اخوان میں اختلاف ہوگیا، اخوان نے اسکی مخالفت کی آخر کار بادشاہ نے نقراشی سے استعفا طلب کیا اور اس نے استعفا دے دیا، حسن اور اس کی انجمن سے نقراشی پاشا کے کینہ کا یہی سب سے بڑا سبب تھا اس کے بعد دوبارہ پھر یہ وزارت قائم ہوئی اور جنگ فلسطین شروع ہوگئی اور انجمن غیر قانونی قرار دیدی گئی اور پھر نقراشی کے قتل اور حسن کی شہادت کا قصہ پیش آیا جس کو سبھی لوگ جانتے ہیں اور آپ کو بھی معلوم ہے۔

احمد عبدالرحمن صاحب نے اپنے عزیز بیٹے اور گوشہ جگر کا قصہ بڑی سنجیدگی اور سکون کے ساتھ سنایا، جیسے وہ اپنے بیٹے کا نہیں بلکہ تاریخ کا کوئی قصہ سنا رہے ہوں، اس جوانمردی اور قوت ایمانی سے ہم لوگ متحیر رہے دعوت وجہاد کی راہ میں اپنے بیٹے کی شہادت پر ثواب کی توقع رکھی اور اس دردناک حادثے کو جھیلنے میں مومن اور جانباز مجاہد کی بہادری کا ثبوت دیا، اس مناسبت سے مجھے دو شعر یاد آگئے جسکو حضرت علیؓ نے اسی مناسبت سے پڑھا تھا اس کا ترجمہ ہے ؎

فان تسألینی کیف انت فانی
صبور علی ریب الزمان صلیب

www.abulhasanalinadwi.org

یعز علیّ ان تری بی کآبۃ
فیشمت عاد أو یساء حبیب

(اگر تم پوچھتے ہو کہ تم کیسے ہو تو میں حوادثِ روزگار پہ پختہ اور ثابت قدم
ہوں میرے لئے بڑی دشوار بات ہے کہ تم میرے اوپر کوئی رنج کی بات
دیکھو اور میں کمزوری کا مظاہرہ کروں پھر دشمن ہنسے یا دوست غمگین ہو)

پھر ہم نے اجازت لی اور اپنی قیام گاہ پر آگئے ۔

علوبہ پاشا سے گفتگو

۸ بجے ہم لوگ اپنے دوست استاذ احمد عثمان کے ساتھ محمد علی علوبہ پاشا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ۱۹۳۳ء میں جب وہ مفتی امین الحسینی کیساتھ ہندوستان آئے تھے، تو لکھنؤ ہی میں ان سے ملاقات ہوئی تھی، دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی آئے تھے، لکھنؤ کے زمانہ قیام میں میں ان سے ملنے کے لئے برلنگٹن ہوٹل جاتا تھا اسوقت میری عمر بیس سال تھی (مصر الجدیدۃ) میں ہم ان سے ملے تو انکو اٹھارہ سال پیشتر جس حال میں دیکھا تھا اس سے زیادہ تندرست اور صحت مند پایا، میں جلدی فیصلہ نہ کرسکا کہ وہی ہیں یا مجھے دھوکہ ہو رہا ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ امریکہ گئے وہاں علاج کرایا جس کے بعد ان کی صحت پہلے سے بہت اچھی ہو گئی، وہ مجھے اس طرح غور سے دیکھتے ہوئے باہر نکلے جیسے کسی ایسے شخص کو پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں جس کو کبھی دیکھا ہو، باتوں کا سلسلہ شروع ہوا دارالعلوم میں حاضری کا تذکرہ کیا، دارالعلوم اور مسلمانوں کے حالات پوچھے پھر پاکستان کے سلسلہ میں اپنی کد و کاوش منصوبوں اور اپنی حکومت کو اس سے دینی ثقافتی تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلانے کا تذکرہ کرنے لگے، ہند و پاک میں حکومت مصر کو اپنے خرچ پر

www.abulhasanalinadwi.org

عربی مدارس قائم کرنے پر آمادہ کرنے کے منصوبوں کو بیان کیا۔

ہند و پاک اور انڈونیشیا کے مسلمانوں کے بارے میں علوبہ باشا کی رائے

انھوں نے کہا اگر اس وقت کچھ امید کی جاسکتی ہے تو ہند و پاک اور انڈونیشیا کے مسلمانوں ہی سے کی جاسکتی ہے، یہی وہ ممالک ہیں جن میں قوی جذبہ دینی شعور اور حوصلہ مند قوم پائی جاتی ہے، عرب ممالک کے سربراہ اتفاق و اتحاد کی فضا قائم کرنے میں کچھ زیادہ مخلص و سنجیدہ نہیں ہیں، پھر فرمایا کہ یہ مشرقی ممالک جن کا میں نے ذکر کیا اپنی قوت و اہمیت اور کثرت آبادی کے باوجود مصر کو عالم اسلام کے قائد کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، پاکستان کے وزیر تعلیم جو ایسے ملک کے وزیر تعلیم ہیں جس میں مصر سے چار گنا زائد مسلمان رہتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مصر دین و علم میں ہمارا امام ہے، میرے خیال میں مصری حکومت کا بہترین سیاسی مفاد اس میں تھا کہ وہ ان نئے اسلامی ملکوں سے دینی اور ثقافتی رابطہ قائم کرتی اور ان کے حلقے میں مناسب پوزیشن بناتی ہم ان کے پاس سے نکلے، اور استاذ اسماعیل کے یہاں نماز پڑھی اور ان ہی کی موٹر میں عتبۃ الخضراء آگئے۔

۲۸/۴/۷۰ مطابق ۵/۲/۵۱

وقت مقررہ پر ہم لوگ ازہر کے دفتر گئے، فرید وجدی صاحب کو (ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین) کا ایک نسخہ دیا اور ان سے کہا کہ مجلۃ الازہر میں اس کتاب پر تبصرہ بھی کریں انھوں نے وعدہ بھی کرلیا، کتاب کے صفحات پلٹے اس کی فہرست پڑھی اور پسندیدگی کا اظہار کیا، تھوڑی دیر بعد محمد فواد عبدالباقی آئے اور اپنی کتاب (تیسیر المنفعۃ بکتابی مفتاح کنوز السنۃ والمعجم المفہرس

www.abulhasanalinadwi.org

لالفاظ الحدیث النبوی) کا ایک نسخہ راقم سطور کو دیا اور ایک مولانا سید سلیمان ندویؒ کے لئے دیا۔

محترم محمد الغزالی سے ملاقات

میں شیخ محمد الغزالی سے ملنے کا خواہش مند تھا وہ اخوان المسلمین کے نمایاں رکن اور مصر کی موجودہ ذہنی بیداری کی جدوجہد کے رہنماؤں میں ہیں، یہ آرزو پوری ہوئی میں (الاسلام والمناھج الاشتراکیۃ) (الاسلام المفتری علیہ) اور (من ھنا نعلم) کے مصنف سے ملا، میں اس صاحب قلم سے ملا جس سے اخوان کو صحیح فکر و روحانی غذا اور صالح اسلامی لٹریچر ملتا ہے، ان سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، ان میں میں نے ایک صالح تعلیم یافتہ، سرگرم، زندہ دل، روشن دماغ شخص کو دیکھا جس کے چہرے سے بشاشت ٹپکتی ہے، ان سے مل کر معلوم ہوا کہ ہم میں سے ہر ایک رسالوں اور کتابوں کے ذریعہ دوسرے سے واقف ہے اور ان کتابوں میں اس کے فکر و اصول کی تصویر دیکھ چکا ہے، آج ریڈیو پر ان کی تقریر تھی، ازہر کے شیوخ اور واعظین حضرت حسینؓ کے یوم ولادت کے موقع پر دینی تقریریں نشر کرنے کا انتظام کرتے ہیں ہم لوگ بھی ان کے ساتھ گئے۔

یوم پیدائش حضرت حسینؓ

ان دنوں مصر میں حضرت حسینؓ کے یوم پیدائش کے جلسے ہوتے ہیں، اس زمانہ میں آپکو قاہرہ کے گلی کوچوں میں بجلی کے قمقموں، رنگا رنگ پھولوں، مٹھائیوں اور جلسوں کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا ادھر ایک شخص غربا و مساکین کو روٹیاں تقسیم کر رہا ہے اس روٹی کو لینے کے لئے امیر غریب سب ٹوٹے پڑ رہے ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ادھر جلسہ سجا ہے دکانیں آراستہ سڑکیں روشنی سے بقعۂ نور بنی ہوئی ہیں قاہرہ کے ہر حصہ میں آپ کو دیہاتیوں کے جتھے اور ٹولیاں دکھائی دیں گی، یہ سب سیدنا حسینؓ کے مہمان ہیں، اس مظلوم شہید کے جشن میلاد کے موقع پر تفریح و تماشہ کیلئے آئے ہوئے ہیں ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اس مقام کی زیارت کے لئے آئے ہیں جہاں آپ کا سر دفن ہے اس سے ان کو کوئی سروکار نہیں بلکہ اس شہر کے بہت سے اہل علم کو بھی اس کی فکر نہیں کہ حضرت حسینؓ کا سر قاہرہ کیسے پہونچا، کب آیا، کون لایا اس رسم کی کوئی تاریخی حقیقت بھی ہے یا نہیں؟ عوام میں اس کی شہرت ہی حجت اور قابل عمل ہے، اسی پر اپنے دین کی بنیاد رکھتے ہیں بلکہ اس سلسلہ میں لوگ عجیب قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے بچہ کو مار ڈالا پھر اس کا سر کاٹ کر حضرت حسینؓ کے سر کی جگہ رکھ دیا اور ان کا سر نکال کر مصر لائی تاکہ مصر کو اس کے مدفن ہونے کا شرف حاصل ہو، مصری اس عورت کی بھی بڑی قدر کرتے ہیں، اور اسی طرح اس کی قبر کی بھی زیارت کرتے ہیں، حضرت حسینؓ کے سر کے پاس وہ بھی مدفون ہے۔ عصر بعد ہم لوگ شیخ محمد حامد فقی کے یہاں گئے مغرب تک انتظار کرتے رہے ان سے ملے اور عشار کے بعد واپسی ہوئی۔

۲۹/۴/۷۰ مطابق ۶/۲/۵۱ء

آج صبح کو طبیعت مضمحل تھی رات میں اپنا مضمون (اسمی یا مصر) لکھنے میں مشغول تھا وہی میرے فکر پر چھایا رہا جس کے سبب نیند نہیں آئی یہ آج ہی کی بات نہیں جب بھی میرا ذہن کسی فکر میں لگ جاتا ہے تو ایسی صورت پیش آتی ہے، دیر سے سویا تھا، نیند پوری نہ ہونے پائی کہ جاگ گیا اس لئے آج طبیعت میں اضمحلال تھا، ظہر سے پہلے ہم لوگ شیخ صالح عشماوی سے ملنے گئے ان سے ملے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا تھا کئی دن ہو گئے تھے اور ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ جب ہمیں مصر میں گئے چند دن ہی

www.abulhasanalinadwi.org

رہنا تھا اور وہاں قیام کی مدت محدود تھی تو ان سے کئی دن نہ ملنا واقعی طویل مدت معلوم ہوتی تھی اگر ہم اسلامی جذبہ اور فکر رکھنے والے لوگوں سے نہ ملیں تو ہمارے مصر میں ٹھہرنے کا فائدہ ہی کیا؟

بہرکیف ہم لوگ الدعوۃ کے دفتر گئے اور ان سے ملاقات کی، ہم تھوڑی دیر بیٹھے پھر ان سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ یہاں کی اہم شخصیتوں سے آپ ہماری ملاقات کرادیں۔ انھوں نے ملاقات کرانے کا وعدہ کیا مگر رسالہ کی تیاری کے سلسلہ میں مشغولیت کے سبب ساتھ چلنے سے معذرت کردی، رسالہ نکالنے کا کام تو واقعی بڑی مشغولیت کا کام ہوتا ہے۔

ہم نے شیخ احمد محمد عثمان کو فون کیا اور ان سے تشریف لانے کی گذارش کی، تاکہ وہ ہم جن لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں ان سے ہماری ملاقات کرادیں اس لئے کہ ہمیں ان کی جائے قیام معلوم نہیں۔

رسالہ الفتح اور اس کے ایڈیٹر سے میرا تعلق

عصر کے وقت ہم لوگ الفتح کے ایڈیٹر استاد محب الدین الخطیب کے پاس جزیرۂ روضہ گئے، الفتح اور اس کے ایڈیٹر سے میرا تعارف پرانا ہے، اس تعارف پہ تقریباً بیس سال گزر چکے ہیں اس وقت جب ہم شیخ تقی الدین ہلالی مراکشی (جو کہ اب ڈاکٹر ہلالی ہیں) کے شاگرد تھے، رسالہ الفتح طلبہ کی انجمن اور ہمارے گھر دونوں جگہ آتا تھا، یہ ہمارا بہت محبوب رسالہ تھا ان دونوں میں امیر شکیب ارسلان اور استاذ ہلالی لکھا کرتے تھے، مجھے اور میرے ساتھی مولانا مسعود عالم ندوی کو بھی اس میں لکھنے کا شرف حاصل ہوچکا تھا، اس زمانہ میں اس میں میرے کئی مضمون شائع ہوئے تھے جن میں سے ایک مضمون "لسان العصر" تھا اس میں میں نے مغربی تہذیب پر ظریفانہ اور ادبی انداز میں تنقید کرنے والے اردو کے

www.abulhasanalinadwi.org

مشہور ہندوستانی شاعر اکبر الہ آبادی کے اشعار کا ترجمہ کیا تھا، الفتح نے میرے اس مضمون کو مسلسل کئی شماروں میں شائع کیا تھا، محب الدین صاحب کی چیزیں میں نے بہت پڑھی تھیں، میں الحدیقہ کے حصے پڑھ چکا تھا جس نے صالح اور جدید اسلامی عربی ادب سے واقف کرایا اور اس کے ذریعہ سے بہت سے نئے ادیبوں سے میں واقف ہوا، اسی طرح الزہراء کی جلدوں سے بھی مستفید ہو چکا تھا۔

محترم محبّ الدین خطیب سے ملاقات

ہم لوگ جزیرۂ روضہ پہونچے وہ شہر کے آخری حصے میں واقع ہے ہمارے ساتھی شیخ احمد عثمان نے کہا کہ شیخ دنیا کے آخری سرے پر رہتے ہیں ان سے کون ملے گا، میں نے عرض کیا ان سے محب ہی مل سکتا ہے، جب ہم محترم محب الدین خطیب سے ملے تو انہیں دیکھ کر مجھے وہ زمانہ یاد آگیا، جب میرا عنفوان شباب تھا اور صفحۂ زندگی صاف اور سادہ تھا میں نے پوچھا الفتح کا کیا حال ہے انھوں نے جواب دیا کہ جب سے ملک میں الفتح کا پڑھنے والا مجرم گردانا جانے لگا اس کے یہاں تلاشی ہونے لگی، الفتح رکھنے والا موجب سزا ٹھہرا دیا گیا اس وقت سے میں نے اس کو بند کر دیا ان کا اشارہ اخوان کو شہر بدر کرنے اور ان کی خانہ تلاشی کی طرف تھا یہاں کے ماحول میں اپنی نامانوسی اور اس ملک میں اپنی اجنبیت و افسردہ دلی کا تذکرہ کرنے لگے، احمد عثمان صاحب نے یہاں کے بعض ادباء اور مشہور صحافیوں سے میرے شوقِ ملاقات کا ذکر چھیڑ دیا تو انھوں نے ان کے کیرکٹر اور ابن الوقتی پر تنقید کی اور فرمایا ان لوگوں کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ وہ بہروپیہ کا پارٹ ادا کرتے ہیں اور جو ذمہ داری اس کو دی گئی ہے اس کو ہو بہو پوری ہوشیاری، کمال اور مہارت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، مثلاً اس سے بادشاہ کی نقل اتارنے کو کہا جائے یا وہ خود بادشاہ کی نقل اتارے تو اس کا کمال یہ ہے کہ وہ اس پارٹ کو اتنی بے تکلفی و مہارت اور شاہانہ طور و طریق کے ساتھ ادا کرے کہ دیکھنے والے کو

www.abulhasanalinadwi.org

سو فیصدی یقین ہو جائے کہ وہ بادشاہ ہی ہے، ان ادبار کا یہی حال ہے ان میں سے کسی سے کہا جائے کہ فلسفہ قرآن پر کتاب لکھو تو وہ بحسن وکمال لکھ دے گا، اسی طرح سیرت نبوی پر کتاب لکھ دے گا اور اسی مہارت ونکتہ آفرینی کے ساتھ کسی بادشاہ کو خوش کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے اس کی سیرت بھی لکھ دے گا، اسی طرح وہ ایسے مضامین اور کتابیں بھی لکھ دے گا جو اسلامی اصول اور دینی روح کے خلاف ہوں، انھوں نے کہا کہ ایک قابل اعتماد شخص نے مجھ سے واقعہ بیان کیا کہ ایک دن اس سے ایک بڑے ادیب سے اسلامی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی اس دوران گفتگو میں اس ادیب نے کہا (نعوذ باللہ) اگر محمدؐ مصر آجائیں اور اس میں پورے طور پر اسلامی نظام چلانا چاہیں تو ان سے جنگ کرنیکے لئے میں سب سے پہلے نکلوں گا۔

صورت حال کچھ ایسی ہی ہے، محترم محب الدین نے جو بات کہی وہ ایک حقیقت ہے اور اس وقت کے بہت سے ادبار پر صادق آتی ہے جنھوں نے اسلامی موضوع پر لکھنا اپنا پیشہ اور ذریعۂ معاش بنا لیا ہے، مصر ہی میں نہیں بلکہ بہت سے اسلامی ملکوں میں یہی صورتحال ہے، محترم محب الدین خطیب نے میرے مضمون "لسان العصر" کے چھپے ہوئے فارم دکھلائے، اس پرانے مضمون کو دیکھ کر جسے میں تقریباً بھول چکا تھا ایسی خوشی ہوئی جیسے آدمی کو کسی دیرینہ دوست سے جس سے ملاقات کی توقع نہ رہی ہو مل کر خوشی ہوتی ہے، انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ اسے شائع کر رہے ہیں بہت تھوڑے سے حصہ کی طباعت اور باقی ہے، شیخ احمد محمد عثمان نے کہا کہ آپ کو میلاد حسینؓ کی تفریح کا شوق ہے؟ میں نے ظرافت کے انداز میں کہا جی ہاں، اگر آپ جیسا متبع سنت اور بدعت کو ناپسند کرنے والا کوئی بزرگ ہمارے ساتھ ہو تو کوئی حرج نہیں، میرا مطلب تھا، اس جشن میلاد کا مقصد معلوم کروں جسکا مصر میں بہت زیادہ اہتمام ہوتا ہے، اسی بہانہ اس ملک کی دینی حالت کا بھی جائزہ لوں۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

جشن میلاد حسینؓ کی تفریح

احمد عثمان کے ساتھ پہلے ہم لوگ ایک جلسہ میں گئے جس کو "شرقی بس کمپنی" اور "صعید بس کمپنی نے (قبۃ الغوری) میں حضرت حسینؓ کی یاد میں منعقد کیا تھا، ہم نے سنا تھا کہ شیخ صاوی شعلان اس جلسہ میں قصیدہ پڑھیں گے ہم جلسہ گاہ پہونچے تو وہاں حاضرین کی تعداد تو بہت کم، ٹیپ ٹاپ اور سجاوٹ ایسی نظر آئی کہ آنکھیں خیرہ ہوں، پہلے عبدالصمد خلیل وراق آگے بڑھے اور قرآن کریم کی کچھ آیتیں پڑھیں آوازیں ٹکرا رہی تھیں، لاؤڈ اسپیکر بہت سے تھے، ایک قاری جلسہ میں پڑھ رہا ہے ایک جلسہ سے باہر پڑھ رہا ہے اور لاؤڈ اسپیکر سے اس کی آواز بلند کی جارہی ہے، آیتیں صاف سنائی نہیں دیتیں تو خشوع و خضوع کا کیا ذکر، اس کے بعد ازہری واعظوں کے ناظر استاذ حسن صقر اسٹیج پر آئے اور میلاد کے فوائد پر تقریر کی، آوازوں کے شور و ہنگامہ اور اس غیر اسلامی رسم و رواج اور صورتحال سے کبیدہ خاطر ہو کر ہم لوگ یہاں سے نکلے اور شیخ صاوی شعلان سے ملنے کے لئے مسجد سیدنا حسینؓ کی طرف روانہ ہوئے، مسجد کے زائرین، راہ گیروں اور تفریح کرنے والوں کی راستوں پہ شدید بھیڑ تھی، اس بھیڑ بھاڑ میں بھٹک جانے کا خطرہ ہوا چنانچہ اس مشکل سے بچنے کے لئے ہم لوگوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا اور بڑی مشکلوں سے مسجد کے قریب پہونچے، یہاں ذکر کا ایک حلقہ قائم تھا جو اہل ذکر کی محفل سے کہیں زیادہ ورزش کی ٹیم سے مشابہ تھا، ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ اہل تصوف کے بعض سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں، احمد عثمان صاحب نے کہا چلئے ابھی تھوڑی دیر میں پھر ادھر آئیں گے۔

ہم لوگ اس محسن عورت[1] (بچہ کی ماں) کی طرف بڑھے جو حضرت حسینؓ کا سر لائی تھی،

---

[1] مصر میں روایت مشہور ہے کہ ایک عورت نے حضرت حسینؓ شہید کا سر مبارک دمشق میں رکھا ہوا دیکھا تو اسکو شوق ہوا کہ (بقیہ حاشیہ آگے صفحہ پر ہے)

www.abulhasanalinadwi.org

جیسا کہ بہت سے مصریوں کا اعتقاد ہے، اس کے مزار کی طرف جاتے ہوئے، راستہ میں ہر قسم کے کھیل تماشوں، قسم قسم کی دوکانوں اور پھیری والوں کے پاس سے گزرے، بھیڑ ایسی کہ خدا کی پناہ، شور و ہنگامہ ایسا کہ الحفیظ و الامان، غضب یہ کہ اسی بھیڑ کے اندر سے کوئی بھڑکتی ہوئی آگ لیکر دوڑ رہا ہے، آگ لگنے کی بھی پرواہ نہیں اسی بے ہنگام ہجوم میں جہاں تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں جوانوں کا ایک ریلہ چلتا ہے، اور ایک دوسرے کو دھکا دیتا ہوا........ ٹرین کی طرح راستہ بناتا ہوا چلا جاتا ہے، یہاں ہمیں شراب کی بو آئی اور ہم لوگ پیچھے کی طرف لوٹے، مسجد کے دروازہ پر پہونچے تو ذکر کا حلقہ قائم تھا، اہل حلقہ ورزش کی بڑی پر مشقت حرکتیں کرتے ہوئے نظر آئے، اس میں وہ اللہ کا ذکر کر رہے تھے، اپنی ناکوں سے اس زور کی سانس نکالتے کہ ہما شما کے بس کی بات نہیں، نصف جسم تک جھکتے پھر کھڑے ہو جاتے جیسے نٹوں کے بعض کھیل ہوتے ہیں۔

شیخ حلقہ ایک ایسا نوجوان تھا جس کی داڑھی مونڈی ہوئی سر پر ترکی ٹوپی لگائے ہوئے کسی بزرگ کا قصیدہ پڑھ رہا تھا، قصیدہ کے بعض اشعار کا مطلب یہ تھا کہ اگر میرے راز ہائے دروں پہاڑ پر رکھدیئے جائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں، سمندر پر رکھدیئے جائیں تو وہ خشک ہو کر چٹیل میدان ہو جائے اور اگر اس کو کسی مردے پر رکھ دوں تو وہ ہمارے آقا کے حکم سے زندہ ہو جائے، اور اسی کے ہم معنی اشعار، ہم یہ سب دیکھ ہی رہے تھے اور حلقہ ذکر زوروں پر گرم تھا کہ اچانک ایک بوڑھی عورت پر وجد طاری ہوا اس نے مردوں سے معانقہ کیا پھر وہ اپنے حال میں نہیں رہی، ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "وہ نبیؐ سے محبت

اس کا مدفن بننے کی سعادت مصر کو حاصل ہو، اس نے اپنے بیٹے کا سر کاٹ کر کے وہاں رکھدیا اور حضرت حسینؓ کا سر لے کر مصر کی طرف بھاگی اور قاہرہ آکر دم لیا، یہ سب خلاف عقل اور بے اصل روایتیں ہیں، حافظ ابن تیمیہؒ کا مستقل رسالہ اس موضوع پر "رأس الحسین" کے نام سے ہے، اس میں اس قسم کی واہی تباہی باتوں کی تردید ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کرتی ہے" ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ طریقہ شناویہ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں، مسجد کے ایک گوشہ میں میں نے دوسرا حلقہ دیکھا لوگوں نے بتایا کہ یہ طریقہ بیومیہ ہے۔

اس صورت حال سے ہم کو بڑی تکلیف ہوئی

اس بھیڑ بھاڑ میں بڑی مشکلوں سے راستہ طے کرتے ہوئے یہاں سے ہم لوگ نکلے، ایسی دوکانوں پر سے گزرے جن کے مالکوں نے اپنی دوکانوں پر چھوٹے چھوٹے جلسے قائم کر رکھے تھے، کچھ قاریوں، گویوں اور واعظین کو بلا رکھا تھا جو اپنے فن ومہارت کا مظاہرہ کر رہے تھے اور آواز کے زیر وبم اور لے کے ساتھ آیتیں پڑھتے اور اشعار سناتے یا قصہ بیان کرتے، لوگ جھومتے اور مزید پڑھنے کا مطالبہ کرتے، مکرر مکرر کی آوازیں بلند کرتے، دین وعقل، تہذیب وشائستگی سے گری ہوئی باتوں کو دیکھ کر جسے ذوق سلیم قبول نہیں کرتا تھک کے چور اور غمزدہ ورنجور ہو کر واپس ہوئے، یہ منظر دیکھ کر قرآن کریم کی یہ آیت یاد آئی وذر الذین اتخذوا دینھم لھوًا ولعبًا "ان لوگوں کو چھوڑو جنھوں نے دین کو کھیل تماشہ بنا لیا ہے"۔ اس بات سے ہمیں اور رنج وقلق اور تعجب ہوا کہ یہ سب کچھ ازہر سے چند قدم کے فاصلے پر ہو رہا تھا۔

یکم جمادی الاول سنہ ۱۳۷۰ھ ۲/۳/۱۹۵۱ء

محمد الغزالی کے ساتھ

ہم لوگ شیخ محمد الغزالی کے یہاں گئے، وہ ہم لوگوں سے بڑی محبت وگرمجوشی سے ملے، ہم لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، طرح طرح کی باتیں ہوئیں جو دینی اور علمی موضوعات سے متعلق تھیں، انھوں نے بعض ان مصنفین کا ذکر کیا جنھوں نے اسلامی قانون پر نکتہ چینی کی ہے اور دینی کتابوں میں اسلامی حقائق اور اس کے اصولوں اور بنیادوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی دیدہ دلیری سے مخالفت کی ہے حالانکہ ان کا نشو ونما دینی ماحول ہی میں ہوا اور انھوں نے دینی تعلیم بھی حاصل کی، میں نے ان سے پوچھا اس ردعمل کا محرک اور سبب کیا ہے؟ کیا اسکا تعلق ذاتی حالات اور ان واقعات سے ہے جو ان مصنفوں کے تجربوں اور احساسات سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ ایسے حالات میں بہت سے ملکوں میں ہو رہا ہے۔

عام طور پر دین کے خلاف ردِّعمل اور بغاوت کا سبب دیندار لوگوں کی بدمعاملگی ان کی اخلاقی کمزوری اور معاشرہ کا بگاڑ ہوا کرتا ہے۔

محمد الغزالی صاحب نے میرے اس خیال کی تائید کی اور بتایا کہ ان مصنفین میں سے ایک شخص کو میں جانتا ہوں جو میرا جامع ازہر کا دوست اور ساتھی رہ چکا ہے وہ ایک دینی انجمن کا رکن اور اپنے خاندان میں یکتا تھا، میرا یہ دوست بڑی تنگدستی کی زندگی گزار رہا تھا، اور اس کے دینی احباب بڑی خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی گزار رہے تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس کا مالی تعاون نہ کیا، چھوٹے بڑے کسی نے عام انسانی حسن سلوک محبت وغمخواری کا بھی ثبوت نہ دیا، دوستی ورفاقت کا برتاؤ تو دور کی بات تھی اس صورت حال نے اس کو دینی حلقہ اور دیندار لوگوں سے بدگمان کر دیا، میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ شخص کسی کلیدی عہدہ پر ہو مثلاً وزیر خارجہ یا مالیات کا وزیر ہو تو اس دیندار شخص کے مقابلہ میں جس میں اس کو اخلاقی بلندی اور اونچا انسانی کیریکٹر نہیں نظر آیا، ایک بے دین شخص کو وزیر مملکت بنانا پسند کرے گا۔

محمد الغزالی صاحب نے جو فرمایا وہ بہت سے ان آدمیوں اور باصلاحیت لوگوں پر صادق آتا ہے جو دینی ماحول میں پلے بڑھے پھر دین کے باغی ہو گئے، آدمی اگر ذکی الحس اور

www.abulhasanalinadwi.org

زیادہ باشعور ہوا اور پھر اس طرح کے تکلیف دہ تجربات سے اس کا واسطہ پڑے تو اس کے اندر شدید ردعمل اور خطرناک فکری بغاوت پیدا ہو جاتی ہے، فلسفۂ کمیونزم کے بانی مارکس کے ساتھ یہی قصہ پیش آیا، اور دین کے بہت سے باغیوں کے ساتھ یہی سانحہ پیش آیا، بات یونیورسٹی کی تعلیم وہاں کے پروفیسروں اور بعض مصنفین اور بڑے صحافیوں کے متعلق ہونے لگی، محمد الغزالی صاحب نے فرمایا افسوس کہ ان میں بہت سے لوگ بڑے پڑھے لکھے اور صاحب علم ہیں، معلومات اتنی وسیع مطالعہ اتنا گہرا کہ بعض کو انسائیکلو پیڈیا اور دائرۃ المعارف کہا جاسکتا ہے، انھوں نے تاریخ اسلام، اسلامی تہذیب و ثقافت اور اس کے دور عروج پر ایسی کتابیں لکھی ہیں جن کو بڑی علمی حیثیت حاصل ہے، لیکن ان مصنفین میں سے اکثر ایسے ہیں جو اسلام کے عملی پہلو کی طرف توجہ نہیں کرتے، ان کے اندر دینی اعمال و ارکان یا نماز کا زیادہ اہتمام نظر نہیں آتا، مجھے ڈر ہے کہ ان میں سے بعض لوگ مرجیہ[1] کا مسلک نہ اختیار کرلیں اور اعمال کو زیادہ اہمیت نہ دیں اس قسم کے لوگوں سے میں تعلیمی معاملہ میں مطمئن نہیں، اسی طرح ان اداروں کے نظم پر بھی مطمئن نہیں، جن میں دینی اور دنیاوی دونوں تعلیم شامل ہیں اور جن کا منصوبہ ایسے افراد کا پیدا کرنا ہے جو دینی اور دنیاوی تعلیم کی کھوئی ہوئی کڑی ہوں ان اداروں پر اکثر دنیاوی رنگ غالب آجاتا ہے اور وہ صحیح جامعیت اور امتزاج نظر نہیں آتا جو مطلوب ہے۔

ازہر کا طرز تعلیم

محمد الغزالی صاحب نے ازہر کے طرز تعلیم پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ ازہر میں اسلامی اصول و مقاصد اس کے مبادیات و کلیات سے کہیں زیادہ بے فائدہ تفصیل اور بال کی کھال نکالنے پر وقت صرف کیا جاتا ہے وہاں کا دینی ذوق و رجحان پست و کمزور ہے، میں نے

---

[1] مسلمانوں کا ایک قدیم فرقہ جسکا عقیدہ تھا کہ ایمان و نجات کیلئے عقیدہ کافی ہے عمل کی شرط نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

کہا تو پھر از ہر کس چیز میں ممتاز ہے انھوں نے کہا کہ عہد عباسی کے مدون شدہ فلسفہ وعلم اور لغت میں ممتاز ہے۔

خالص دینی دعوت کو مذہبی اختلافات سے آزاد رہنا چاہیئے

اس نظریہ پر ہم دونوں متفق تھے کہ ایسی دینی دعوت جس کا مطمح نظر دینی اصلاح ہو، اس کو مذہبی اختلافات سے الگ رہنا چاہیئے، ان فقہی مباحث کو بھی زیادہ چھیڑنا نہ چاہیئے، جو مختلف فیہ ہوں، شیخ الغزالی نے اپنے اس نظریہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ شاید آپ نے یہ محسوس کیا ہو کہ میں جب اپنی کتاب میں کسی ایسے مسئلہ کا ذکر کرتا ہوں، جس میں توسع کی گنجائش ہو تو بہت محتاط انداز میں کرتا ہوں اس لئے کہ قوم کی ترقی اختلافی مباحث میں پڑنے سے نہیں ہوسکتی، ہم دونوں کا نظریہ ایک ہے پھر انھوں نے کہا کہ اس شخص کے بارے میں آپکی کیا رائے ہے جو ایک کتاب لکھے اور اس کا نام رکھے (قوم کی ترقی قرارت خلف الامام میں ہے) اس نام سے ہم لوگوں نے لطف لیا۔

پردے کے بارے میں محمد الغزالی معتدل رائے رکھتے ہیں

شیخ محمد الغزالی پردے کے بارے میں اعتدال پسند ہیں، ان کا نظریہ ہے کہ پردہ شرعی ہو تاکہ عورتیں دینی خدمات وترقی میں حصہ لے سکیں انھوں نے بتایا کہ اخوانی احباب کے قید وبند کے زمانے میں عورتوں نے کس طرح خدمت کی، گرفتار شدگان کے خاندانوں کو کس طرح سہارا دیا، انھوں نے بتایا کہ صرف عورتیں ہی قیدیوں اور ان کے خاندان کے درمیان واسطہ اور رابطہ تھیں، اگر یہ عورتیں نہ ہوتیں تو ان کے خاندان بڑی پریشانی میں مبتلا ہوجاتے انھوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

بتایا کہ ہم نے ان کے لئے پردہ اس حد تک ضروری قرار دیا جو ساتر ہو یعنی کہ ایسا لباس جو ڈھیلا ڈھالا ہو، راہب عورتوں کے لباس سے ملتا جلتا ہو۔

دینی جوش اور قربانی کے جذبہ کو کس طرح باقی رکھا جاسکتا ہے

شیخ محمد الغزالی کو ہمارے اس خیال سے اتفاق ہے کہ مصری قوم اور خصوصاً وہ لوگ جو دیہاتوں میں رہتے ہیں خام مال ہیں۔ اگر ان کی صحیح تربیت کی جائے تو یہ بڑے کام کے آدمی ثابت ہوں گے۔ ہم لوگوں نے ایک اہم مسئلہ پر گفتگو کی جو تمام اسلامی جماعتوں اور دینی ترقی کے لئے جدوجہد کرنے والوں سے تعلق رکھتا ہے، وہ مسئلہ یہ تھا کہ دینی جوش وجذبہ جدوجہد اور قربانی کی روح ہمہ وقت یکساں نہیں رہتی، اس میں اتار چڑھاؤ اور سرد مہری سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جو جماعت کے انجام، اس کے بقا اور وجود پر اثر انداز ہوتی ہے، کیا وسائل اختیار کئے جائیں کہ اس جوش و ولولہ اور نشاط و عمل میں اتار چڑھاؤ اور کمی زیادتی نہ واقع ہو؟ بعض تجربہ کار لوگ اس کا یہ حل بتاتے ہیں کہ جماعت کو ذکر خداوندی کی روحانی غذا ملتی رہنی چاہیئے اور ایسے معمولات اختیار کرنا چاہیئے جو جماعت کے اندر دینی جذبات کو بیدار کرتے رہیں، ان کو اس طرح جلاتے و بھڑکاتے رہیں کہ بجھنے نہ پائیں، بہرکیف جماعت کو اس پہلو پر نظر رکھنی چاہیئے کہ یہی اس کی زندگی کا سرچشمہ اور اس کی قوت کا منبع ہے، اس گفتگو کے بعد ہم نے ان سے اجازت چاہی اور انھوں نے ہمیں اس امید پر رخصت کیا کہ جلد ہی ہم لوگ پھر ملیں گے۔

ایک سن رسیدہ فلسطینی بزرگ سے ملاقات

عصر بعد ہم لوگ اپنے دوست سید یاسین الشریف فلسطینی کے دادا شیخ عارف بن عبدالرحمٰن الشریف سے ملنے گئے جو مغرب اقصیٰ کے مدرس اور نگران اعلیٰ تھے وہ بہت

www.abulhasanalinadwi.org

بوڑھے تھے عمر پچانوے ۹۵ سال کی تھی، ایک پناہ گزیں کی طرح اپنے متعلقین واعزہ کے ساتھ "مصر الجدیدہ" میں رہتے تھے، ہم لوگوں سے بڑی محبت واکرام سے ملے برابر مسرت کا اظہار فرماتے، خوش آمدید کہتے، اور بار بار فرماتے (مجھے اسلام کی خوشبو ملی) ان کے اس جملے سے کہ "مسجد اقصیٰ غمگین ہے اُس پر حسرت برس رہی ہے" اس کو وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دہراتے رہتے تھے، ہم لوگوں کے دل پر بڑا اثر پڑا، آنکھیں اشکبار تھیں، وہ یہ جملے کہتے جاتے اور آنسو پونچھتے جاتے تھے، درحقیقت فلسطین کا زخم ابھی مندمل نہیں ہوا تھا، مسجد اقصیٰ، حرم ابراہیم ان دونوں کے انوار وبرکات اور سکینت کا برابر ذکر کرتے رہے یہاں تک کہ ہمارے اندر دونوں کو دیکھنے اور ان میں نماز پڑھنے کا بہت اشتیاق پیدا ہوگیا ہم نے ان سے درخواستِ دعا کی، جب لوٹنے لگے تو ضعف پیری کے باوجود ہم کو رخصت کرنے آئے اپنی قیام گاہ شارع عماد الدین آتے ہوئے ہم لوگ شارع عماد الدین اور شارع فواد سے ہوکر گزرے، ان کی چمک دمک، روشنی اور سجاوٹ کا کیا کہنا، سنیما ہاؤس پر بھیڑ لگی ہوئی تھی، اندرونی حصہ تماشائیوں سے پُر اور باہر لائنوں پر لائنیں کھڑی اپنی باری کا انتظار کر رہی تھیں، آنے جانیوالی موٹروں کا سیلاب امنڈ رہا تھا جو راستہ کے ہجوم کو چیرتا ہوا گزر جاتا دوکانوں پر خوبصورت عربی رسم الخط میں بورڈ نہ لگے ہوتے اور عربی نام نہ ہوتے تو ہم یہی گمان کرتے کہ ہم یورپ کے کسی بڑے شہر میں ہیں۔

۲/۵/۱۳۷۰ھ مطابق ۸/۲/۱۹۵۱ء

ڈاکٹر محمد غمراوی سے باتیں

دس بجے دن کو ہم لوگ ڈاکٹر محمد احمد بک الغمراوی کے پاس عباسیہ گئے اپنے زمانہ طالب علمی میں اولاً ان کی کتاب "النقد التحلیلی للادب الجاھلی"[1] کے ذریعہ انکی

---

[1] مصر کے نامور ادیب واہلِ قلم طٰہٰ حسین نے "الأدب الجاہلی" کے نام سے ایک تشکیکی کتاب لکھی تھی جس نے مصر کے (بقیہ حاشیہ آگے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

شخصیت سے متعارف ہوا پھر ان کے بہت سے مضامین و مقدمات پڑھے جو ان کی دینی غیرت اور اسلامی فکر کا پتہ دیتے ہیں۔ مجھے ان سے ملنے اور ملاقات کرنے کا شوق ہوا، شیخ احمد عثمان نے ہم کو فون کیا، انھوں نے ان سے ملنے کا وقت لے لیا۔

بعض ادیبوں کے دین سے منحرف ہونے کا سبب

اپنی توقع کے مطابق میں نے ان کو پڑھا لکھا صاحب ایمان پایا، میں نے ان سے بعض ان ادباء اور صحافیوں کے بارے میں پوچھا جو دین سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کی بہت سی ایسی کتابیں اور مقالے شائع ہوئے ہیں جن میں اسلام اور اسلامی عقیدہ کو مطعون کرنے کی کوشش کی گئی ہے، انھوں نے بتایا کہ یہ ان کی سابقہ تربیت کی بناء پر ہوا، میں نے کہا کہ ان میں......... ایسے بھی ہیں جنھوں نے ازہر میں پڑھا ہے، انھوں نے کہا ٹھیک ہے کہ ان میں سے بعض لوگوں نے ازہر میں پڑھا مگر میرا خیال ہے کہ وہ زمانہ تعلیم ہی میں ازہر میں ناپسندیدہ سمجھے جاتے تھے، قرآن وحدیث سے ان کو کوئی دلچسپی نہیں تھی، صرف ادب اور عربی شاعری پر ان کی توجہ مرکوز رہی۔

نوجوانوں میں بڑا ذہنی انتشار، اور دینی حلقوں میں ناراضگی کی لہر پیدا کر دی تھی، مصنف نے عربی کے قدیم ماخذ اور شعر وادب کی صحت کے بارے میں شک وشبہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی، یہ یورپ کے بعض دشمن اسلام مستشرقین کی تحریروں اور ان کے خیالات کا چربہ تھا، ڈاکٹر محمد الغمراوی نے جو جدید علوم کے فاضل اور غیور مسلمان تھے، کتاب کا علمی اور تاریخی جائزہ لیا۔ امیر البیان امیر شکیب ارسلان نے اس کتاب پر مقدمہ لکھا، اور اس کو بہت سراہا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس ملک کا ادبی رجحان غیر دینی ہے

انھوں نے فرمایا ہمارا ادب ایک عرصہ سے بے دینی کا شکار ہے، ابو نواس جیسے شعراء کا کلام زیادہ پڑھا جاتا ہے، اور ظاہر ہے ایسے لوگوں کا ادب پڑھنے والوں سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ دیندار اور اسلام پسند ہوں گے، مزید برآں یہ کہ وہ یونیورسٹی کے ماحول میں زندگی گزارتے ہیں، یورپ کے اکثر سفر کرتے رہتے ہیں ؟ - میں نے کہا آپ سخت ماحول سے کیسے بچ نکلے کہ دامن تر نہ ہوا جب کہ آپ اسی زمانہ کی پیداوار ہیں اور اسی طرز تربیت میں پلے بڑھے ہیں۔ جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں، انھوں نے کہا کہ میرا قیاس ان لوگوں پر نہیں کیا جاسکتا، میرے گھر کا ماحول دینی اور علمی ماحول تھا، میرے بھائی ازہر میں پڑھتے تھے میں بھی ان کے ساتھ ازہر جایا کرتا تھا، میں نے ازہر اور اس کے اساتذہ کا وہ زمانہ دیکھا جو اس زمانہ سے کہیں بہتر تھا، اس زمانہ کا اور میرے گھر کے اچھے ماحول کا مجھ پر اثر پڑا میں نے کہا کہ دینداروں اور دین سے اس کی بغاوت کا اصل سبب شاید مسلمانوں کا زوال، ان کی زبوں حالی اور حالت کی خرابی ہے جو شخص ذکی الحس اور کمزور اعصاب کا ہو وہ اس صورت حال کو سہار نہیں سکتا وہ بے سوچے سمجھے دین کا باغی ہو جائے گا، انھوں نے ذرا تیور بدل کر کہا اس کے اندر اندھی تقلید اور منفی پہلو سے بغاوت کا جذبہ کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ ان کا مطلب تھا دین کی صحیح دعوت اس بگاڑ کی اصلاح کا جذبہ اور بے دینی سے بغاوت؟ میں نے کہا کہ یہ بات تو توفیق خداوندی سے حاصل ہوتی ہے۔

ادب کو دینی فکر کی طرف کیسے موڑا جاسکتا ہے

میں نے کہا کہ ادب کو دین کی طرف کیسے موڑا جاسکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ دینی تحریک اور اسلامی طرز زندگی سے ادب میں دینی رجحان پیدا کیا جاسکتا ہے۔ ادباء اور

www.abulhasanalinadwi.org

مصنفین کا معاملہ یہ ہے کہ وہ وہی چیز پیش کرتے ہیں جس کی لوگوں میں طلب اور بازار میں مانگ ہوتی ہے، جب لوگ دین کی طرف متوجہ ہوں گے ان میں دینی طلب ہوگی، تو لامحالہ ادباء و مصنفین وہی چیز پیش کریں گے جو ان کے لئے پسندیدہ اور قابل قدر ہوگی، میں نے کہا کہ آپ ازہر کے لئے کیا چیز مفید سمجھتے ہیں۔

ازہر کے لئے تجویز

انھوں نے کہا کہ میں نے شیخ ظواہری کے زمانہ میں تجویز رکھی تھی کہ ازہر کے اساتذہ کے لئے ایک ٹریننگ کالج کھولا جائے جو ان تمام فنون کے اساتذہ تیار کرے، جو ازہر میں پڑھائے جاتے ہیں، اس طرح ازہر اس قسم کے اساتذہ کی خدمت سے بے نیاز ہوجائے گا جنھوں نے ایسی تعلیم و تربیت پائی ہے جو نہ ازہر سے میل کھاتی ہے نہ اس کی شان کے مطابق ہے ایسے اساتذہ جو خود دین اور دینی حقائق سے پوری طرح مطمئن نہ ہوں، شک اور تذبذب کی فضاء پیدا کرتے ہیں، دینی حقائق، اسلامی عقائد اور علوم جدیدہ میں کشمکش کا ذہن بناتے ہیں، یہ صورت حال طلبہ میں بے اطمینانی اور دین سے بدگمانی پیدا کرتی ہے لیکن جب اساتذہ اس ازہری مدرسہ سے فارغ ہوں گے تو وہ طبعی علوم کو آیات قرآنی کی تفسیر کی طرح پڑھائیں گے اور ان علوم کی دین کے ساتھ مطابقت پیدا کرسکیں گے۔

مشرقی اسلامی ممالک میں سائنسی علوم کی کمی ہے

لیکن مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میری تجویز "سرخ فیتہ" کی نذر ہوگئی اور اس کا نفاذ نہ ہوسکا، میری اب بھی یہی رائے ہے، انھوں نے کہا کہ مشرق اسلامی میں صرف طبعی علوم کی کمی ہے، ہم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کو محض طبعی علوم کی حیثیت سے

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل کریں مغربی علوم کی حیثیت سے نہیں ہم مغرب کے عمرانی واجتماعی علوم وآداب کے محتاج نہیں، سائنسی علوم پر مغرب کی مہر نہیں لگی ہے کہ کوئی دوسرا اسے نہ حاصل کرسکے۔

طبعی علوم حاصل کرنے کا طریقہ

ان علوم کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہم ان علوم ونظریات اور ان سے جو کچھ ثابت ہے اس میں اور جو ابھی تجربہ وتحقیق کی منزل میں ہے اس میں فرق کریں اور دونوں کو ان کا الگ الگ مقام دیں۔

مصر کی تقلید سے انتباہ

ڈاکٹر عمرادی نے جو کچھ کہا اس میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ ہندوپاک اور انڈونیشیا سے زیادہ پرامید ہیں میں نے ان سے کہا اس وقت ہندوپاک میں ایسی دینی سرگرمی ہے جو عرب ممالک میں بھی نہیں پائی جاتی، انھوں نے میری یہ بات سن کر فرمایا کہ لیکن ان ملکوں کو مصر کی تقلید کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے کہ مبادا وہ مصر کو ثبوت میں پیش کریں کہ اس میں جامع ازہر جیسا ادارہ ہے، اس کے باوجود مصر نے یہ رخ اختیار کیا تو ہمیں اس کو اپنانے میں کیا حرج ہے۔

ازہر کے مستقبل کے بارے میں گفتگو

ازہر اور اس کے مستقبل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اسوقت ازہر کی بڑی مخالفت اور اس کے خلاف سازش پائی جاتی ہے، انگریزوں کے اشارہ پر ازہر مختلف کالجوں میں تقسیم ہوگیا اور مختلف مدرسوں اور دینی اداروں کی شکل میں

www.abulhasanalinadwi.org

اس کو بانٹ دیا گیا، اس کا محرک یہ تھا کہ جب انگریزوں نے دیکھا کہ اتنا بڑا جم غفیر ایک ہی جگہ تعلیم حاصل کرتا ہے، ایک ہی شہر میں رہتا ہے تو انہیں خطرہ محسوس ہوا اور ان سے خوف زدہ ہو کر انھوں نے شہروں اور ضلعوں میں ازہر کی شاخیں قائم کرنے کا منصوبہ پیش کیا، جن میں ان اطراف کے طلبہ علم حاصل کریں اور قاہرہ آکر تعلیم حاصل کرنے کی زحمت و گرانباری سے بچ جائیں، اس تجویز میں طلبہ اور ان کے سرپرستوں کے لئے سہولت تو ہوئی، لیکن ازہر کی طاقت اس سے کمزور ہوگئی، میں نے غمراوی صاحب کو اپنی کتاب ماذا خسر العالم کا ایک نسخہ ہدیہ کیا اور ان سے اجازت چاہی۔

قلعہ اور اس کی مسجد کی سیر

ڈاکٹر غمراوی کے گھر سے نکل کر ہم نے قلعہ کا رخ کیا جو محمد علی پاشا کبیر کے عہد میں مرکز حکومت تھا اور وہاں کی عظیم الشان مسجد کو دیکھا، مسجد کے طرز تعمیر زیب و زینت اور اس کی پختگی و مضبوطی ہمیں پسند آئی، اس میں شبہ نہیں کہ مسجد فن تعمیر کی ایک زندہ جاوید مثال ہے، اس کے بعد ہم لوگ اس عمارت کی طرف گئے جو خدیو حکومت کا سکریٹریٹ اور سرکاری دفاتر کا مرکز تھا، یہاں باہر کھڑے ہو کر ہم لوگ قاہرہ اور اسکی عظیم الشان مسجدوں اور ان کے اونچے اونچے میناروں اور اہرام جیزہ کے دلکش مناظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے جو دور سے دکھائی دیتے تھے، بڑا دلفریب وانوکھا منظر دیکھا، موسم سرما کا زمانہ اور چاشت کا وقت تھا ہلکی ہلکی خوشگوار دھوپ شہر کے در و بام کو سنہری کرنوں کا لباس پہنا رہی تھی۔

قلعہ کا کتب خانہ

ہم لوگ قلعہ کے کتب خانہ میں داخل ہوئے وہاں (الوقائع المصریۃ) کی

www.abulhasanalinadwi.org

جلدیں دیکھیں، جس کا نام تاریخ ادب، عربی اور مصر کی سیاسی و ادبی تاریخ میں پڑھا کرتا تھا، رسالہ "اللواء" کی جلدیں دیکھیں اس کی نگرانی اور اس میں مضمون نگاری مصطفٰے کامل مرحوم کیا کرتے تھے، "المؤید" کا فائل بھی دیکھا، احمد زکی باشا کے کتب خانہ میں داخل ہوئے جو قلعہ کے کتب خانہ میں بطور امانت رکھا ہوا ہے، اس محقق کی بعض یادگاریں دیکھیں، ہم نے وہ کتب خانہ دیکھا جو کبھی احمد زکی باشا کے آباد گھر "دار العروبۃ" کی زینت تھا۔

فوجی میوزیم

پھر ہم لوگوں نے فوجی میوزیم دیکھا، جو فرعونی، عربی عہد ممالیک سے متعلق تھا ہم نے اس کے ہر حصہ کو دیکھا، متعدد نقشوں اور قیمتی معلومات کا مشاہدہ کیا، شیخ احمد عثمان کے بیٹے زکریا کمال ہمارے ساتھ تھے، چونکہ وہ ثانویہ کے طلباء اور اساتذہ کے ساتھ بارہا اس میوزیم کو دیکھ چکے تھے اس لئے ہم سب سے زیادہ واقف تھے، بہت سی چیزوں کی وضاحت کرتے اور بتاتے، بڑی مفید دلچسپ تفریح رہی۔

مسجدوں اور مقبروں کی سیر

مسجد سلطان حسن میں ہم لوگوں نے عصر کی نماز پڑھی پھر مسجد رفاعی کو دیکھا یہ ملک فواد اور ان کے والد خدیو اسماعیل اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا مقبرہ ہے، بہت سی قبروں کے پاس سے ہمارا گذر ہوا۔ میں نے کہا اگر تمام لیڈروں، علماء اور صالحین کے مقبرے بنتے تو مُردوں کا شہر زندوں کے شہر سے بہت بڑا ہو جاتا اور زندوں کو گھر بنانے کے لئے بالشت بھر زمین ملنی مشکل ہوتی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مقبروں کے بارے میں اسلام اور اس کے رسول کا موقف اور اس کی حکمت

اسلام نے مقبرہ سازی کی ہمت افزائی نہ کرکے بڑا اچھا کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی قبر کو نور سے بھر دے، انھوں نے اس سے ڈرایا اور بڑی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور یہود و نصاریٰ کے طرزِ عمل سے احتراز کیا، ان میں جب کوئی شخص مرتا تو وہ اسکی قبر پر ایک مسجد تعمیر کر دیتے، عصر بعد شارع التوفیقیہ میں واقع الحاج احمد عطیہ رضوان کے ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا جو ایک نیک شخص کا صاف ستھرا ہوٹل ہے، مغرب بعد تھکے ہارے اپنی قیام گاہ واپس آئے، دن کا بڑا حصہ سیر و تفریح میں گذرا، یہ دن تاریخی آثار کی سیر کا دن تھا۔

۳/۵/۷۰ھ مطابق ۹/۲/۵۱ء

شہر فسطاط اور مسجد عمرو بن العاص رضؓ کی سیر

آج سویرے ہم لوگ شیخ احمد عثمان کے ساتھ شہر فسطاط دیکھنے گئے، پہلے ہم لوگ سیدنا عمرو بن العاص کی مسجد میں داخل ہوئے، سلاطین نے اس میں توسیع کی ہے، اور مختلف زمانوں میں اس میں اضافہ ہوتا رہا، اس وقت وہ اصل مسجد سے بہت زیادہ وسیع ہے، یہ بات ضرور ہے کہ اس کا حجازی طرز باقی ہے جو منیٰ کی مسجد خیف اور حرمین شریفین کی یاد تازہ کرتا ہے، سرزمین مصر کی اس اوّلین مسجد میں داخل ہوکر جس کی بنیاد توحید اور تقویٰ اور خدائے واحد کی عبادت پر رکھی گئی ہے، ہم نے ایک روحانی لذت محسوس کی، کیوں نہ ہو جب کہ اس کی بنیاد ان مبارک ہاتھوں نے رکھی ہے جنھوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور بے شمار مرتبہ آپ سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔

مسجد عمرؓ میں ہمارا احساس

اس مسجد میں ہم نے ایسی قلبی کشش اور انس محسوس کیا جو مصر کی وسیع سرزمین میں کسی مسجد کے اندر نہ محسوس ہوا، یہ آرائش وزیبائش سے (جس کو اس زمانہ میں آرٹ کہا جاتا ہے) یکسر خالی اور سادی مسجد ہے، لیکن افسوسناک حد تک لاپرواہی کا شکار ہے، اس کے چاروں طرف گندگی، کوڑے اور ملبہ کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔

لغویات

میں نے سنا کہ ملک فاروق ہر سال اس میں جمعۃ الوداع ادا کرتے ہیں، اس وقت شاید منتظمین مسجد میں ایسا فرش لگا دیتے ہیں جو اس کی خستہ حالی اور ذمہ داروں کی لاپرواہی پر پردہ ڈال دیتا ہے اور بادشاہ کو اس کی خبر نہیں ہوتی، مسجد کے ستونوں میں ہم نے ایک ایسا ستون دیکھا جس کے چاروں طرف لوہے کی جالی لگی ہوئی تھی، ہمیں بتایا گیا کہ مزدور زیادہ وزنی ہونے کے سبب سے اس ستون کو اٹھانے میں بہت پریشان ہوئے اس سے انھوں نے یہ قیاس کیا کہ یہ اپنی اندرونی خباثت کی وجہ سے مسجد جانے سے انکار کرتا ہے، اس وقت سے مسلمان اس کو جوتے سے مار کے سزا دیتے ہیں، ذلیل اور رسوا کرتے ہیں، حکومت نے اس کو محفوظ رکھنے کے لئے لوہے کی جالی سے گھیر دیا ہے، جو غصہ میں بھرے ہوئے مجاہدین کے جوتوں سے اس کی حفاظت کرتی ہے، یہ کر کے حکومت نے اچھا رول ادا کیا۔

اس کے برعکس مسجد کے ایک دوسرے گوشہ میں ایک ایسی جگہ بھی ہے جہاں

www.abulhasanalinadwi.org

سیدہ نفیسہ کے بیٹھنے اور لوگوں کو فائدہ پہونچانے کا معمول تھا، ہم نے ایک ایسا ستون بھی دیکھا جس کو لوگ اپنی زبان سے چاٹتے ہیں، چاٹتے چاٹتے اس میں گڑھا سا ہو گیا ہے، حکومت نے لوہے کی جالی لگا کر اس لغویت کو بھی بند کر دیا۔

مصر قدیم میں

مسجد سے نکل کر ہم نے پرانے شہر فسطاط کا قصد کیا جو مصر کا پہلا اسلامی دارالسلطنت تھا، راستہ میں یکایک ہم نصرانیوں کے مقبروں ان کی صلیبوں اور گرجا گھروں کے پاس سے گزرے، کاش کہ اسلامی شہر کا گرد و پیش بھی اسلامی ہی ہوتا، جو دلوں میں عظمت و شوکت اور سکینت و طمانیت پیدا کرتا، ہم لوگ شہر فسطاط کے حدود میں داخل ہوئے اور دیر تک اس کے کھنڈرات اور ویرانوں میں چلتے رہے لیکن میرے ذہن میں صحابۂ کرامؓ کے شہر ان کی فوجی چھاؤنی اور مجاہدین کے خیموں کی تصویر گردش کرتی رہی اور دل ہی دل میں کہتا رہا کہ شاید یہاں زبیر ابن العوام کا خیمہ تھا، یہاں عبادۃ ابن صامت کا خیمہ تھا، محمد بن مسلمہ شاید وہاں ٹھہرے ہوئے تھے یہ شاید حضرت عمرو ابن العاص کا مکان ہے کہ جس میں آج قاہرہ کا مزدور اور فقیر بھی رہنا پسند نہ کرے گا لیکن اس معمولی مکان کے مکین نے حکومت روم کو شکست دی، وہی اس ملک کا بھی فاتح ہے اور شاید ان کے مشہور عالم بیٹے عبداللہ بن عمرو اسی جگہ خدا کی عبادت کرتے تھے اور درس حدیث دیتے تھے۔

حقائق تصوّرات سے مغلوب نہیں ہوتے

صورت حال یہ تھی مگر میں کوشش کر رہا تھا کہ اپنے فکر کو اس مبارک عہد پر مرکوز کر دوں، اور اسی وقت اس فضا سے اس مبارک فضا میں منتقل ہو جاؤں اور یہ

www.abulhasanalinadwi.org

بھول جاؤں کہ مصر جدید اور چودھویں صدی میں ہوں۔

لیکن حقیقت تصور وخیال سے مغلوب نہیں ہوتی، میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوا، حقائق وواقعات کی موجودہ دنیا ہی میں رہا، اسی کی آوازیں سنائی دیتی رہیں، اسی کے مناظر کا مشاہدہ کرتا رہا، ہم لوگ ان آثار قدیمہ کے پاس پہنچے جو اس اجڑے ہوئے شہر سے نکالے گئے تھے ہم یہاں تھوڑی دیر رک کر اس کے کارکنوں سے باتیں کرتے اور ان سے اس شہر کے متعلق مفید معلومات حاصل کرتے رہے، اور اس سے قبل عہد عباسی اور عہد اموی کے شہروں سے متعلق بھی معلومات حاصل کرتے رہے، ہم اسی حال میں تھے کہ ایک موٹر آئی، اس میں سے بعض ترکی اساتذہ اور آثار قدیمہ کے استاذ حسن عبدالوہاب بک بھی اترے احمد عثمان صاحب نے ہم سے ان کا تعارف کرایا انھوں نے خیر مقدم کیا اور خوش آمدید کہا اور عربی آثار کے دیکھنے کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کیں۔ ہم نے اس عنایت پر ان کا شکریہ ادا کیا اور ان سے دوشنبہ کے دن دوبارہ ملنے اور ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔

مصر قدیم سے ہم لوگ (شرکس) کو چلے جہاں شیخ سلیمان کی مسجد میں جمعہ پڑھا نماز بعد میں نے کچھ دینی باتیں کیں اس میں ہندوستان میں دینی دعوت کے طریقہ کار کی تشریح کی اور اس کے بعض تجربے اور فوائد بیان کئے۔ ہم نے شیخ احمد عثمان کے گھر دوپہر کا کھانا کھایا اس کے بعد شباب سیدنا محمد کے دفتر گئے مگر وہاں کوئی نہ ملا، وہاں ملاقاتی کارڈ دے کر علامہ سید خضر حسین سے ملنے کے لئے دارالهداية الاسلامية گئے لیکن ان سے بھی ملاقات نہ ہوئی، مسجد سیدہ زینب میں مغرب کی نماز پڑھی، یہ بہت بڑی اور خوبصورت مسجد ہے بلکہ قلعہ کی مسجد کے بعد قاہرہ کی خوبصورت ترین مسجدوں میں سے ہے۔

۴/۵/۷۰ھ مطابق ۱۰/۲/۶۵۱

آج دن کا اکثر حصہ (دارالکتب العربی) میں اپنا رسالہ (بین العالم

www.abulhasanalinadwi.org

وجزیرۃ العرب) اور انصار السنۃ میں (المد والجزر فی تاریخ الاسلام) کے پروف کی تصحیح میں گزرا۔

استاذ محمد علی طاہر سے گفتگو

مغرب بعد ہم لوگ یاسین الشریف کے ساتھ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق (الشوریٰ) کے اڈیٹر محمد علی طاہر سے ملنے گئے، امیر شکیب ارسلان سے ان کے تعلق اور ان کی کتاب کے اشاعت کے سبب ہم لوگ ان سے ہندوستان ہی سے واقف تھے، ان کی نئی کتاب (معتقل طاکستب) کا کچھ حصہ میں نے حجاز میں پڑھا تھا، ان کے پاس پہنچے تو وہاں فلسطینی جنرل عبداللہ التل بھی موجود تھے، ہم لوگ بیٹھ کر فلسطین اور مسلمانوں کے قبضہ سے اس کے نکل جانے کے اسباب پر گفتگو کرنے لگے، محمد علی طاہر صاحب خصوصیت کے ساتھ مسئلہ فلسطین کے بارے میں بڑی واقفیت رکھتے ہیں، انھوں نے کہا میں خاص فلسطین سے متعلق ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں جسمیں اس کی پوری خصوصیات تاریخ اور تمام مسائل کا مکمل جائزہ لیا جائے گا، ورنہ مجھے خطرہ ہے کہ فلسطین کہیں تاریخ کے دائرے سے بھی اس طرح نکل جائے جس طرح مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا کتاب نہ لکھی گئی تو اس کے بعد مؤرخین ومصنفین جب فلسطین کے بارے میں بحث کریں گے تو ان کو پوری معلومات حاصل نہ ہوسکیں گی، میں چاہتا ہوں کہ یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھے جس میں مستند معلومات ہوں، فلسطین کا معاملہ بالکل اندلس جیسا ہے، اگر المقری نے اپنی عظیم الشان کتاب (نفح الطیب) نہ لکھی ہوتی تو اندلس بھی تاریخ سے غائب ہوجاتا۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

فلسطین کا المیہ اور اس میں عرب ملکوں کی کوتاہی

پھر وہ فلسطین کے المیہ اور اس کے بارے میں عرب حکومتوں کی کوتاہی بلکہ زیادتی کا ذکر کرنے لگے، انھوں نے بتایا کہ کس طرح فلسطینیوں سے ہتھیار چھین کر انکو نہتا کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنی جان و آبرو تک کی حفاظت نہ کر سکتے تھے، یہود آتے اور اہل شہر ان کا لقمۂ تر بن جاتے، اگر یہ حکومتیں اور یہ سیاسی جماعتیں اور ادارے فلسطینیوں کو انھیں کے حال پر چھوڑ دیتے تو بھی غنیمت تھا، وہ آج بھی بہادروں کی طرح اپنے ملک کا دفاع کرتے جیسا کہ اس سے قبل عرصہ سے کرتے رہے تھے، پھر ہماری گفتگو علماء اور قائدین کے اخلاقی انحطاط سے متعلق ہونے لگی، میں نے کہا کہ پہلے علماء، رجال کی جرح و تعدیل پر کتابیں لکھا کرتے تھے لیکن جب سے سیاست اور قیادت کا یہ نیا دور شروع ہوا ہر شے پر سیاست ہی چھا گئی اور علم کی جگہ اس نے لے لی اور لوگوں نے اپنے رہنماؤں اور اسلامی قیادت پر تنقید کرنا شروع کر دی۔

میں نے انھیں (ماذا خسر العالم) کا ایک نسخہ پیش کیا اور انھوں نے مجھے اپنی کتاب "ذکری الامیر شکیب ارسلان" دی جو ان مقالات کا مجموعہ ہے جو تعزیتی جلسوں میں پیش کئے گئے تھے یا مرحوم کے دوستوں، قدردانوں اور رسائل و اخبارات کے ایڈیٹروں نے لکھے تھے، انھوں نے ایک کتاب (اوراق مجموعة عن فظائع الانجلیز فی فلسطین وغدر الیهود وصبر العرب) اور (کتاب معتقل هاکستب) بھی دی، اتنے میں ان کے کچھ ملنے والے آگئے انھوں نے ہم سے ان کا اور ان سے ہمارا تعارف کرایا، انھیں لوگوں میں جامعۃ عربیہ کے معاون سکریٹری جنرل استاذ احمد الشقیری اور یمنی حکومت کے وزارت خارجہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

سکریٹری قاضی محمد عبداللہ العمری بھی تھے، سکریٹری صاحب سے منگل کے دن قصر الجزیرہ کے ہوٹل میں ملنا طے ہوا اور اسی روز یا بدھ کو احمد الشقیری صاحب سے ملنا طے ہوا۔

۵/۵/۷۰ھ مطابق ۱۱/۲/۶۵۱

حمام میں افسوسناک منظر

آج شاہ فاروق کے یوم پیدائش منانے کا دن تھا، پورا شہر سجایا گیا تھا، مصری قوم بادشاہوں سے تعلق اور ان کی محبت میں فنائیت کے اندر پرانے زمانے سے مشہور ہے، شیخ احمد عثمان نے شوق دلایا کہ میں ان کے ہمراہ شاہی محل عابدین دیکھوں، انھوں نے وہاں کے رجسٹر میں ہم لوگوں کا نام درج کیا، ملک کے رسم ورواج اور وہاں کے حالات جشن وخوشی کے مناظر سے واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے ہم نے انکی تجویز قبول کرلی، آج میں حمام میں بھی گیا جو ترکی حمام خانوں کے طرز پر بنا تھا، غسل کرنے کے لئے اندر داخل ہوا تو نوجوان لڑکوں، بوڑھوں کا برہنہ ہجوم نظر آیا ان میں اور جانوروں میں کچھ فرق نہ تھا، اس خلاف شرع اور فطرت انسانی سے گرے ہوئے بے تکے منظر کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور نہائے بغیر نہایت تکدر کی حالت میں واپس ہوگیا۔

اخبارات کی بے حیائی

ملک فاروق کی سالگرہ کی مناسبت سے آج کے اخبارات شاہ اور شاہ کی منگیتر کی تصویروں کے ساتھ شائع ہوئے جن سے آج ہی منگنی طے ہوئی تھی، یہ ایسی تصویریں تھیں جو کسی مسلمان عورت کے لئے زیبا نہیں، وہ عورت جو چند ہی دنوں میں مصر کی ملکہ بننے والی ہے، اس کے لئے کسی طرح یہ روا نہ تھا کہ اخبار میں اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

تصویریں آئیں، جس پر ہر کس و ناکس کی نظر پڑتی ہے لیکن ذوق و نگاہ بدل چکے ہیں، اخبارات آزاد ہیں، ان پر کوئی پابندی نہیں، جو چاہتے ہیں شائع کرتے ہیں، اس کو نہ پسند کرنیوالے لوگ بھی بہت تھوڑے ہیں جنکا کوئی اثر نہیں، شیخ احمد عثمان آئے اور ہم لوگ قصر عابدین کے ارادہ سے نکلے، وہاں زرق و برق لباس میں ملاقاتیوں کا ایک جم غفیر نظر آیا، ہم لوگوں نے حاضری کے رجسٹر میں اپنے دستخط کر دیئے

اہرام کی سیر

ہم لوگ اہرام کی ان عظیم الشان عمارتوں کو دیکھنے گئے جنکا شمار عجائبات عالم اور تاریخ کے دیرپا آثار میں ہے جن کے بارے میں ہم نے بہت کچھ پڑھا اور سنا تھا، ہم لوگ وہاں اس طرح پہونچے کہ نگاہیں اسکی طرف لگی ہوئی تھیں اور دل اس کے مشتاق تھے، ہمیں بے جان پتھروں کی ایک مخروطی اور بہت بلند عمارت نظر آئی اور سخت حیرت ہوئی کہ جبل مقطم سے یہاں تک یہ پتھر کیسے پہونچائے گئے ہوں گے۔

ظالمانہ بیگار کی یادگار

ہم لوگوں نے بڑے مقبروں کا چکر لگایا جو ملک خوفو کے مقبرے کے نام سے موسوم ہے، عمارت کی عظمت و شوکت اور اس کی تاریخی اہمیت و ندرت کے باوجود مجھے اقتدار کی اس ہوس اور جنون سے سخت نفرت پیدا ہوئی جس نے ان مضبوط تاریخی یادگاروں کو وجود بخشا، اس کی حقیقت ایک بادشاہ کے مقبرہ کے سوا کچھ نہیں کہ جس کے لئے دو گز زمین کافی تھی لیکن اس نے فخر و غرور کی ہوس اور یادگار چھوڑنے کے جنون میں اس لغو کام کے لئے عرصہ دراز تک ہزاروں لوگوں سے بیگار لیا، انھیں دیکھ کر قرآن کریم کی یہ آیت یاد آتی ہے اور اس کی صداقت و عظمت کی تصویر

www.abulhasanalinadwi.org

سامنے آجاتی ہے۔

((اتبنون بکل ریع اٰیۃ تعبثون))

(کیا تم ہر اونچے مقام پر یادگار بناتے ہو، جس کو محض فضول بناتے ہو) اس لغو کام میں انسانی قوت وصلاحیت اور اس کے قیمتی وقت کے ضائع کرنے پر افسوس ہوا جس کا کوئی بدل نہیں۔

یہاں سے ہم لوگ بعض معابد میں بھی گئے، جہاں ہر وقت تصویریں، مورتیاں، نقش ونگار اور کتبے لگے رہتے ہیں۔ رہبر نے آثار قدیمہ کے ماہرین سے جو کچھ سنا تھا اور عبادت گاہوں اور پرہتوں کے متعلق اس کو جو معلومات تھیں ان کے مطابق وہ تشریح کرتا جاتا تھا، ہم لوگوں نے (سب سے بڑے بُت ابوالہول) کو دیکھا، اس تاریخی سیر میں چند گھنٹے گزار کر ہم لوگ اپنی قیام گاہ پر واپس آگئے۔

۶/۵/۷۰ھ مطابق ۱۲/۲/۱۹۵۱ء دوشنبہ

ازہر اور اس کے قرب وجوار کی سیر

آج بارش ہو رہی تھی لیکن تیز نہیں تھی، ہلکی ہلکی پھوار اور ترشح تھا جس سے نکلنے اور آنے جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، دس بجے سے پہلے ہم لوگ نکلے آثار قدیمہ کے چیف نگراں استاذ حسن عبدالوہاب بک سے ملنے ازہر نیز قرب وجوار کے آثار قدیمہ کی سیر کا یہی وقت مقرر تھا۔

ازہر کے کتب خانہ میں

ازہر کے گیٹ پر ہم لوگ اکٹھا ہوئے، شیخ احمد عثمان ہمارے ساتھ تھے، اس کتب خانہ کی سیر کی جو خدیو عباس حلمی ثانی کے زمانہ میں المدرسۃ الانبغاویۃ

www.abulhasanalinadwi.org

اور کچھ باقی حصہ اسی سے ملے ہوئے دوسرے مدرسے طبرسیہ میں قائم کیا گیا تھا، اس کتب خانہ میں متفرق کتب اکٹھا کی گئی تھیں، کچھ مکتبے بھی اس کو ہدیہ کئے گئے جنمیں سب سے اہم مکتبہ سلیمان باشا اباظہ مرحوم کا تھا۔

استاذ حسن عبدالوہاب ہم کو ان قدیم کتابوں کی طرف متوجہ کرتے جاتے تھے جو چوتھی پانچویں صدی کی مخطوطات تھیں، ہم بہت سی پرانی کتابوں اور نادر مخطوطات بشاہانہ قرآن کریم اور پنج سوروں سے واقف ہوئے، جو دنیا کے ہر کتب خانہ کے لئے باعث زینت بن سکتے ہیں، سب سے اہم چیز جس کا ہمیں علم ہوا، وہ ابواسحٰق کی کتاب رسوم دارالخلافۃ تھی جو انہیں کے نسخہ سے نقل کی گئی تھی، شاید ازہر کا کتب خانہ ایسا ہے جس میں یہ کتاب موجود ہے، اس کتاب میں حکومت عباسیہ کے اجتماعی اور اقتصادی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور آمد و خرچ کا حساب لکھا گیا ہے حسن عبدالوہاب صاحب مکتبہ کی سیر کے دوران ہم کو اس کی عمارتوں، محرابوں، گیلریوں کے طرز تعمیر کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے، اس کی تعمیر کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالتے جاتے تھے، پھر ہم لوگ ازہر گئے، اس کے بعد ازہر قدیم دیکھا، جو فاطمی خلیفہ معزلدین اللہ کی تعمیر کردہ ہے اور اس میں امیر عبدالرحمٰن کتخدا اور دوسرے لوگوں نے اضافہ کیا ہے۔

حسن عبدالوہاب صاحب اس عظیم الشان ادارے کی تاریخ اور جو چیزیں اس کی تعمیر میں داخل کی گئیں اور مختلف عہدوں میں اضافہ ہوتا رہا ان سب کی تشریح کرتے جاتے حسن عبدالوہاب صاحب اس ملک میں آثار قدیمہ کے ممتاز عالم ہیں۔

ازہر سے ہم لوگ نکلے اور مدرسہ "منصور قلاؤون" جاتے ہوئے بازاروں میں داخل ہوئے اور منصورہ میں صلیبیوں پر غالب آنے والے بادشاہ صالح نجم الدین ایوبی کے قائم کردہ مدرسہ کے پاس سے گزرے جو مذاہب اربعہ کی تعلیم کے لئے قائم

www.abulhasanalinadwi.org

کیا گیا تھا، ہم نے مدرسہ کا خوبصورت منارہ دیکھا، حسن عبدالوہاب صاحب نے بتایا کہ مسجدوں میں بادشاہوں کی تدفین کا سلسلہ حکومت ایوبیہ کے دور اخیر سے شروع ہوا، فاطمیوں کے عہد میں یہ چیزیں نہیں ملتیں، حکومت ایوبیہ کے بادشاہ اسی طریقہ پر چلے اور مساجد میں تدفین ہوتی رہی۔

مدرسہ منصور قلاوون میں

ہم لوگ خان الخلیلی کے بازار سے گزرتے ہوئے مدرسہ "منصور قلاؤون" میں داخل ہوئے، یہ بہت شاندار عمارت اور اچھی تاریخی یادگار ہے، لوگوں میں مشہور ہے کہ اس کی تعمیر صرف چودہ مہینوں میں مکمل ہوگئی بلکہ صدر دروازے پر یہی عبارت کندہ ہے لیکن استاذ عبدالوہاب پورے اعتماد کے ساتھ کہتے تھے کہ یہ عمارت سات سال آٹھ مہینے میں مکمل ہوئی ان کی دلیل یہ تھی کہ اس کی تعمیر کی ابتداء بالاتفاق ربیع الآخر ۶۸۳ھ میں ہوئی اور سلطان منصور کا انتقال ۶ ذیقعدہ ۶۸۹ھ میں ہوا، ان کا تابوت پہاڑ کے قلعہ میں لے جایا گیا اور محرم کی پہلی تاریخ ۶۹۰ھ جمعرات کی شام تک وہیں رہا، ۲ محرم کو وہاں سے مدرسہ منصوریہ میں ان کی اصل قبر میں منتقل ہوگیا، جسے خود انہوں نے بنوایا تھا، اگر عمارت تیار ہوتی تو یہیں دفن کئے جاتے، قلعہ نہ لے جائے جاتے، یہ شاندار عمارت ایک گنبد، مدرسہ اور اسپتال پر مشتمل ہے جو فن تعمیر کے مختلف انوکھے ڈیزائنوں کا مجموعہ اور قاہرہ کی اسلامی عمارتوں میں ایک شاندار تاریخی یادگار ہے جو "المعز لدین اللہ" روڈ پر پرانے فاطمی محلوں کے درمیان واقع ہے۔

سیمی کے مکان میں

مدرسہ منصور قلاؤون سے ہم لوگ اس تاریخی مکان کو دیکھنے گئے جو ترکی

www.abulhasanalinadwi.org

عہد کے امراء اور ان لوگوں کے مکان کے نظم ونسق کا نقشہ پیش کرتا ہے جو دیندار بھی تھے، صاحب ثروت وصاحب علم بھی تھے، یہ مکان قدیم رؤسا وامراء کے رہن سہن کی پوری تصویر پیش کرتا ہے، یہ سحیمی کے نام سے مشہور ہے، موجودہ دور کے طرز تعمیر کے مقابلے میں اس مکان کا طرز تعمیر بہت زیادہ راحت بخش اور آرام دہ ہے۔

عصر بعد میں "الدر الجزر" کے پروف کی تصحیح میں مشغول رہا، اور مغرب بعد تک ہم لوگ انصار السنۃ کے چھاپہ خانے میں رہے۔

۷/۵/۱۳۷۰ھ مطابق ۱۳/۲/۱۹۵۱ء

یمنی حکومت کے وزارت خارجہ کے سکریٹری سے گفتگو

آج ہم لوگ یمنی وزارت خارجہ کے سکریٹری قاضی عبداللہ عمری سے ملنے کے لئے "قصر الجزیرۃ"..... ہوٹل گئے، ہم لوگ بالاخانہ پر ان کے کمرہ میں داخل ہوئے قیام گاہ کی شان وشوکت، ظاہری سجاوٹ وتکلفات ایسی قوم وحکومت کے نمائندے کے شایانِ شان تھے جو مالدار ہو، جو کچھ بھی کہا جائے موجودہ دور سیاست نے مشرقی حکومتوں کو اس پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ یورپ کا طرز اختیار کریں، سکریٹری صاحب نے علماء اور دیندار حضرات کی کشادہ دلی اور حسن اخلاق کے ساتھ ہمارا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا، ہم لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، میں نے ان سے یمن کے ساتھ ہندوستان کے علمی وثقافتی تعلقات کا ذکر کیا "تاج العروس" کے مصنف ہندوستانی عالم علامہ سید مرتضیٰ زبیدی (بلگرامی) کا بھی ذکر کیا جو عرصہ تک یمن رہنے کی وجہ سے زبیدی مشہور ہو گئے تھے مولانا شیخ حسین بن محسن انصاری کا ذکر کیا، جو اس صدی کے اکثر علماء حدیث کے استاذ ہیں، میں نے ان سے کہا کہ میرے علم مطالعہ کے سلسلے میں

www.abulhasanalinadwi.org

مجھ پر بھی یمن کا احسان ہے اس لئے کہ میں شیخ خلیل بن محمد بن حسین یمنی کا شاگرد ہوں۔

میں نے ان سے یمن دیکھنے کا شوق ظاہر کیا اس لئے کہ تنہا یمن ایسا عربی ملک ہے جو ابھی تک پرانی تہذیب و طرز زندگی پر قائم ہے، اس کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، باقی دوسرے ممالک تو مغربی تہذیب کے ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، ان کو دیکھ کر انسان کوئی نئی معلومات نہیں حاصل کر سکتا نہ کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے، بلکہ ان میں سے کسی ایک ملک کو دیکھ کر باقی کو اسی پر قیاس کر لینا کافی ہوگا، انہوں نے میری اس خواہش پر اظہار مسرت فرمایا۔

یمن دوراہے پر

انہوں نے ہمیں یمن دیکھنے کی دعوت دی، میں نے ان سے کہا عرب ممالک اپنے کسی معاملہ میں خود مختار نہیں، وہ مغربی تہذیب کے دھارے میں بہہ رہے ہیں، انہیں کچھ اختیار نہیں رہا لیکن یمن خود مختار و با اختیار ہے، مجھے توقع ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے، مغربی تہذیب کو نہ اپنائے گا، اور نہ عجلت سے کام لے گا، اس کے نظام تعلیم اور طریقہ حیات پر اس طرح نہ گرے گا، جس طرح پیاسے پانی پر اور پروانے شمع پر گرتے ہیں، بلکہ صرف اس کے اس حصہ کو اپنے ضابطہ حیات میں شامل کرے گا، جو اس کے ممتاز طرز زندگی دینی و اسلامی مزاج اور اس کے پیغام و دعوت سے میل کھاتا ہو، اس کے مہمل و مضر اجزاء کو چھوڑ دے گا یمن دنیا سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے شاید ایسا سمجھتا ہے کہ قافلہ حیات سے پیچھے رہ گیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں قافلہ حیات سے ملنے کے لئے تیز تیز قدم بڑھائے پھر ٹھوکر کھا جائے یا گم کردہ راہ ہو جائے اور وہ بات پیش آجائے جس کی تلافی ناممکن اور جس کے بعد سنبھلنا دشوار ہوتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامی ملکوں میں زندگی کے دوستون

میں نے کہا کہ میرے نزدیک اسلامی ملکوں میں صحیح اسلامی زندگی کا انحصار قوم کے اندر مضبوط اور صحیح دینی شعور پر ہے، اور یہ بات عمومی دعوت، قوم سے رابطہ اور اس کی دینی تربیت اور ہر طبقہ میں بیداری پیدا کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

دوسری بنیادی چیز صحیح نظام تعلیم ہے جس کو قرآن و حدیث کی روشنی میں مرتب کرنا چاہیئے جس میں نہ غلطی کا امکان ہے نہ باطل کا خدشہ، یہ علم سدا بہار ہر معاشرہ و ترقی یافتہ تہذیب کی بنیاد ہے ہمیں قرآن و حدیث کے علوم اور طبیعاتی علوم نئے تجربات و ایجادات (جس میں یورپ مشرق سے بہت فائق اور غالب ہے) کے درمیان توازن قائم کرنا ہے، مجھے امید ہے کہ یمن ان دونوں قوتوں کو جمع کرے گا، اور ان میں صحیح تطبیق دیگا، اگر ایسا ہوگیا تو مجھے توقع ہے کہ یمن دوسرے عرب ممالک میں بہت ممتاز ہوگا، جو نہ اب اسلامی کہے جاسکتے ہیں نہ مغربی، اس کے ہم معنی تھوڑے سے فرق کے ساتھ مختصراً میں نے اور باتیں کیں، محترم سکریٹری صاحب نے غور سے بات سنی اور میرے اس خیال سے اتفاق کیا، میں نے انہیں ذہین سریع الفہم اور باخبر پایا، انہوں نے یمن اور اس کے مناظر عمارتوں اور شاہی خاندانوں سے متعلق انگریزی میں ایک کتاب ہدیہ کی دوران گفتگو میں یمن کے نمائندہ جناب علی مؤید صاحب یمنیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آگئے سکریٹری موصوف نے ہمارا ایک دوسرے سے تعارف کرایا، میں نے کہا (اتکلم اھل الیمن) سکریٹری صاحب صنعا کے سفر پر روانہ ہونے کے لئے پابرکاب تھے، آئندہ مہینہ انشاء اللہ بخیر و عافیت واپس ہوں گے، خدا مبارک فرمائے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

شام کے طلبہ میں تقریر

عشاء کے بعد سید یاسین الشریف نے شامیوں کے بورڈنگ ہاؤس کے ایک کمرہ میں فلسطین و شام کے کچھ طلبہ کو جمع کیا، ہم لوگ پہنچے تو انہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ ہم لوگ علوم جدیدہ کی کسی ہندوستانی یونیورسٹی یا کالج میں ہیں، ازہر میں بلاد اسلامیہ کے تعلیمی وفود کے صدر محمد کنجی نے تعارف و استقبالیہ کے کلمات کہے، پھر میں نے طالبان علوم دینیہ کے فرائض انکی صلاحیتوں اور خصائص کے موضوع پر تقریر کی اور طلبار ازہر کو روحانی پہلوؤں کی طرف توجہ دینے اور دل کو روحانی غذا پہنچانے پر تقریر کی، عبادت میں بلند ہمتی دینی فرائض و واجبات کی پابندی کرنے پر زور دیا، میں نے ان سے کہا فرائض کی پابندی اور جماعت میں حاضری کا تو کیا ذکر آپ کو تو نوافل و تہجد کا پابند ہونا چاہیئے۔

میں نے کہا اگر ہم ان شخصیات اور نمایاں حضرات کی تاریخ کا جائزہ لیں، جنھوں نے اس دین کی خدمت کی، اسلامی معاشرہ میں نئی روح پھونکی انقلاب پیدا کیا تو ہمیں نظر آئے گا کہ وہ روح کی خلش، دل کی تپش، کثرت عبادت، ہمہ وقت ذکر کی مشغولیت میں عوام سے بہت فائق اور ممتاز تھے، اگر انسان ایمان و یقین سے بھرپور دل، روحانی حرارت اور با اثر دینی شخصیت کا مالک نہ ہو تو وہ نہ دوسرے پر اثر انداز ہوسکتا ہے اور نہ معاشرہ میں دینی روح و تڑپ پیدا کرسکتا ہے، اور نہ زندگی میں حرکت ہی پیدا کرسکتا ہے، مگر افسوس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آج معلومات تو بہت زیادہ وسیع ہوگئیں، اتنا کہ اگر ان کو کسی ایک شہر کے باشندوں پر تقسیم کیا جائے تو اس کے ہر فرد کو عالم بنا دیں، لیکن دل بہت کمزور قوت ارادی حد سے زیادہ مضمحل و افسردہ اور ایمان بے جان ہوگیا ہے، موجودہ زمانہ میں ہم نے بڑی علمی ترقی کی لیکن یہ علم ہم کو عمل پر نہیں آمادہ کرتا، ہم اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

ایمان کو صحابۂ کرام اور حضرات تابعین کے ایمان جیسا نہیں پاتے، نہ ہماری نمازیں ان کی جیسی نمازیں ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا علم ایمان و عمل سے کہیں زیادہ وسیع اور زیادہ ہوگیا، اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ اپنا صحیح محاسبہ کریں، نفس کی تربیت اور اس کے ساتھ بہی خواہی میں اخلاص و حقیقت پسندی سے کام لیں، اسلام اور موجودہ مادیت کے مابین خطرناک جنگ میں اترنے سے پہلے اس کو پورے طور پر تیار کرلیں، جب تک ہم اس طاقت و اسپرٹ دینی پختگی و استقامت سے مسلح نہ ہوں اور پیمانۂ دل حقیقت ایمان سے لبریز نہ ہو، اس وقت تک ہمارے لئے اس معرکہ میں ثابت قدم رہنا اور جمنا، ناممکن و محال اور اس طاقت ور، دلفریب اور کافر ادا، مادیت کا سامنا کرنا دشوار ہے، مجھے توقع ہے کہ یہ باتیں ضائع نہ جائیں گی سامعین پر ان کا کچھ اثر ہوگا۔

۸/۵/۷۰ھ مطابق ۱۴/۳/۵۱ء

العالم العربی کے دفتر میں

آج صبح ہم لوگ رسالہ "العالم العربی" کے دفتر شارع ابراہیم باشا گئے اور رسالہ کے ایڈیٹر جناب اسعد حُسنی کو پوچھا، اس وقت وہ اپنے گھر پر تھے، خبر ہوئی تو آئے اور ہم لوگوں سے ملے، میں نے ان کو بتایا کہ ہم لوگ ہندوستانی ہیں، اس رسالہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

مسئلہ فلسطین میں ناکامی سے متعلق گفتگو

اس کے بعد میں نے ان سے عالم عربی قضیہ فلسطین اور اس کی ناکامی کے بارے میں اپنے بعض خیالات کا اظہار کیا، میں نے کہا کہ اس ناکامی کا سب سے بڑا سبب روحانی دیوالیہ پن، ایمان کا فقدان، اور قوموں و حکومتوں میں دینی جوش

www.abulhasanalinadwi.org

وولولہ کا سرد پڑ جانا تھا، جو فلسطین کے میدان میں جنگ آزمائی کر رہی تھیں، میں نے کہا کہ مغربی تہذیب اور مادیت ہی وہ سم قاتل ہے، جس نے ان قوموں پر ستم ڈھایا اور ان کی روحانی اور حقیقی قوت کا خاتمہ کر دیا" (میری بات سن چکے) تو انہوں نے کہا کہ لیکن مجھے تو یورپین قوموں میں عربوں سے زیادہ طاقتور روح نظر آتی ہے، اسی روح کے بل بوتے پر انہوں نے جنگیں لڑیں اور اپنا دفاع کیا، میں نے ان سے کہا کہ مغربی قومیں وطن پرستانہ جذبہ اور سیاسی شعور کی بیداری کے ذریعہ غالب آئیں، ان کے اس جذبہ نے روح کی جگہ لے لی اور ایک بڑی طاقت بن گیا، جہاں تک عرب قوموں کا تعلق ہے، انہوں نے نہ تو اپنی روح کی حفاظت کی اور نہ کوئی ایسی چیز حاصل کی جو روح کی جگہ لے سکے اور اس خلاء کو پر کر سکے، نہ ان کے پاس دینی روح ہے نہ سیاسی بیداری ہے، اسی لئے وہ ہر جنگ اور معرکہ میں تباہ کن ناکامی اور شرمناک شکست سے دوچار ہوتی ہیں، انہوں نے کہا میرا خیال تو یہ ہے کہ عرب حکومتوں کی ناکامی کا سبب قبائلی ذہنیت ہے جسے لیکر ان حکومتوں نے فلسطین کے میدان میں جنگ لڑی ہے، میں اپنی رائے کا اظہار رسالہ کے بعض شماروں میں کر بھی چکا ہوں، میں نے کہا کہ جی ہاں میں نے اسے دیکھا ہے اور مجھے یہ تعبیر پسند آئی، اس کے بعد میں نے اپنی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" کی آخری فصل "زعامۃ العالم العربی" ان کے سامنے پڑھائی، انہوں نے تھوڑا سا پڑھا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا، پھر آخری باب کی پہلی فصل کے چند عنوانات میں نے خود پڑھ کر سنائے، مثلاً "الاستعداد الروحی" روحانی تیاری اور "الاستعداد الصناعی والحربی" صنعتی و جنگی تیاری اور "التنظیم العلمی الجدید" جدید علمی تنظیم"۔ میں نے ان کی فرصت و توجہ کے اس موقع کو غنیمت جانا کیوں کہ صحافیوں کو پڑھنے اور مطالعہ کا زیادہ وقت نہیں ملتا، وہ قارئین کے سامنے اپنے خیالات کو پیش کرنے کی فکر میں دوسروں کی چیزیں پڑھنے کا وقت نہیں نکال پاتے، میں نے اس

www.abulhasanalinadwi.org

گذارش کے ساتھ کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ کے لئے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ موقع نکالیں گے۔ کتاب کا ایک نسخہ ہدیہ کیا، انہوں نے مطالعہ کا وعدہ کیا اور اپنے رسالہ میں شائع کرنے کے لئے میری تصویر مانگی، میں نے تصویر دینے سے معذرت کردی، میں نے اپنی وہ تصویر دینے کا وعدہ کیا جس کو میں اپنے قلم سے کھینچتا ہوں، جو میری فکر و زندگی کی تصویر ہے۔ انہوں نے اس کو منظور کر لیا۔

پھر ہم نے ان سے اجازت چاہی اور "الرسالہ" کے دفتر گئے، وہاں ہمیں احمد حسن زیاتؔ صاحب نہ ملے، یہاں سے ہم "شباب سیدنا محمدؐ" کے مرکز دار الارقم گئے، معلوم ہوا کہ حسین یوسف صاحب سفر میں ہیں کل لوٹیں گے، اس کے بعد ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا پھر شبرا گئے جہاں احمد عثمان صاحب سے ملاقات ہوئی پھر اپنے دوست الحاج علی الشریف کے ساتھ حسن بے عبد الوہاب صاحب کے گھر گئے۔ ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے چائے پی اور بعض تاریخی آثار و یادگار کے متعلق گفتگو رہی، انکی تحقیقات و مطالعہ اور ان کی رائے سے ہم اس نتیجہ پر پہونچے کہ سیدہ نفیسہ کے علاوہ قاہرہ کے اندر اہل بیت میں سے کسی اور قبر کا ہونا تاریخی طور پر ثابت نہیں۔ میں نے ان سے علامہ سید مرتضیٰ "بلگرامی" کی قبر کے متعلق پوچھا جو زبیدی کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انکی اہلیہ تو سیدۃ رقیہ کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی وہیں مدفون ہوں گے پھر انہوں نے تاریخ جبرتی اٹھا کے دیکھا تو اس سے یہی ثابت ہوا انہیں کے یہاں "الادارۃ الثقافیۃ" شعبۂ مخطوطات کے ناظم محمد رشاد عبد المطلب صاحب سے ملاقات ہوگئی ان کے اور حسن عبد الوہاب صاحب کی معیت میں دوشنبہ کے دن دو بجے "دار الکتب المصریۃ" اور "دار الآثار العربیۃ" دیکھنے گئے ہوا۔ حسن عبد الوہاب صاحب کے گھر سے ہم لوگ شیخ احمد عثمان کے ساتھ "العشیرۃ المحمدیۃ" کے دفتر گئے اور انجمن کے صدر شیخ استاد محمد زکی ابراہیم سے ملے اور العشیرہ کے کچھ رسائل دیکھے۔ میں نے غرض

www.abulhasanalinadwi.org

کیا کہ فقہی بحث ومباحثہ اور شخصیات پر جرح وقدح کرنے سے بچنا بہت ضروری ہے۔ میں نے کہا کہ اس وقت تو مادہ پرستی، اخلاقی انارکی کے مقابلہ اور دین خالص کی دعوت دینے پر ساری کوششوں کو مرکوز کر دینا چاہیئے۔ ہمیں یہ نہ معلوم تھا کہ آج انجمن میں درس کا دن ہے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم تھا کہ ہم انجمن کے درس میں شریک ہونگے تو تقریر بھی کرنی ہوگی چنانچہ محمد زکی صاحب نے جلسہ میں شرکت اور مختصر تقریر کی دعوت دی ہم نے ان کی دعوت قبول کرلی اور جلسہ میں حاضر ہوئے پہلے تو احمد عثمان صاحب نے ہندوستان میں ہمارے طریقۂ دعوت وتبلیغ کی تشریح میں تقریر کی انہوں نے بڑی خوبی واجمال کے ساتھ ہمارے طریقۂ دعوت کو بیان کیا پھر میں نے ان کی تقریر کی تائید اور اس کی مزید تشریح کی پھر واپس آگئے۔

آج ہم یٰسین الشریف اور مولانا عبید اللہ بلیاوی کے ساتھ الرسالہ کے دفتر گئے وہاں معلوم ہوا کہ احمد حسن زیات صاحب سفر میں ہیں دوشنبہ کے دن دفتر آئیں گے۔

پنجشنبہ ۹/۵/۱۳۷۰ھ، ۱۵/۲/۱۹۵۱ء

جناب علی الغایاتی کے ساتھ

منبر الشرق کے اڈیٹر علی الغایاتی صاحب سے ملنے کی غرض سے ہم لوگ خیلو میدان کی طرف چلے، ہندوستان میں ہم لوگ اس پرچہ کے خریدار تھے، اس کے مضامین میں ہم ایمان کی جھلک محسوس کرتے تھے، ہمیں اس کے ایڈیٹر سے ملنے کا شوق ہوا ایسے لوگ جو دینی احساس رکھتے ہیں اور دین کے غلبہ اور کامیابی کے لئے جدّوجہد کرتے ہیں، ہر شہر میں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے، لہٰذا ان چھوٹے چھوٹے دینی خاندانوں میں ایک دوسرے سے رابطہ قائم ہونا ضروری ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

غایاتی صاحب اپنے گھر ہی پر ہم لوگوں سے ملے، ہمیں ان کے بالوں میں سفیدی، چہرہ پر ایمان کا نور نظر آیا، میں نے ان سے اپنا تعارف کرایا، اپنے کچھ پمفلٹ اور ماذا خسر العالم کا ایک نسخہ انہیں پیش کیا، وہ ہندو پاک ان دونوں کے مستقبل دینی ماحول اور ان دونوں ملکوں میں حکومت کے رجحان کے متعلق سوالات کرتے رہے.....؛ میں نے اپنے علم و مشاہدہ کے مطابق انکو جواب دیا۔

بلادِ عربیہ اور ہندو پاک کی مثال

ہندو پاک میں دینی شعور و بیداری کا ذکر چھڑ گیا، میں نے کہا ہندو پاک کے مسلمانوں میں بڑا دینی جذبہ اور عرب ممالک سے بہت زیادہ دین کی عظمت پائی جاتی ہے۔ معاف فرمائیں، بلادِ عربیہ میں تو دین کے ساتھ وہ معاملہ ہے جو آسودہ شخص کھانے کے ساتھ بے رغبتی و بے اعتنائی کا معاملہ کرتا ہے، عرب ممالک کا حال اس بچہ کا سا ہے جو دینی علمی گھرانے میں پلا ہو، ہمہ وقت اپنے پیش و پیش، چپ و راست دینی کتابیں اور رسائل دیکھتا ہو، اس صورتحال سے دین و علم کے ادب و احترام کا جذبہ اس کے اندر سے ختم ہو گیا ہو تو ظاہر ہے کہ وہ دین و علم کا کما حقہٗ ادب و احترام اور اسکی قدر شناسی نہ کرے گا۔

اسی طرح یہ ممالک جو اصلاً اسلام کے داعی اور خالص عرب ہیں، دین و رسول اور قرآن کی طرف عادت و رسم کی نظر سے دیکھتے ہیں جس میں نہ کوئی کشش ہوتی ہے نہ تعظیم اس کے بمقابل ہندوستان و پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اسلام کو اس نو مسلم کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اپنے دین میں پشتینی مسلمانوں سے بہت زیادہ جوشیلا اور جذباتی ہوتا ہے وہ دین کا اتنا اہتمام کرتا ہے جو خود عربوں میں پایا نہیں جاتا، پھر میں نے ان سے دونوں ملکوں میں نئی دینی سرگرمی اور دعوت کے کام کا تذکرہ کیا، میں نے اپنی کتاب

www.abulhasanalinadwi.org

"ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" میں سے "محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ العالم العربی" کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے پڑھ کر انہیں سنایا انہوں نے بہت پسند کیا اور اس سے اتفاق ظاہر کیا۔

منبر الشرق اور اس کے ایڈیٹر

میں نے غایاتی صاحب سے منبر الشرق کے متعلق گفتگو کی انہوں نے بتایا کہ میں نے اسے جنیوا میں جاری کیا اور وہاں تقریباً ۲۰ سال تک رہا، لیکن خدا کا شکر ہے میں دین پر ثابت قدم رہا، وہاں کا ماحول اور مغربی تہذیب کے جراثیم مجھ پر اثر انداز نہ ہو سکے، حالانکہ جنیوا یورپ کے بہت زیادہ ترقی یافتہ شہروں میں سے ہے، پھر جب میں مصر واپس آیا تو ڈاکٹر زکی مبارک نے "الاھرام" میں لکھا کہ میں ایک ایسے مصری کو جانتا ہوں جو جنیوا میں ۲۰ سال رہا ہے لیکن وہاں کے تمدن و ترقی کا کوئی اثر قبول نہیں کیا اور وہ اپنے ازہری فکر کے ساتھ مصر واپس آیا، ہمیں امید تھی کہ وہ اپنے ملک و قوم کی خدمت کرے گا اور اپنے تجربات سے اس کو فائدہ پہونچائے گا مگر ہماری ساری امیدوں پر پانی پھر گیا، اسی طرح ہمارا رسالہ "منبر الشرق" بھی اپنے دینی رنگ اور اصول کا پابند رہا اسی وجہ سے اس کی اشاعت و مقبولیت اتنی نہ بڑھ سکی جتنی اسکے بعد..... نکلنے والے پرچوں کی بڑھ گئی، ہمارے دوست امیر شکیب ارسلان ظرافت میں فرمایا کرتے تھے کہ "منبر الشرق" آخرت میں کامیاب ہے، فرمایا میں ان لوگوں کے زمانہ کا ہوں جو عالمگیر اسلامی اتحاد (پان اسلامیزم) کے حامی تھے، میں نے اس مسئلہ میں ایک مرتبہ ملک عبد العزیز ابن سعود سے بات کی اور ان سے اس اسلامی وحدت اور مسلمانوں میں دینی مساوات کی طاقت کا ذکر کیا، تو انہوں نے کہا، حضرت سلمان فارسی کے واقعہ سے یہی ثابت ہوتا ہے، میں نے علی الغایاتی صاحب سے عرض

www.abulhasanalinadwi.org

کیا کہ "منبر الشرق" جیسے رسالہ کیلئے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ فقہی مباحث اور مقامی اختلافات میں پڑنے سے احتراز کرے وہ دین و اخلاق کی دعوت ہی کو اپنا ہدف بنائے اور اس پر جما رہے انہوں نے میری اس رائے سے اتفاق کیا اور اس کی تحسین کی، میں نے کہا جب تک میں مصر میں رہونگا آپ سے رابطہ رکھونگا انہوں نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور بڑے اخلاص و محبت کے ساتھ ہم کو رخصت کیا۔

دار ارقم میں

منبر الشرق سے ہم لوگ شباب سیدنا محمد[1] کے مرکز "دار الارقم" گئے، جناب حسین یوسف صاحب سے ملنے میں ہم لوگ کئی بار ناکام ہو چکے تھے لیکن وہ اس مرتبہ مل گئے، ہم لوگ اس ہونہار مسلم نوجوان سے ملے جو خلوص و ایمان سے بھرپور، نام نہاد ترقی پسندی و تجدد اور عریانی کے خلاف بہت کھل کر زور دار اور شعلہ بار مضامین لکھتا ہے میں نے انہیں ایک ذہین اور سرگرم نوجوان پایا، جوش جنون اور سوز دروں نے ان کو اور سنوار دیا ہے، ہندوستان میں اس رسالہ کے قارئین کو جو اس سے روحانی تعلق، قلبی لگاؤ اور گہری محبت ہے، میں نے ان سے اس کا ذکر کیا اور فحاشی و گندگی اور عریاں تصویروں کے خلاف انکے کامیاب جہاد کی تعریف کی۔

فحش و عریاں ادب کے خلاف طاقت ور جہاد کی ضرورت ہے

میں نے ان سے کہا کہ اس فحش و عریاں گندے اور بے لگام ادب کے خلاف

---

[1] مصر کی ایک انجمن کا نام ہے جس میں زیادہ تر نوجوان مسلمان تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

طاقتور محاذ اور صف آرائی کی ضرورت ہے، ایسا کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

انہوں نے بتایا کہ رسالہ "شباب سیدنا محمدؐ" نے فحش اخبارات و رسائل کے خلاف جو بعض مضامین لکھے اور انہیں دھمکی دی اس کا اثر ہوا ایک مرتبہ مجھے استاذ فکری اباظہ نے "المصور" کے دفتر بلایا اور ماضی میں شائع ہونیوالے مضامین کے متعلق معذرت کی اور وعدہ کیا کہ اب اخلاق کے منافی چیزوں کو اس رسالہ میں نہ شائع کریں گے اور تین سال تک اپنے وعدہ پر قائم رہے، اس کے بعد یہ رسالہ پھر اپنی پہلی حالت پر آگیا، میں نے کہا کہ مخالفت اور دھمکی ضروری ہے، یہ مادہ پرست لوگ ایسے مزاج کے ہیں کہ ان پر دھمکی اور نقصان کا خطرہ ہی اثر انداز ہو سکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ شاید آپکو تعجب ہوگا کہ "المقطم" وہ تنہا اخبار ہے جس نے کبھی شراب کا اشتہار اپنے صفحات پر شائع نہیں کیا اگرچہ وہ عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے اور انگریزوں کا دوست ہے، تاہم اس کے اس کردار کا ہم اعتراف کرتے ہیں، مصری پرچوں میں صرف یہی ایک پرچہ تصویریں اور فحش مضامین سب سے کم شائع کرتا ہے، انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ پاپائے روما کے نائب نے امیر محمد علی توفیق کو ان تصویروں کی اشاعت کی طرف متوجہ کیا جو ادب و اخلاق کے منافی اور جنسی جذبات کو بھڑکانے والی ہوتی ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی گفتگو نے ولی عہد کے جذبۂ فکر کو ابھارا اور انہوں نے ان اخبارات و رسائل کے تراشوں کے ساتھ شاہی محل میں رپورٹ پیش کی ازہر بھی اسکی اس کاروائی میں شریک ہوا۔ ہم لوگ نتیجہ کے منتظر رہے، لیکن معاملہ اسی جگہ ختم ہوگیا اور اس کے بعد کچھ پتہ نہ چلا، میں نے حسین یوسف صاحب سے گذارش کی کہ وہ اپنے ساتھیوں اور "شباب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے نوجوانوں سے ملاقات کرائیں ہم ان دونوں سے ملیں اور ان سے گفتگو کریں، انہوں نے اس کا وعدہ فرمایا اور جمعرات کو ہمیں اور بعض دیگر احباب کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا ہم نے شکریہ کے ساتھ اس دعوت کو

www.abulhasanalinadwi.org

منظور کر لیا۔

مغرب سے پہلے ہم لوگ "انصار السنۃ" کے دفتر گئے اور وہاں سے علی عدلی المرشدی اور بعض دیگر دوستوں کے ساتھ محمد آفندی عبدالوہاب البنا کے گھر مصر جدیدہ گئے جو "انصار السنۃ" کے سرگرم اراکین میں سے ہیں، وہاں ہمیں "انصار السنۃ" کے بعض اور ارکان وہمدرد ملے ہم نے ان سے باتیں کیں پھر رات کا کھانا کھایا اور شنبہ کے دن عابدین میں واقع جمعیۃ کے دفتر میں دوپہر کے کھانے پر آنے کے وعدہ پر ہم لوگ ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

جمعہ ۱۰/۵/۱۳۷۰ھ ۱۶/۲/۱۹۵۱م

جامع ازہر میں جمعہ

ابھی تک ہمیں اس کا اتفاق نہ ہوا تھا کہ قاہرہ کی مسجدوں میں سے کسی بڑی مسجد میں جمعہ پڑھتے اور جمعہ کی نماز میں شہری رسوم کو دیکھتے افسوس کی بات ہے کہ ہر شہر کا ایک خاص دینی رنگ اور رسم ورواج بن گیا ہے جو کسی دوسرے شہر کے غیر دینی رسم ورواج سے مختلف ہوتا ہے۔ یہ رنگ مقامی عادات واطوار سے تعلق رکھتا ہے، (اصلی دینی آداب سے اسکا کچھ تعلق نہیں)

چنانچہ ہم لوگوں نے طے کیا کہ آج جامع ازہر میں جمعہ پڑھیں گے، نماز جمعہ سے ایک گھنٹہ پہلے مسجد پہنچے اور دو ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھ کر بیٹھ گئے، قاری نے سورۃ کہف پڑھنی شروع کی جس کا مصر میں زور سے پڑھنے کا معمول چلا آرہا ہے، قاری نے لاؤڈ اسپیکر پر پڑھنا شروع کیا، جیسے ہی وہ ایک آیت پڑھتا لوگ بلند آواز سے چیختے اس کی آواز کی لطافت وحسن کی تعریف کرتے اور مکرر پڑھنے کا مطالبہ کرتے۔

اس ہنگامہ شور وشغب، آوازوں کے ٹکراؤ اور بلندی سے ایسا محسوس

www.abulhasanalinadwi.org

ہو رہا تھا کہ ہم ہندوستان کے کسی میلے یا مجلس وغیرہ میں ہیں، سب کہتے خدارا اللہ نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں اس سے ہمیں نوازنے میں بخل نہ کرو واہ واہ قاری کا حال یہ کہ ایک آیت پڑھتا پھر اس کو تین چار اور اس سے بھی زیادہ طرز و طریقہ سے دہراتا اور اپنی فنی مہارت کا مظاہرہ کرتا، لوگ اس پر جھومتے اور چلاتے اور ہم لوگوں کا حال یہ کہ اس عجیب و غریب صورت حال پر حیران و ششدر، نہ ہم نفل پڑھ سکتے تھے اور نہ اس طرز قرأت سے لطف اندوز ہو سکتے تھے اور نہ اس کو غور ہی سے سن سکتے تھے، مجھے تعجب ہوا کہ علماء ازہر نے قرآن عظیم کی عظمت اور مسجد کے آداب کے ساتھ یہ نامناسب طریقہ اختیار کرنے کی اجازت کیسے دی، مسجد بھی وہ جو ازہر کی سب سے بڑی مسجد اور اس کا دینی مرکز ہے جہاں ہونیوالی ہر بات سند بن سکتی ہے اور گاؤں اور دیہاتوں کے لئے فتویٰ کی حیثیت رکھتی ہے، سب سے بڑے اسلامی ملک کی سب سے بڑی مسجد کی یہ نماز ایسی نہ تھی جس سے کسی ذی علم مسلمان کو خوشی ہو، جمعہ کے بعد ہم لوگ شیخ امین الخطاب کے یہاں گئے وہاں سے ان کی اور شیخ محمد عثمان کی معیت میں اپنے دوست الحاج علی محمود الشریف کے گھر گئے اور وہاں علماء و احباب کی ایک جماعت کے ساتھ دوپہر کا کھانا ہوا، ان حضرات میں شیخ محمد طہٰ السکاکت بھی تھے، انہوں نے دار العلوم ندوۃ العلماء کے کتب خانہ کو اپنی نئی کتاب "درجات الناس عند ملوکہم" ہدیہ کی۔

مغرب کی نماز اَلکنا میں پڑھی یہ نمازیوں سے کچھا کچھ بھری ہوتی ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ مسجد بازار میں واقع ہے ہم نے سنا کہ بڑے لوگوں کی نماز جنازہ یہاں پڑھی جاتی ہے، مسجد سے نکل کر ہم لوگ بھائی یٰسین الشریف کے ساتھ اس جگہ گئے جہاں اخوان کے منتخب، اور مخصوص حضرات سے ملنا طے تھا، یہ ایک اخوانی وکیل کا دفتر تھا، وہاں شیخ حسن البنا مرحوم کے بھائی عبد الرحمٰن البنا سے ملاقات ہوگئی،

www.abulhasanalinadwi.org

دوسرے احباب بھی آگئے اور تعارف وگفتگو کا دور شروع ہوگیا، ہمارے بعد ہی جناب صالح عشماوی، محمد فرید عبدالخالق اور سعد الدّین الولیلی، جناب صالح قدور، محمد عبدالحمید اور عبدالحفیظ صیفی بھی آگئے۔

اخوان المسلمین سے میری امید

آج اخوان المسلمین کے بعض ذمہ داروں کی ایک بے ضابطہ مجلس میں شرکت کا اتفاق ہوا اور اخوان کی تحریک پر گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا، میں نے کہا کہ بعض عرب ممالک کی سیر کے بعد وہاں کے حالات سے واقف ہوکر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تحریک اخوان المسلمین اپنے مجوزہ خاکے کے مطابق اگر منظم ومضبوط ہوجائے تو وہ عالم عربی کو اخلاقی گراوٹ انتشار اور تیزی کے ساتھ غار ہلاکت کی طرف بڑھنے سے انشاءاللہ بچاسکتی ہے، اسی وجہ سے میں اس کو بڑی اہمیت دیتا ہوں مجھے اس سے محبّت بھی ہے لیکن عشق است وہزار بدگمانی کے اصول پر میں اپنے خیالات وتجربے جنکو میں نے ہندوستان کی سیاسی تحریکوں کے مطالعے سے حاصل کیا ہے، ایک مخلص بھائی اور خاندان کے فرد کی حیثیت سے پیش کرتا ہوں۔

تین اہم نکات

وہ یہ ہیں کہ کسی دعوت کے لئے جو اخوان کے طرز کی ہو اور کسی تحریک کے لئے جو اخوان کی تحریک کی طرح ہو تین نکات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ عوام کے دلوں میں مبادی ایمان کی تخم ریزی کو حسن تدبیر تنظیم، حصول اقتدار اور انتظامی امور پر مقدم رکھنا چاہیئے، اس طریقۂ کار کی درا‌ئی اور اس پر کارکنان تحریک کا ثابت قدم رہنا اور اس کے لئے جد وجہد کرتے رہنا،

www.abulhasanalinadwi.org

داعیوں اور کارکنوں کو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے اور درخت اپنا پکا ہوا مرغوب پھل دینے لگتا ہے لیکن جب تحریک کے چلانے والے جلدی کرتے ہیں اور اس منزل کو بہت تیزی سے طے کرنا چاہتے ہیں یا قوم میں دعوت کے بغیر اور اس کی تربیت کو پختہ کئے بغیر چھلانگ لگا کر سیاست وحکومت میں دخل دینے لگتے ہیں تو یہ درخت بار آور نہیں ہوتا، یا اس کے پھل کچے اور ناقص ہوتے ہیں، ہمارے لئے دعوت اسلامی کی ابتدائی منزل کے حالات میں بڑا سبق ہے، دعوت کے پہلے مرحلہ میں تیرہ ۱۳ سال مکہ میں صرف ہوئے اور کئی سال مدینہ منورہ میں لگے، عہد نبوی میں حکومت وتنظیم کی مدت دعوت وتبلیغ کی مدت سے بہت کم تھی اور شاید اللہ نے اخوان کی اس دعوت کے ساتھ بھی خیر کا ہی فیصلہ فرمایا ہے اور انکو دعوت کی پہلی ہی منزل پر رہنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ وہ اس وقت اقتدار کی دہلیز پر پہونچ گئے تھے، شاید یہ فیصلہ خداوندی اس لئے ہوا کہ دعوت کا کام پختہ ہو جائے اس کے کارکن اچھی طرح تربیت یافتہ اور تجربہ کار ہو جائیں، اس کے اصول مضبوط ومستحکم ہو جائیں، یہ بڑا سنہرا موقعہ ہے، اخوان کا فرض ہے کہ اس کو غنیمت سمجھیں، اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں، دعوت کو پھیلانے، دلوں میں ایمان کا بیج بونے اور دینی لوگوں کی تربیت اور قوم کے تمام طبقوں سے رابطہ قائم کرنے میں ایک لمحہ بھی نہ ضائع ہونے دیں۔

ایسی شخصیتوں کا پیدا کرنا جو دعوت کے کام کو چلائیں اور افراد کو تیار کریں اہم ضرورت ہے

دوسرا نکتہ ایسے افراد تیار کرنا ہے جو دعوت کے کام کو سنبھالیں، اور اسکے انتظام کو چلائیں، لوگوں کی تربیت کریں اور ہر خلا کو پر کریں، ہر دعوت وتحریک یا انجمن چاہے وہ کتنی ہی مضبوط ہو، اگر وہ نئے افراد نہیں تیار کرتی ہے تو وہ خطرے میں ہے، تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی باصلاحیت شخصیتیں یکے بعد دیگرے ختم ہوتی جائیں گی اور

www.abulhasanalinadwi.org

شخصیتوں کے معاملے میں اس کا دیوالیہ پن ظاہر ہو جائے گا۔

قلب وروح کو غذا پہنچانے کی ضرورت

تیسرا نکتہ قلب ونگاہ کو ایسی غذا پہونچاتے رہنا ہے جو داعیوں کے جوش و نشاط کو باقی رکھے، اور ان کی خرچ ہونے والی صلاحیت کا نعم البدل فراہم کرتی رہے، آدمی چراغ کی طرح ہے اگر اس کا تیل ختم ہو جائے تو وہ بجھ جائے گا، ہم نے بہت سی سیاسی تحریکوں اور دینی دعوتوں کو دیکھا ہے جن کے چلانے والوں نے اپنے آپ کو جیلوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کے لئے پیش کیا، لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد ان میں سستی پیدا ہوگئی ان کا جذبہ اندروں سرد پڑ گیا اور وہ پیچھے کی طرف پلٹ آئے بلکہ جہاں سے چلے تھے وہاں سے بھی پیچھے ہٹ آئے اور عامۃ الناس بلکہ بعض اوقات بازاری لوگوں سے بھی پست ہوگئے۔

ان تجربات سے معلوم ہوا کہ صرف وقتی جوش کا اعتبار نہیں، نہ محض قربانی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، کمال تو یہ ہے کہ اس کو بقاء و دوام حاصل ہو اور یہ بات روحانی تربیت اور دل کو ذکر اور حلاوت ایمانی سے معمور کرکے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

میں نے کہا کہ شیخ حسن البنا کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ان کے پاس ایک خداداد صلاحیت تھی، وہ ایک ایسی بڑی شخصیت کے مالک تھے جسے خدا نے جماعت کی تربیت اور دعوت کی قیادت کے لئے تیار کیا تھا وہ ان تمام پہلوؤں کا لحاظ رکھتے تھے، تاہم معتمد علیہ لوگوں میں سے جو ان کے ساتھ رہے ہیں میں ان سے تفصیل سننا چاہتا ہوں اور ان کا طرز فکر معلوم کرنے کا خواہش مند ہوں۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ حسن البنا کی شخصیت اور ان کی خداداد صلاحیتیں

محمد فرید عبدالخالق صاحب نے شیخ کی دعوت کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالی روحانی تربیت اور مردم سازی کی طرف انکی توجہ کا ذکر کیا، اخوانیوں کی زندگی میں انکے اثر و نفوذ اور ان کے گہرے تعلقات کا حال بیان کیا، انہوں نے بتایا کہ وہ ہر اخوانی کو مع ان کے نام کے جانتے تھے اور ان کے ذاتی حالات اور خانگی مسائل کو ایک ایک گھنٹے تک غور سے سنتے رہتے تھے، حتیٰ کہ اس وقت بھی جبکہ کام کی رفتار تیز ہوگئی اور وہ سیاسی اور انتظامی امور میں بہت زیادہ مشغول ہوگئے اس وقت بھی وہ ایک روزنامہ کی نگرانی کرتے تھے اور کبھی کبھی پوری رات جاگ کر گزار دیتے تھے، وزیروں سے ملاقات کرتے پریس کانفرنسوں میں شریک ہوتے۔

جماعت کی تربیت کی فکر

لیکن وہ اکثر فرماتے، کاش کوئی ان کاموں کی ذمہ داری سنبھال لیتا اور میں اخوان کے لئے فارغ ہوجاتا، انہوں نے جماعت کے نظام تعلیم و تربیت کو بڑے دلکش اور سلیس انداز میں بیان کیا اور جو باتیں میں نے عرض کی تھیں اس سے اتفاق کیا اور انکے ساتھیوں نے بھی اس کی تائید کی، انہوں نے کہا کہ وہ ان تین اہم نکات کا پورا اہتمام کرتے ہیں وہ اس سے غافل نہیں ہیں انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم اس کو ایک مشورہ یا رہنما اصول کے طور پر مرتب کر دیں وہ اس کو شائع کریں گے، میں نے ان سے لکھنے کا وعدہ کر لیا، انہوں نے شوق ظاہر کیا کہ بار بار اسطرح کی ملاقاتوں کی ضرورت ہے، میں نے ان سے اس مقصد کے لئے اپنے شوق و آمادگی کا اظہار کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

فرید عبد الخالق صاحب نے بدھ کے دن دوپہر کے کھانے پر بلایا، میں نے بے تکلف قبول کر لیا اس کے بعد مجلس ختم ہو گئی، ہر شخص خوشی و اطمینان اور اپنے ساتھی سے تعلق کا جذبہ محسوس کر رہا تھا۔

۱۱/۵/۷۰ھ ۱۷/۲/۵۱ء شنبہ

آج ہم لوگ "مطبعة السنة المحمدية" گئے اور اپنا رسالہ "المدّ والجزر فی تاریخ الاسلام" طباعت کے لئے دیا، یہاں سے "انصار السنة" کے دفتر گئے جہاں بعض دوستوں سے ملنا طے تھا، وہ حضرات آئے اور ان کے ساتھ ہم محمد آفندی عبد الوہاب البنا کے گھر مصر جدیدہ گئے وہاں ہمیں شیخ عبد اللہ بن علی یابس بخدی مل گئے جو "الرد القویم علی ملحد القصیم" کے مصنف ہیں، دوپہر کا کھانا کھا کر مغرب سے قبل واپس آ گئے اور "دار الکتاب العربی" گئے تاکہ وہاں سے "بین العالم وجزیرۃ العرب" کے کچھ نسخے حاصل کریں مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی ٹائٹیل نہیں چھپا ہے۔

۱۲/۵/۷۰ھ ۱۸/۲/۵۱م

ظہر کے وقت تک حجاز کے دوستوں کو خطوط و جواب لکھنے میں مصروف رہا۔ ظہر کے بعد انصار السنة کے دفتر گئے وہاں سے شیخ عبد اللہ بن علی یابس کے گھر گئے جہاں دوپہر کا کھانا کھایا، شیخ عبد اللہ نے اپنی کتاب الرّد القویم کا ایک نسخہ ہم کو ہدیہ کیا وہیں بیٹھے بیٹھے میں نے اس کی ورق گردانی کی اور سید قطب صاحب نے اسکے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو پڑھا، مجھے یہ مضمون بہت پسند آیا، مضمون بہت متوازن و بلیغ ہے جس سے لکھنے والے کی قوت ایمانی گہرے علم اور توازن فکر کا اظہار ہوتا ہے میں نے قصیمی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی بعض حضرات نے مخالفت کی لیکن صاحب خانہ نے میرے خیال سے اتفاق کیا، میرا خیال تھا کہ شاید ان سے مل کر انکی ذہنی الجھنوں کا حال معلوم ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہاں سے ہم لوگ پھر انصار السنۃ کے دفتر آگئے، وہاں شیخ محمد حامد فقی ملے جو شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل شیخ کی عیادت کے لئے نکلے تھے، وہ اسپتال سے نکل کر اپنے گھر جیزہ آگئے ہیں ان کے ساتھ ہم اور مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی بھی نکلے اور ان سے ملاقات کی، ان کی مزاج پرسی کی اور ان کے آپریشن کے بارے میں پوچھا، آپریشن کامیاب رہا، ان کی صحت اس وقت اچھی ہے ان سے میں نے حجاز مقدس کے دینی اخلاقی حالات سے متعلق گفتگو کی وہ میرے رسالوں کو پڑھ چکے ہیں، اپنی پسندیدگی اور میرے خیالات سے اتفاق کا اظہار کیا۔

علامہ محمد خضر حسین صاحب سے ملاقات

میں اور مولانا عبیداللہ صاحب جمعیۃ الہدایۃ الاسلامیہ کے پاس اتر گئے، اس کے چیف نگراں طہ ساکت صاحب نے ہم لوگوں سے شام کو چھ بجے آنے کے لئے کہا تھا وہاں ہم (جمعیۃ) کے صدر کلیۃ اصول الدین کے سابق شیخ واستاذ خضر حسین سے ملے، ان کے مضامین مختلف علمی رسالوں میں چھپتے تھے اور ہم ان سے واقف تھے اور دینی وادبی علوم کے ایک ماہر کی حیثیت سے ان کو پہچانتے تھے۔ انہوں نے بیماری کے سبب حسب وعدہ وقت پر نہ پہنچنے کی معذرت کی۔

علامہ خضر حسین اور جامعہ "زیتونہ" کے بارے میں کچھ معلومات

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ مصر میں کتنے دنوں سے ہیں؟ انہوں نے مجھے بتایا کہ مصر میں رہتے ہوئے اب تیس سال ہو رہے ہیں، میں اصل میں الجزائر کا باشندہ ہوں، میری پیدائش تیونس میں ہوئی، مصر آنے سے پہلے تقریباً دس سال سوریہ اور دیگر

www.abulhasanalinadwi.org

شہروں میں گزارے، تیونس کے جامعہ زیتونہ سے فراغت حاصل کی اور جرمنی میں بھی رہے، میں نے ان سے پوچھا جامعہ زیتونہ میں اور جامعہ ازہر میں زیادہ پرانا اور بڑا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ازہر زیادہ بڑا اور پرانا ہے، طلبہ کی تعداد اور ترقی میں اس کے بعد زیتونہ کا نمبر ہے اس وقت اس میں دس ہزار طالب علم ہیں، جبکہ تیونس کی کل آبادی ۳۵ لاکھ سے زائد نہیں۔

پھر بتایا کہ انہوں نے ردّ قادیانیت پر بھی کچھ کام کیا ہے، قادیانیت اور انکی بعض شخصیتوں کے بارے میں بعض سوالات بھی کئے اور اپنی تصنیفات میں سے بعض کتابیں ہم کو ہدیہ کیں، جن میں سے ایک (رسائل الاصلاح) ہے جو ان کے دینی اجتماعی اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے، یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے (آداب الحرب فی الاسلام) اور (خواطر الحیاۃ) جو ان کے اشعار کا دیوان ہے اور (طائفۃ القادیانیۃ) انہیں دیکھکر اور ان سے باتیں کرکے ہندوستان کے بہت سے باوقار اور معتبر علماء یاد آگئے، یہاں سے ہم اپنی قیام گاہ واپس آگئے۔

۱۳/۵/۷۰ھ مطابق ۱۹/۲/۶۵۱ء

آثار قدیمہ کی سیر

ظہر کے وقت تک خطوط کے جوابات لکھنے میں مشغول رہا، ظہر کے بعد ہم لوگ میوزیم گئے جہاں عربی آثار قدیمہ کے چیف انسپکٹر حسن عبدالوہاب ہمارے منتظر تھے، ازراہ نوازش ہم کو عربی میوزیم میں گھمایا، فلاں چیز کہاں سے نکالی گئی، اس کی کیا اہمیت ہے، فنی نقطۂ نظر سے اس کی کیا خوبیاں ہیں، ان سب باتوں کی وضاحت کرتے جاتے تھے عربی آثار کے ساتھ ساتھ ہم نے مصر کے عربی دور کی تاریخ کا بھی مطالعہ کیا، ہم لوگوں نے ظروف اور لکڑی کے ٹکڑوں اور اسلحہ جات کے علاوہ بہت سی چیزیں دیکھیں جو فسطاط کی کھدائی سے نکالی گئی تھیں ہم نے قیاس کیا کہ وہ فاتحین مصر اور صحابۂ کرام کے

www.abulhasanalinadwi.org

زمانہ کی چیزیں ہیں، یہی ثابت بھی ہوا، حسن عبدالوہاب صاحب نے بتایا کہ یہ فاطمی عہد یا اس سے پہلے کی چیزیں ہیں، عمارتی نقش و نگار کے اچھے نمونے سنگ مرمر کے رنگین ڈھلے ہوئے پتھر، مٹی کے برتن، لکڑی کے دروازے، پیتل کے خوبصورت کام، بناؤ سنگار کی چیزیں، تابوت منتقل ہونے والے محراب و منبر، بنی ہوئی چیزیں اور مصلے دیکھے، ہم نے دیکھا کہ مصر بڑھئی گیری کے کام میں بہت فائق اور ترقی یافتہ ہے، ہم نے لکڑی میں نقش و نگار اور سجاوٹ کی بڑی بڑی، انوکھی انوکھی چیزیں دیکھیں، سب سے انوکھی چیز جو ہم نے یہاں دیکھی وہ شمع دان ہیں جن کی دنیا میں مثال ملنی مشکل ہے اس میں شبہ نہیں کہ مصر کے آثار قدیمہ کا میوزیم اپنے انوکھے پن میں دنیا کے بہت سے میوزیموں سے بڑھا ہوا ہے۔

استاذ احمد حسن زیّات سے ملاقات

میوزیم سے نکل کر ہم "الرسالۃ" کے دفتر گئے جہاں الرسالۃ کے ایڈیٹر تاریخ الادب العربی کے مصنف احمد حسن زیّات سے ملے، میں کئی سال سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تاریخ ادب کا استاد تھا، یہ کتاب ہمارے یہاں کے درجۂ ششم کے نصاب میں تھی، میں نے اس کو پڑھایا اور ایک عرصہ تک اس سے میرا لگاؤ رہا، میں مصنف کے ادبی اسلوب اور عربی زبان و انشاء پر ان کی قدرت سے متأثر ہوا، اس وجہ سے یہ کتاب ادب و تاریخ دونوں کی جامع ہوگئی ہے اور شاید ادبی پہلو، تاریخی پہلو سے بڑھا ہوا ہے میں نے اپنے ان کے اس علمی رابطہ کا ذکر کیا، یہ فطری بات ہے کہ جب انسان اپنے پودے کو پھلدار دیکھتا ہے اور اس کا سایہ اتنا پھیلتا ہے کہ دوسرے ملکوں تک پہونچ جاتا ہے تو یقیناً اسے خوشی ہوتی ہے۔

انہوں نے بڑی کشادہ دلی اور انبساط کے ساتھ مجھ سے گفتگو کی، انہوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

ہندوستان کی دینی حالت اس کے مدرسوں، طلبہ اور اس ملک کے عربی زبان کے مستقبل کے بارے میں مجھ سے پوچھا وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس پر تعجب کا اظہار کرتے تھے، کہ ایک ہندوستانی جس نے اپنے ہی ملک میں عربی پڑھی، کس طرح اتنی روانی اور بے تکلفی سے عربی بولتا ہے، ہم لوگ چار آدمی تھے، انہوں نے ہم میں سے ہر ایک کو "تاریخ ادب عربی" کے گیارہویں اڈیشن کا ایک ایک نسخہ دیا، اور تین نسخے وحی الرسالہ کے دیئے ہم لوگوں نے اس قیمتی ہدیہ کو قبول کرنے سے معذرت کی، انہوں نے اصرار کیا تو ہم لوگوں نے شکریہ کے ساتھ اسکو قبول کر لیا، اس میں شبہ نہیں کہ اس ملک میں ہمیں اب تک جن ادبا اور مصنفین سے ملنے کا موقع ملا ہے یہ خوش اخلاقی اور زندہ دلی اور فیاضی میں بہت فائق ہیں

میں نے ان کو اپنا مضمون "اسمعی یا مصر" پیش کیا، انہوں نے اس کو شائع کرنے کا وعدہ کیا، جناب ساطع بک الحصری اور عادل زعتیر جو گستاف لیبان ضرف کی کتاب حضارۃ العرب کے مترجم ہیں[1]، جناب حسن زیات سے ملنے آگئے، ایک دوسرے نے اپنا تعارف کرایا۔

اس کے بعد ہم اپنی قیام گاہ واپس ہو گئے، پہونچے تو ازہری عالم شیخ زین العابدین فرارہ کو منتظر پایا، شیخ کی دعوت کا ایک خاص طرز ہے، ان کا فکر ان پر اس قدر حاوی ہے کہ وہ ہر مسئلہ اور حادثہ کو اسی فکر کی عینک سے دیکھتے ہیں، ان کے فکر کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہ سزاؤں کا سبب ہے، انسان کو دنیا میں جو بھی تکلیف پہونچتی ہے وہ اس کے گناہ کے سبب سے پہونچتی ہے، حتیٰ کہ پاؤں میں کانٹا چبھنا اور قدم میں ٹھوکر کا لگنا بھی گناہوں کے سبب سے ہوتا ہے، زنا قتل کا سزاوار بناتا ہے، فقر و فاقہ اور امراض خبیثہ کا سبب بتاتا ہے، بچوں کو جو تکلیفیں پہونچتی ہیں، ماں باپ کے گناہ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

---

[1] اس کتاب کا ترجمہ ہندوستان میں سید علی بلگرامی مرحوم نے تمدن عرب کے نام سے کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

انہوں نے ایک جماعت بنائی ہے خود ہی اس کے صدر ہیں "حتی شکۃ الشوکۃ بذنب" کے نام سے وہ مشہور ہوگئے ہیں، اس میں شک نہیں کہ یہ دعوت ایسے ملک میں جہاں معاصی و منکرات پھیلے ہوئے ہیں اور لوگ معاصی پر جری ہوگئے ہیں اور اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں، مفید ہوگی۔

میں نے ان کو "اسمی یا مصر" کا تازہ مقالہ جو میں نے کل ہی پرسوں ختم کیا تھا، "الرسالہ" میں اشاعت کے لئے دیا، وہ بار بار اس کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ آپ ہی کا خط ہے؟ مجھے اس پر حیرانی تھی کہ مصری فضلاء، ہندوستان کے علماء اور عربی سے تعلق رکھنے والوں کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ وہ خوشخط عربی لکھ سکیں، "الرسالہ" کی اگلی اشاعت میں یہ مقالہ شائع ہوا، اور لوگوں نے مصر اور مصر کے باہر اس کو پڑھا۔

محمد فرید عبدالخالق کی دعوت میں

ظہر کے وقت تک لکھنے اور تصحیح کرنے میں مشغول رہا اور ظہر کے بعد میں مولوی عبیداللہ صاحب اور یٰسین الشریف کے ساتھ محمد عبدالخالق کے گھر گیا، وہاں محترم محمد الغزالی، عبدالحفیظ صیفی اور کلیۃ الحقوق کے استاد ڈاکٹر توفیق شاوی مل گئے ہم لوگ باتیں کرنے لگے، اثنائے گفتگو میں تصوف اور اس کی ابتداء پر بات چل نکلی میں نے کہا کہ اسلامی خلافت دونوں پہلوؤں کی نمائندگی کرتی تھی، انتظامی اور سیاسی پہلو کی بھی، اخلاقی اور روحانی پہلو کی بھی، خلافت اسلامی مسلمانوں کی زندگی میں ان دونوں چیزوں کی حفاظت اور فروغ دینے کی ذمہ دار تھی اور دونوں ہی کی بیک وقت جواب دہ بھی، پھر جب خلافت ان لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو یہ جامعیت نہیں رکھتے تھے اور دین سیاست سے الگ ہوگیا تو خلافت یا حکومت نے صرف انتظامی پہلو پر زور دینا شروع کیا، اخلاقی اور روحانی پہلو ختم ہو کر رہ گیا، کوئی اس کا داعی نہ رہا، فرد یا

www.abulhasanalinadwi.org

جماعت کسی کی بھی اس کی طرف توجہ نہ رہی، تہذیب وتمدن، عیش وطرب، مال کی ریل پیل اور اخلاقی انحطاط کا دور دورہ ہوا، قریب تھا کہ مسلمان اس سیلاب بلاخیز کی نذر ہو جاتے مگر کچھ اللہ کے بندے میدان میں آئے اور اس دھارے سے برسرپیکار ہوئے انہوں نے اخلاقی وروحانی دعوت کو عام کیا اور کچھ لوگوں کو اپنی آغوش تربیت میں لیکر پرسکون فضا میں تربیت دینے لگے، جب وہ تیار ہو جاتے تو ان کو اس دعوت کو پیش کرنے کے لئے وہ باہر بھیجتے، ان کی یہ دعوت اور کد وکاوش بارآور ہوئی اور مادہ پرستی کا زور کم ہوا، اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو مادیت پوری طرح چھا جاتی، توفیق شادی صاحب نے کہا کہ لیکن تصوف کی بنیاد غیر اسلامی ہے، وہ اونچ نیچ کی بنیاد پر قائم ہے جس کو اسلام غلط سمجھتا ہے اور اس کی مخالفت کرتا ہے، اہل تصوف کا ایک خاص طبقہ اور مخصوص یونٹ ہے، پھر ان کے آپس میں الگ الگ طبقے ہیں، یہ شیخ ہیں، یہ ان کے خلیفہ ہیں، یہ مرید ہیں، یہ مخدوم، اور یہ خادم وغلام ہیں، میں نے بعض خانقاہوں اور حلقوں میں غلامی اور بیگار کراتے دیکھا، مزید براں میں نے تصوف میں ہندی اور یونانی فلسفہ کے اثرات پائے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، میں نے کہا یہ سب باتیں تو آخری عہد میں تصوف میں پیدا ہوئی ہیں، حضرت حسن بصری اور ان کے طبقہ کے لوگوں میں ان میں سے کوئی چیز نہ تھی، غزالی صاحب نے تصوف کی دوسری چیزوں پر تنقید کی، جو اب تصوف میں پیدا ہو گئی ہیں، اور "صوفیوں" کے یہاں چلی آرہی ہیں، مثلاً وراثت اور بیٹوں اور پوتوں کو خلیفہ بنانا۔

تصوّف عارضی اور محدود علاج ہے

اس تبادلۂ خیال کے بعد ہم لوگ اس پر متفق ہو گئے کہ تصوف عارضی اور محدود علاج ہے، جب اسلامی زندگی اپنے صحیح ڈھانچہ پر آجائے اور حقیقی اسلامی خلافت قائم ہو جائے اور اپنی انتظامی، اخلاقی اور روحانی ذمہ داریوں کو سنبھال لے تو کسی اور

www.abulhasanalinadwi.org

طریقہ اور جزوی اصلاح کی ضرورت نہیں، دوران گفتگو میں شیخ بہی الخولی صاحب آگئے جو اس وقت اخوان کے فکری رہنماؤں میں سے ہیں، وہ بھی اس علمی مباحثہ میں شریک ہوگئے، مجھے ان سے ملنے کا شوق تھا چنانچہ سابق تعیین کے بغیر ملاقات ہوگئی، پھر ہم لوگ کھانے پر بیٹھے اور کھانیکے بعد پر لطف مجلس ہوئی، میں نے شیخ بہی الخولی کو اپنے رسائل پیش کئے اور یکشنبہ کو آٹھ بجے پھر ملاقات طے ہوئی، مجھ سے عبدالحفیظ صیفی صاحب نے صالح حرب باشا[1] سے ملنے کے لئے کہا، اس لئے کہ وہ جمعیۃ الشبان المسلمین میں میری تقریر کے سلسلے میں ان سے بات کرچکے تھے، لہٰذا انہوں نے مناسب سمجھا کہ ہماری ان کی ملاقات ہوجائے، تاکہ وقت اور موضوع کا تعین ہوجائے، چنانچہ ہم لوگ ان کے پاس گئے، اور تھوڑی دیر بیٹھے، انہوں نے مصر کے بارے میں میری رائے معلوم کرنی چاہی، میں نے کہا کہ مصر کے بارے میں برابر پڑھتا اور مشاہدہ کرتا رہتا ہوں، اس میں خوش کن اور دلخراش دونوں ہی قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں، انہوں نے کہا کہ مصر کے جغرافیائی محل وقوع نے فائدہ سے زیادہ اس کو نقصان پہونچایا ہے، میں نے ان سے کہا کہ اس کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں تاجرانہ ادب کا بڑا دخل ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو ادب فاجر کہنا زیادہ مناسب ہوگا، ان کے پاس سابق وزیر تجارت اور بین الاقوامی غذائی کارپوریشن کے ممبر محمود توفیق حفناوی بھی تھے۔

---

[1] اللواء صالح حرب باشا یہ مصری افواج کے سابق جنرل تھے، مولانا محمد علی جوہر اور ڈاکٹر اقبال وغیرہ سے خوب واقف ہیں، اب انہوں نے اپنی پوری زندگی اسلامی کاموں کیلئے وقف کردی ہے اور جمعیۃ الشبان المسلمین (جسکے بانی ڈاکٹر عبدالحمید سعید تھے اور جسکی شاخیں مصر اور سوڈان میں پھیلی ہوئی ہیں) کے صدر عام ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

احمد شرباصی صاحب اور ان کا محاضرہ (لکچر)

محترم صالح حرب باشا کے پاس سے ہم لوگ اٹھے اور احمد شرباصی صاحب کے مقالہ میں شریک ہوئے وہ ایک ادیب، پرجوش اور خوش گفتار جوان ہیں، محاضرہ کا موضوع اسلام میں برتھ کنٹرول "تحدید النسل فی الاسلام" تھا، محاضرہ فاضلانہ تھا حسن ادا اور خطابت، اور مواد کی فراوانی دونوں چیزوں کا جامع تھا، محاضرہ ادبی فصاحت و رنگین بیانی میں نمایاں تھا، شرباصی صاحب نے اس بات کا اظہار کیا کہ اسلام برتھ کنٹرول کی اجازت ایسی صورت میں دیتا ہے جب ضروری وجوہ جواز پائی جائیں، پھر اس کی وضاحت کی لیکن اس وقت مصر میں برتھ کنٹرول کا کوئی محرک نہیں ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم ان محبوب و ناز پروردہ کتوں پر برتھ کنٹرول کریں، جو موٹروں پر سوار رہتے ہیں، اور اگر مرجائیں تو عورتیں محفل نوحہ و ماتم قائم کرتی ہیں، اور ان کی قبر بناتی ہیں، مصر کے اقتصادی اور اجتماعی حالات برتھ کنٹرول کے متقاضی نہیں ہیں۔

محاضرہ ختم ہونے کے بعد ہم لوگ صالح حرب باشا کے پاس گئے اور یہ طے ہوا کہ بدھ کے دن ۷، بجے شام کو ہمارا محاضرہ ہوگا، میں نے محاضرہ کا موضوع "العالم علی مفترق الطرق" اختیار کیا۔

۱۵/۵/۱۳۷۰ھ مطابق ۲۱/۲/۱۹۵۱ء

دار الکتب المصریہ میں

ظہر کے وقت تک والد مرحوم کی کتاب "جنۃ المشرق ومطلع النور المشرق" کی تصحیح میں لگا رہا جو تاریخ ہند اس کے جغرافیہ اور اس کے متعلقات کے موضوع پر ہے، ڈاکٹر احمد امین نے مجھے یہ کتاب دی۔ کہ میں اس کے ہندی ناموں کو درج کردوں، پھر

www.abulhasanalinadwi.org

ظہر بعد ہم لوگ دارالکتب المصریۃ گئے، ہمارے ساتھ شیخ احمد عثمان اور جناب رشاد آفندی تھے، رشاد صاحب یہاں کثرت سے آتے رہتے ہیں، اس کتب خانہ میں نوادر و مخطوطات کا جو ذخیرہ ہے اس سے وہ خوب واقف ہیں ان کے خصائص و تاریخ پر بھی ان کی اچھی نظر ہے ہمیں اپنے ساتھ لے کر اس کتب خانہ میں پھرے، یہ کتب خانہ عالم اسلام کے سب سے بڑے اور وسیع ترین کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے، یہاں نوادر اور بہترین کتابیں اور خود مصنفین کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے مخطوطات ہیں، استنبول (قسطنطنیہ) کے کتب خانوں کے علاوہ اور کوئی کتب خانہ اس مصری کتب خانہ سے فائق نہیں ہے، میں نے وہاں بیہقی، ابن حجر، ذہبی، ابن الشجری اور الشعرانی جیسے بڑے بڑے مصنفین کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابیں دیکھیں، ہم لوگ فہرست کے مرتب سید فواد سے ملے، ہمیں بتایا گیا کہ اس کتب خانہ میں پانچ لاکھ کتابیں ہیں ہم لوگ مغرب سے کچھ پہلے یہ سمجھتے ہوئے کتب خانہ سے نکلے کہ اتنی مختصر مدت کی سیر کافی نہیں، اگر ہم اس زبردست کتب خانہ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ عرصہ تک آتے جاتے رہیں۔

شیخ حسنین محمد مخلوف سے ملاقات

بازار کی مسجدوں میں سے ایک مسجد میں ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اور وہیں الجمعیۃ الشرعیۃ کے ایک ممبر کی دوکان پر مصر کے سابق مفتی حسنین محمد مخلوف صاحب سے ملاقات ہوگئی، وہ بڑی خوش خلقی اور انکساری کے ساتھ ہم لوگوں سے ملے اور ہم لوگوں کو حلوان بلایا، ہم سے ملاقات کے لئے اصرار کیا کہ ان سے ملیں اور ان کے ساتھ کچھ وقت گزاریں ہم نے ان کو بعض رسالے ہدیہ کیے، عشاء کے بعد بھائی عبداللہ العقیل اور ان کے ایک ساتھی آگئے ان دونوں کی موجودگی ہی میں انصار السنۃ کے نگراں محمد عبدالوہاب البنّا اور بھائی علی عدلی المرشدی آگئے، کچھ دیر بیٹھے پھر واپس ہوگئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱۶/۵/۷۰ھ مطابق ۲۲/۲/۶۵۱

ڈاکٹر احمد امین سے گفتگو

صبح ہی صبح استاذ محمد رشاد آگئے اور انہیں کے ساتھ ہم لوگ ڈاکٹر احمد امین سے ملے، ان کے اسکندریہ کے سفر کے بعد سے ابھی تک ان سے ملاقات نہیں کی تھی، ان کو جنۃ المشرق واپس کی، ادب اور ادباء کے بارے میں ان سے گفتگو رہی، میں نے ان چار کتابوں کے بارے میں ان کی رائے معلوم کی جن کو ابن خلدون نے اصول ادب میں شمار کیا ہے، ابو علی القالی کی کتاب "الامالی" مبرد کی الکامل جاحظ کی البیان والتبیین ابن قتیبہ کی ادب الکاتب۔

ادب کے اصول اربعہ کے بارے میں ان کی رائے

انہوں نے کہا کہ ادب الکاتب تو خشک کتاب ہے، رہی تاریخ الکامل تو اسکے مصنف کو انتخاب کا ملکہ نہیں اور یہ بات لطافت ذوق ہی سے حاصل ہوتی ہے بقول صاحب "عقد الفرید" کے کہ وہ بعض گھٹیا ترادبی ٹکڑوں کا انتخاب کر لیتے ہیں، ان چاروں میں سب سے بہتر "البیان والتبیین" ہے، میں نے کہا مگر اس کے حسن ترتیب میں نقص ہے، وہ منتشر و پراگندہ ادبی نمونوں کا مجموعہ ہے کوئی نظم و ترتیب نہیں ہے، ہندوستان کے بعض ادباء کہتے ہیں[1] کہ "البیان والتبیین" نثر کا حماسہ ہے، ڈاکٹر احمد امین نے کہا کہ المرزوقی نے حماسہ کی شرح میں بیان کیا ہے کہ اس کا نام "البیان والتبیان" ہے، یہ بات قرین قیاس بھی ہے

---

[1] یہ علامہ شبلی کا قول ہے مجھ سے سید صاحب نے بیان کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس لیئے کہ "البیان والتبیین" میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

احمد امین ابوحیان کو جاحظ پر فوقیت دیتے ہیں

پھر انہوں نے کہا کہ میں ابوحیان توحیدی کو جاحظ سے فائق سمجھتا ہوں اسلئے کہ اس کا زمانہ زیادہ گہرا تھا، میں نے کہا لیکن جاحظ کا امتیاز جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب "ضحی الاسلام" میں لکھا ہے، یہ ہے کہ وہ اپنے عہد اور معاشرہ کی سچی تصویر پیش کرتا ہے انہوں نے کہا کہ اسی طرح ابوحیان بھی اپنے ماحول و معاشرہ کے خدوخال پیش کرتا ہے پھر ان کی دوسری کتابوں کا ذکر شروع ہوگیا، احمد امین نے کہا کہ ان کی کتابوں میں ایک "الہوامل والشوامل" بھی ہے، میں نے کہا یہ عجب نام ہے، اس لئے کہ حج تو اسلام کے ارکان اربعہ میں اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ وہ شوق و محبت کا نمونہ پیش کرتا ہے، انہوں نے کہا جی ہاں میں نے یہ کتاب دیکھی نہیں ہے، چاہتا ہوں کہ اس کو پڑھوں اور اس کے فکر و مقصد کو سمجھوں۔

حماسہ کی شرحیں

پھر حماسہ کی شرحوں کا ذکر آیا، ڈاکٹر احمد امین نے مرزوقی کی شرح کو تبریزی کی شرح پر ترجیح دی اس لئے کہ تبریزی کی شرح اشعار کے سمجھنے میں طالب علم کی مدد نہیں کرتی بلکہ لغوی تحقیقات و نکتے پیش کرتی ہے۔

اندلسی ادب

باتوں باتوں میں اندلسیوں کا ذکر چھڑ گیا، میں نے کہا کہ اندلس کے علم و ادب

www.abulhasanalinadwi.org

میں وہ گہرائی نہیں ہے جو مشرق کے علم وادب میں ہے، اندلس کا علم وادب مغرب میں سطحی سمجھا جاتا ہے، ادبی پہلو علمی پہلو پر ہمیشہ غالب رہتا ہے، ڈاکٹر احمد امین نے میرے اس خیال سے اتفاق کیا۔ ڈاکٹر احمد امین صاحب کے یہاں سے ہم اس پروگرام کے ساتھ لوٹے کہ اتوار کے دن "کلیۃ الادب" میں ان سے ملیں گے اور کالج اور اس کے شعبوں اور کتب خانوں کو دیکھیں گے، "العتبۃ الخضراء" سے ہم مولوی عبدالرشید ندوی کے ساتھ دارالکتاب العربی گئے، اس کے مالک الحاج علی میناوی صاحب نے خوش آمدید کہا وہاں شیخ محمد الغزالی اور شیخ بہی الخولی سے ملاقات ہوگئی اس غیر متوقع ملاقات سے بڑی خوشی ہوئی اور ہم لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، میں استاد بہی الخولی سے ملاقات کو غنیمت سمجھتا ہوں، جناب صالح عشماوی بھی آگئے شیخ بہی الخولی نے ہمارے ان رسائل کو پڑھ لیا تھا، جو میں نے انہیں استاد محمد فرید کے گھر پر پیش کئے تھے اس کی وجہ سے وہ قدر ومحبت سے لبریز دل اور شرح صدر کے ساتھ ملے، اس میں شبہہ نہیں کہ فکر وذوق کی یگانگت اور اتحاد عقیدہ طاقت ور روحانی رابطہ ہے چنانچہ وہ بے ساختہ کہہ اٹھے، شیخ ابوالحسن میں نے آپ کی صورت دیکھی تھی لیکن آپ کو پہچانا آپ کے رسالوں سے ان تقریروں کو پڑھ کر پسندیدگی وخوشی کا اظہار فرمایا، اور فرمایا کہ ان رسالوں میں میں نے مقامی اثر نہیں محسوس کیا، نہ کسی خاص شہر کی فضا کا ان پر اثر ہے جیسا کہ بعض مصنفین کی تحریروں میں یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ ان کو پڑھنے والا فوراً سمجھ جاتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف مصری یا عراقی ہے، اس کے برعکس میں نے آپ کی تحریر میں یہ بات نہیں محسوس کی آپ کا فکر وسیع ہے، آپ کسی خاص ملک وشہر کو سامنے رکھ کر نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کو سامنے رکھ کر لکھتے ہیں آپ کی تحریر اس ماحول سے کیوں متأثر نہیں ہوئی، جہاں بیٹھ کر آپ نے لکھا ہے اور جہاں سے تحریریں شائع ہوئی ہیں، میں نے عرض کیا کہ اس کا سبب شاید یہ ہے کہ میں نے حجاز مقدس اور عرب ملکوں کے لئے لکھا ہے ہندوستان میرے پیش نظر نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

تھا اس کے بعد میں اپنی قیامگاہ کے لئے نکلا اور ساتھ ساتھ بھی انجمن بھی میری قیامگاہ تک چلنے کے لئے نکلے، میں نے ادباً ان سے واپس ہو جانے کی درخواست کی مگر انہوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ میں آپ کی قیام گاہ دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ وہ تشریف لائے اور تھوڑی دیر بیٹھے دوران مجلس اسلام، مسلمانوں اور بعض اسلامی ملکوں سے اور تحریک اخوان المسلمین سے متعلق باتیں کرتے رہے ان کے فکر کی گہرائی وقت نظر اور قوت ایمانی سے میں متأثر ہوا۔

ظہر بعد ہم لوگ شباب سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مرکز دار الارقم گئے وہاں علماء و مشائخ کی ایک جماعت کو جن میں علامہ سید مبشر الطرازی افغانی اور کچھ ازہری علماء بھی تھے اپنا منتظر پایا ایک دوسرے سے تعارف ہوا اور تھوڑی دیر مجلس رہی، سید مبشر الطرازی مولانا سید سلیمان ندویؒ کے مخلص دوستوں اور ان کے محبین میں سے ہیں پھر ہم عمارت کے کمروں میں سے ایک کمرے میں دوپہر کے کھانے کے لئے گئے، کھانے کے بعد انجمن کے شعبوں اور شاخوں میں گئے، تھوڑی دیر بیٹھ کر عورتوں کے مظاہرہ پر گفتگو کی، جسکا چرچا تھا یہ مظاہرہ قاہرہ کی نوجوان لڑکیوں نے کیا تھا، اہل مجلس نے اس مظاہرہ پر سخت نکیر کی، اور انجمن کے صدر نے وزیر اعظم کے نام احتجاجی تار کی عبارت تیار کی۔

۵۱/۲/۲۳ — ۷۰/۵/۱۷

سید قطب کے ساتھ

دس بجے کے بعد میں اور مولانا عبید اللہ بلیاوی صاحب دار الکتاب العربی گئے، جہاں مطبع کے مالک حلمی میناوی اور شیخ محمد الغزالی کو اپنا منتظر پایا، یہ طے ہو چکا تھا کہ آج ہم لوگ سید قطب سے ملنے حلوان جائیں گے، حلمی میناوی صاحب نے ان سے فون پر بات کی اور پوچھا کہ کیا آپ "ماذا خسر العالم" کے مصنف شیخ ابوالحسن کو جانتے ہیں جواب دیا ہاں واقف ہوں، وہ "ماذا خسر العالم" بازار سے خرید کر اس کا مطالعہ کر چکے تھے

www.abulhasanalinadwi.org

منیاوی صاحب نے کہا کیا آپ ان سے ملیں گے؟ انہوں نے بڑے شوق و مسرت کے ساتھ کہا ہاں ہاں ضرور، تو منیاوی صاحب نے کہا ہم انکو لے کر آرہے ہیں، ہم لوگ الحاج حلمی منیاوی کی موٹر پر سوار ہوئے اور سید قطب سے ملنے کے لئے حلوان کا رخ کیا، حلوان قاہرہ سے تیس ۳۰ کلومیٹر دور ہے، حلوان پہونچے تو امام خطبہ دے رہا تھا مسجد میں داخل ہوئے اور جمعہ کی نماز پڑھی، حلمی صاحب ان کا گھر بھول گئے، لہٰذا انکے گھر کی تلاش میں شہر کی سڑکوں پر لوگوں سے پوچھتے پھرے، اندیشہ ہوا کہ اس میں بڑا وقت ضائع ہو جائے گا ہمیں خبر نہ ہوئی! حالانکہ سید قطب جب ہمارا سامنے ہی تھے، ہم لوگ ان کے گھر گئے، میں نے عرض کیا کہ میرے ساتھ عبدالغفور صاحب عطار کا تعارفی خط تھا میں اسے گھر ہی پر بھول آیا ہوں، آپ کا تعارف انہیں کے ذریعہ ہوا وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اور اکثر آپ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا یہ انکی محبت کی بات ہے اور محب کی رائے پورے طور پر معتبر نہیں ہوتی۔

سید قطبؒ کی زندگی میں موڑ کا راز

میں نے ان سے کہا کہ میں تو آپ کو عقاد کے مدرسۂ فکر کے ایک بڑے ادیب کی حیثیت سے جانتا تھا، میں "الرسالہ" میں آپ کے علمی مضامین اور ادبی و تنقیدی مقالے پڑھا کرتا تھا، اس اسلامی اُپ کیطرف آپ کا رجحان کیسے ہوا؟ آپ کی ادبی زندگی میں اس نئے موڑ کا کیا راز ہے۔

انہوں نے کہا، اس میں شک نہیں کہ میں ادب اور ادبی اسلوب میں عقاد کا شاگرد ہوں اور الفاظ سے زیادہ فکر کی طرف توجہ دینے کے سلسلے میں ان کا ممنون کرم ہوں، صادق الرافعی اور منفلوطی کی تقلید سے مجھ کو انہوں نے موڑا ہے، لیکن ادب تنقید، اور شعری ذوق سے ہٹا کر جس چیز نے میرا یہ ذہن بنایا وہ میرا فطری ذوق ہے، میرا ذہن برابر

www.abulhasanalinadwi.org

روح اور اس کے متعلق چیزوں کی تلاش میں رہا، میں بچپن میں بزرگوں کے حالات اور انکی کرامات کے قصوں کا بڑا دلدادہ تھا یہ جذبہ رفتار زمانہ کے ساتھ برابر میرے اندر پروان چڑھتا رہا، عقاد خالص فکری آدمی ہیں، وہ ہر مسئلہ کو عقل وفکر کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور اسی انداز سے اس پر بحث کرتے ہیں، چنانچہ میں اپنے اس فطری ذوق کو دوسرے سرچشموں سے سیراب کرنے لگا جو روح سے زیادہ قریب تھے، اسی کے نتیجہ میں ٹیگور جیسے شعراء کے کلام پڑھنے کی طرف متوجہ ہوا، دوسری بات یہ کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ عقاد جیسے صاحب عقل اور عظیم شخصیت کے مالک حضرات وقتی فائدوں اور تقاضوں کے سامنے نہیں جھک سکتے، جیسے حکومت وبادشاہت، لیکن انہوں نے اس سے مصالحت کرلی شاید اس کا سبب یہ ہو کہ وہ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں، اور بڑھاپے میں انسان ایسی چیزوں کی برداشت کی تاب نہیں رکھتا جنھیں جوانی میں برداشت کرنا دشوار نہیں، بڑھاپے کے ساتھ ساتھ ان کے کئی سال عسرت میں گزرے، شاید انہیں چیزوں نے ان کو حکومت وقت سے مفاہمت پر آمادہ کر دیا۔

میں نے کہا عقاد جن کے بارے میں یہ خطرہ تھا کہ وہ کمیونزم کی طرف مائل ہو جائیں گے، اس کے مخالف گروپ کی طرف کیسے آگئے انہوں نے کہا کہ اسکے دو سبب ہیں، ایک تو یہ کہ وہ سمجھتے تھے کہ کمیونزم انسانی عقل پر پہرے بٹھا دیتا ہے اور اسکو دبانے کی کوشش کرتا ہے، تصنیف وتالیف اور نئی رائے پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتا، روحانی قدروں کا قائل نہیں، دوسرا سبب مصری کمیونزم کے بعض داعیوں اور ممبروں کی غلط نمائندگی تھی، یہ چیز ان کے لئے رکاوٹ بنی، میں نے کہا کہ وہ روحانی قدروں سے دلچسپی کس طرح لیتے تھے، جب کہ وہ خالص فکری آدمی تھے، انہوں نے کہا وہ روحانیت کو فکر وعمل کی حد تک تسلیم کرتے تھے اور کسی کو اس کی اجازت نہ دیتے تھے کہ وہ روحانی قدروں کو ممنوع قرار دے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سیّد قطبؒ کی تصنیفات

اثنائے گفتگو ان کی کتابوں کا ذکر ہونے لگا جیسے "العدالۃ الاجتماعیۃ" اور "التصویر الفنی فی القرآن" اور "مشاھد القیامۃ فی القرآن" انھوں نے ان کتابوں کی تاریخ اور وہ اسباب بیان کئے جو ان کتابوں کی تصنیف کے محرک ہوئے اور بتایا کہ کس طرح انہوں نے رفتہ رفتہ اسلامی فکر کی طرف قدم بڑھایا اور اسلامیات پر ان کا مطالعہ وسیع ہوا ہم نے انہیں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور عصر کی نماز پڑھی اور مغرب سے پہلے پہلے قاہرہ واپس آگئے۔

تصوّر و حقیقت کا فرق

دلچسپ بات یہ تھی کہ میں نے سید قطب کی شکل و صورت اور شباہت کا اپنے ذہن میں ایک نقشہ قائم کر لیا تھا جیسا کہ میں نے اور بہت سے مصنفین کے بارے میں کیا جن کو قابل قدر سمجھتا ہوں، نہیں معلوم دوسرے لوگ بھی ایسا کرتے ہیں یا نہیں، میں انہیں اپنے تصور میں تیس چالیس سال کے درمیان کا چھریرے بدن، چوڑے سینے مضبوط کاٹھی کا ادیب سمجھ رہا تھا، ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ چھوٹے قد کے اور تیس سے کم ہی عمر کے ہیں، دار العلوم قاہرہ کے فارغ ہیں، ان کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوا کہ دینی موضوعات پر اس طاقت ور اسلوب کے بانی ہیں ان کی باتوں سے مجھے معلوم ہوا کہ صاف ذہن اور واضح فکر رکھتے ہیں۔

۱۸/۵/۱۳۷۰ھ مطابق ۲۴/۲/۱۹۵۱ء

کتاب "معرکۃ الاسلام والراسمالیۃ"

ظہر کے وقت میں لکھنے اور سید قطب کی کتاب "معرکۃ الاسلام والراسمالیۃ" کے

www.abulhasanalinadwi.org

دیکھنے میں مشغول رہا، اس کتاب میں مصنف کے قلم کی جولانی، جوش ایمانی اور اسلام کی وکالت کرنے کا انداز، مجھے بہت پسند آیا یہ اسلام کی نئی کامیابی ہے کہ اس نے اپنے پیغام کے لئے ایک ایسے صاحب قلم اور پڑھے لکھے ادیب کو مسخر کیا ہے۔

حسین یوسف کے ساتھ

ظہر کے بعد بھی میں پڑھنے لکھنے میں مشغول رہا، حسین یوسف اور عبدالوہاب صاحب نے عصر کے وقت آنے کا وعدہ کیا تھا، یہ دونوں حضرات دیر سے مغرب بعد آئے اور ۹ بجے رات تک ہمارے ساتھ بیٹھے، ہم لوگوں نے مصر میں اخلاقی گراوٹ اور اسکے علاج کے موضوع پر گفتگو کی، ان دونوں صاحبان نے مجھے بتایا کہ شعبۂ تعلیم کے بعض لوگوں نے اور وزیر تعلیم نے کس طرح اس بات کی دعوت دی کہ مصر کے ہر ضلع اور شہر کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جلتے ہوئے شعلوں کا جلوس لے کر قاہرہ آئیں، چنانچہ اس کے نتیجہ میں آدھی رات کے وقت بے آبروئی وعصمت دری کے روح فرسا واقعات پیش آتے تھے اور بے حیائی کا بازار گرم ہوتا تھا لیکن "شباب محمدؐ" نے اس حیا سوز غیر اخلاقی فعل پر احتجاج کیا اور بادشاہ کو احتجاجی تار اور مراسلے بھیجے، ان دنوں وزیر اعظم نقراشی باشا تھے، بادشاہ نے مکمل آزادی ملنے تک اس کام پر پابندی لگادی اور اس کو بند کر دینے کا حکم دے دیا اور اس کے لئے کسی خاص معرکہ آرائی کی ضرورت پیش نہ آئی، ہم نے ان دونوں حضرات سے ذاتیات اور شخصیات پر حملہ کرنے کے سلسلے میں اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ اس سے احتراز ضروری ہے، انہوں نے اس معاملہ میں جماعت اور رسالہ کی مجبوری، اس کے اسباب و دواعی نیز فوائد و منافع کا ذکر کیا، ہم میں سے ہر ایک نے اپنے دلائل پیش کئے اور اس بات پر ہم متفق ہو گئے کہ ضروری حد تک احتیاط اور اقتصار سے کام لینا چاہئے اور علمی بحث و مباحثہ اور تنقید میں اعتدال کا دامن نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

چھوڑنا چاہئے،

دارالارقم میں جمعرات کا وعدہ تھا، جہاں میں انشاء اللہ (الدعوۃ و تجاربھا وثمراتھا فی الھند والباکستان) ہندوستان میں دعوت وتبلیغ کے تجربہ اور کوششوں کے نتائج کے موضوع پر تقریر کروں گا۔

۱۹/۵/۷۰ھ مطابق ۲۵/۲/۱۹۵۱ء

کلیۃ الآداب کی سیر

۹ بجے ہم لوگ جامعہ فواد اول کے "کلیۃ الآداب" جیزہ گئے اور ڈاکٹر احمد امین سے ملے آج کالج میں ان کا لکچر تھا اس سے فارغ ہوئے تو ہم لوگوں کو کالج کے پرنسپل ڈاکٹر زکی محمد حسن کے پاس لے گئے ہم کو ان سے ملایا اور کالج اور اس کے شعبوں کو دیکھنے کی ہماری خواہش کا ان سے اظہار کیا، انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا اور "کلیۃ الآداب" کے دستور العمل کا ایک نسخہ ہم کو دیا اور کالج کی ڈائرکٹری بھی دی۔

احمد امین صاحب نے ان سے بتایا کہ یہ مہمان کالج کے فرعونی عہد کے طرز تعمیر پر تنقید کرتے ہیں، کالج کے پرنسپل ڈاکٹر زکی حسن صاحب نے استاذ زکریا صاحب کو ہمارے ساتھ کر دیا کہ وہ ہمیں کالج اور جامعہ کے شعبوں میں گھما لائیں، ان کے ساتھ ہم نے یونیورسٹی کا کتب خانہ دیکھا، کتب خانہ کے انچارج نے ہمیں اس کے مختلف حصے اور میوزیم دکھائے اس کے بعد ہم لوگوں نے جامعہ کا بڑا ہال دیکھا، اس وقت تک ہم کو جتنے ہالوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا ان سب میں یہ بڑا تھا ہمارے ساتھ جو ملازمین تھے انہوں نے بتایا کہ دنیا کی یونیورسٹیوں میں یہ دوسرے نمبر کا ہال ہے، اس میں تین ہزار نشستیں ہیں، ہمارے ساتھ جو ملازمین تھے انہوں نے داہنی سمت کے اسٹیج کی طرف اشارہ کیا، یہ بڑی شاندار نشست گاہ ہے، اس پر ایک پردہ پڑا ہوا ہے جو خود کار طریقہ پر کھلتا اور بند ہوتا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

ان لوگوں نے بتایا کہ "ہذا مجلس مولانا" ہمارے آقا کی نشست گاہ ہے، اس کی مراد ملک فاروق سے تھی، ہم لوگ اس نشست گاہ میں داخل ہوئے وہاں ہم نے شاہی محل کی شان و شوکت، زیب و زینت اور حسن و جمال کا ایک نمونہ دیکھا، ایک ایسا نمونہ جسکا اکثر ملکوں میں خاتمہ ہوگیا، اس کے بعد ہم لوگ وزیروں کی نشست گاہ سے گزرتے ہوئے ہال سے نکل آئے اور جامعہ کے مختلف شعبوں، کلیۃ الحقوق (لا کالج) اور کلیۃ التجارہ کی عمارت پر ایک طائرانہ نظر ڈالی، ملازمین کی کثرت تعداد نے ہماری نگاہوں کو متوجہ کرلیا یہ ایسی چیز ہے جس کو ہم نے ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں نہیں دیکھا، اس میں شبہ نہیں کہ مصر اپنی ترقی اور زمانہ کے ہمرنگ ہونے کے باوجود اس پر شخصی سلطنت اور شاہی کی چھاپ نمایاں ہے، حتیٰ کہ تعلیمی اداروں تک پر سرکار دربار کا رنگ غالب ہے، زندگی کی چکی شاہی خاندان کے گرد گھومتی ہے چاروں یونیورسٹیوں میں سے ہر یونیورسٹی خدیوی خاندان کے کسی فرد کی طرف منسوب ہے "جامعۃ فواد الاوّل"، "جامعۃ فاروق الاوّل" وہاں پر جامعۃ ابراھیم باشا" اور اسیوط میں "جامعۃ محمد علی الکبیر" اسی کی علامت ہیں۔

یونیورسٹیوں اور کالجوں میں مخلوط تعلیم

مخلوط تعلیم، ترقی یافتہ یونیورسٹیوں کا فیشن، اور آزادی و تہذیب کی علامت بن چکی ہے، یہ ذہنیت اتنی آگے بڑھ چکی ہے کہ پڑھے لکھے لوگ اس موضوع پر تنقید کا ایک لفظ سننا پسند نہیں کرتے، مرد و عورت کے اختلاط سے معاشرے میں پیش آنے والے خطرناک واقعات، دینی پابندی اور اخلاقی بیداری کے فقدان کے ساتھ ساتھ جوانوں میں جنسی جذبات و ہیجان کو ابھارنے اور جنسی تسکین کی دعوت دینے والے ادب کا وجود جو دینی تعلیم اور اخلاقی قدروں کو بے وزن سمجھتا ہے بلکہ اس کا مذاق

www.abulhasanalinadwi.org

اڑاتا ہے اس کی موجودگی میں قدرتی طور پر کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ اختلاط کے بعد معاملہ صرف پڑھنے پڑھانے پر رک جائے گا، محبت و آشنائی اور اس کے آگے تک تجاوز نہ کرے گا، مجھے تو ڈر ہے کہ تنہا یہی بات بہت سے مفاسد کی جڑ ہوگی۔

جو شخص ان پڑھے لکھے لوگوں سے اس کے بعد بھی خیر کی توقع کرے اس سے اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کرد ای
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

اخوان المسلمین کے جلسہ میں میری تقریر

مغرب بعد ہم لوگ ڈاکٹر خلیل عشماوی کے مکان گئے جہاں اخوان المسلمین کے چیدہ اور مخلص لوگوں سے ملاقات ہوئی اور وہاں بے وہم و گمان مجھ سے کچھ کہنے کا مطالبہ ہوا، بر وقت جو کچھ میرے ذہن میں آیا میں نے ان سے عرض کیا، میں نے کہا کہ یہ آزمائش جس سے اخوان کی دعوت دوچار ہوئی ہے یہ آزمائش نہیں بلکہ میں اسے عطیہ خداوندی سمجھتا ہوں "عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم" ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

افراد تیار کرنے اور ان کو نفس پروری سے دور رکھنے کی مہم

اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے داعیوں اور کارکنوں کی پیشانی پکڑ کر انہیں دعوت و تربیت کے کام کی طرف موڑ دیا، جماعت غیر قانونی قرار پانے کی وجہ سے بہت سی غلطیوں اور خطرات سے محفوظ ہو گئی، اخوانی بھائیوں کو چاہئے کہ پہلے دلوں

www.abulhasanalinadwi.org

میں ایمان کا بیج بوئیں اور دعوت کے اصولوں کو جاگزیں کرنے کے لئے اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور رفتہ رفتہ انہیں شرعی احکام کا پابند بنائیں اور خود کو ذاتی سربلندی کی لالچ اور خواہشات سے الگ رکھیں اور دعوت کے کام کو پورے اخلاص اور بے لوثی کی اسپرٹ سے کرنا شروع کر دیں اس کے لئے اس قدر منہمک اور یکسو ہو جائیں کہ انکے دل میں جاہ و منصب اور حکومت واقتدار کے حسین خوابوں کا تصور تک نہ آنے پائے۔

میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو جاہ طلبی کی مذمت کی ہے اور دوسری طرف مسلمانوں سے بلند مقام عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے فرمایا (تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوًا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین) یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے بناتے ہیں جو زمین میں جاہ پسندی اور بگاڑ نہیں چاہتے۔ انجام (خیر) تو (مجھ سے) ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے' دوسری جگہ فرمایا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (تمہیں بلند ہو، اگر تم سچے مومن ہو) ہم ان دونوں آیتوں سے یہی سمجھتے ہیں کہ جاہ طلبی مذموم ہے، اسے اللہ تعالےٰ پسند نہیں کرتا ہے لیکن وہ انعام خداوندی اور عطیہ الٰہی بھی ہے جس سے اللہ تعالےٰ سچے مومنوں اور مخلص مجاہدوں کو نوازتا ہے جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائے تو پھر اللہ تعالےٰ کے حکموں اور شریعت کے احکام کو لوگوں اور ملک پر نافذ کرنے سے پہلے دلوں پر نافذ کریں جس درجہ میں ہم اپنے دلوں کو ان احکام کا عادی بنائیں گے اور جس حد تک وہ احکام شریعت کے سامنے جھکے گا اس کا پابند اور اس کے لئے سرگرم عمل ہوگا، لوگ بھی اسی قدر ان احکام کے سامنے جھکیں گے اور اس کو خود پر منطبق کریں گے، میں نے ان لوگوں سے ان بزرگ کا قصہ بیان کیا جو ایک جنگلی درندے پر سوار ہو کر آئے تو لوگ گھبرائے اور حیرت زدہ ہوگئے ان بزرگ نے ان لوگوں سے کہا کہ تمہیں ذرا تعجب نہ ہو یہ درندہ اس لئے میرا تابع ہوگیا کہ میں اپنے رب کا تابع ہوگیا، میں نے کہا چاہیے

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخی اعتبار سے یہ واقعہ قابل حجت نہ ہو لیکن یہ حقیقت مسلّم ہے۔

آنے والی نسلوں کی ذمہ داری

میں نے کہا آپ حضرات کے لئے یہ ضروری ہے کہ دعوت کی ذمہ داری اور اس کی نزاکت اور اہمیت کو محسوس کریں، آپ پر صرف موجودہ نسل کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ اسی طرح آئندہ نسل کی ذمہ داری کا بھی تعلق آپ ہی سے ہے جس طرح درخت کے پورے بوجھ اور اس کی جڑوں کی مضبوطی کا تعلق اچھے بیج سے ہوتا ہے اگر بیج خراب ہے تو درخت بھی کمزور ہوگا، جڑوں میں بھی مضبوطی نہ ہوگی، قرون اولیٰ میں ایمان و تقوےٰ اور عزیمت ہی کے بیج پر یہ قوم پروان چڑھی ہے اور اسی پر اس کی نسلوں نے ترقی کی ہے، اس قوم میں ایمان ویقین اور دین کی جو طاقت ہم دیکھ رہے ہیں اس سب کا سرا صحابۂ کرامؓ سے ملتا ہے اور اسی سے شاخیں پھوٹتی ہیں پھر ان سب کا تعلق اس کے اصل سرچشمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان سے جڑتا ہے۔

استاذ بہیّ الخولی اور محمد الغزالی کی تقریر

میرے بعد استاذ بہی الخولی نے حاضرین کو خطاب فرمایا، میری تقریر پر تبصرہ کیا اور اس کی وضاحت وشرح کی مؤثر مثالوں اور قصوں سے اس کے مفہوم کو واضح کیا، فکر ونظر عزم و حوصلہ کو روحانی تربیت اور نفس کو میل وگندگی سے پاک رکھنے کی طرف متوجہ کیا، انہوں نے کہا کہ خدا کے سامنے اس کے حقوق کی ادائیگی میں بندے سے جو زیادتی وکوتاہی ہوتی ہے وہ اس کے اہل وعیال، خدام اور اہل تعلق کے برتاؤ میں ظاہر ہونے لگتی ہے انہوں نے بیان کیا کہ بعض اہل اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے خدام اور جانوروں کے اپنے ساتھ سلوک میں تبدیلی دیکھ کر اپنی کوتاہیوں کا اندازہ کرلیتا ہوں، بعض

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ والوں کی اولاد کا بیان ہے کہ جب ہم سے کوئی حرکت ایسی سرزد ہو جاتی ہے جو ہمارے والدین کو ناگوار ہوتی تو وہ ہم پر بہت مہربان ہو جاتے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، کہ اے میرے اللہ شاید میں نے تیری نافرمانی کی ہے، یا تجھے ناراض کیا ہے جس کے نتیجہ میں میرے ساتھ میرے بچوں کا سلوک بھی بدل دیا اور ان سے مجھے تکلیف پہنچی اس طرح کی بہت سی مثالیں اور حالات بیان کئے۔

میں شیخ بہی الخولی صاحب کی تقریر میں تصوف کی شیرینی محسوس کر رہا تھا یہ بات ان کے صحیح اسلامی تصوف کے مطالعہ اور اس کی قدر دانی کی وجہ سے تھی انکے بعد شیخ محمد الغزالی نے تقریر کی۔

انہوں نے چند تقاضوں کے پیش نظر طرز معیشت میں وسعت اور مباحات سے فائدہ اٹھانے اور نفس کی اصلاح و تربیت اور اخلاقی پہلو کے درمیان اعتدال قائم کرنے کا نظریہ پیش کیا، میرے اور بہی الخولی کے خیالات میں تو ارد پر ان کو تعجب ہوا، انہوں نے فرمایا اور سامعین نے بھی ان کی تصدیق کی، کہ آج رات کی تقریر میں میں نے جو کچھ کہا وہ یہی باتیں فرما چکے ہیں، انہوں نے اپنے درس میں وہی باتیں فرمائیں جو میں نے عرض کیں۔

اس محفل میں سید سابق سے تعارف ہوا، وہ نیک نفس سمجھ دار صاحب علم آدمی ہیں، ان کا نام شیخ غزالی نے مفقہ الجماعۃ رکھا ہے، میں نے لوگوں سے انکی تعریف سنی۔

دوشنبہ ۲۰/۵/۷۰ مطابق ۲۶/۲/۵۱ء

استاذ علی الغایاتی کے ساتھ

آج ظہر بعد ہم لوگ (منبر الشرق) کے ایڈیٹر علی الغایاتی کے پاس گئے،

www.abulhasanalinadwi.org

ان سے ملاقات ہوئے بہت زمانہ ہو چکا تھا، انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہم لوگوں کی بڑی عزت افزائی کی، وہاں ہماری ملاقات فتحی رضوان صاحب سے ہوئی جو مصر کے ممتاز وکلار میں ہیں، جب انہوں نے میری کتاب "ماذا خسر العالم" دیکھی جو غایاتی صاحب کے پاس تھی تو انہوں نے یونیورسٹیوں میں لڑکیوں کی تعلیم اور ان کے مختلف کاموں اور ملازمتوں کو اختیار کرنے کے بارے میں میری رائے معلوم کرنی چاہی میں نے کہا کہ میں اس بات کو ایک مستقل مسئلہ کی حیثیت سے نہیں دیکھتا، میرا خیال ہے کہ ایک غیر اسلامی ماحول اور اخلاقی گراوٹ میں مبتلا معاشرہ میں جہاں نہ اسلامی احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور نہ شرعی حدود کا خیال رکھا جاتا ہے اس کی اجازت دینا درست نہیں، ہاں اگر اسلامی معاشرہ ہو، زندگی پر دینی رنگ غالب ہو، حدود نافذ ہوتی ہوں، ضمیر زندہ ہو اور اخلاقی شعور موجود ہو تو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اور زندگی کے بعض کاموں میں عورتوں کے حصہ لینے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ صنف نازک کے مزاج، اس کی کمزوری اور نسوانی ذمہ داریوں سے میل کھاتا ہو۔

انہوں نے میری اس رائے کو پسند کیا، غایاتی صاحب نے میری تصویر کھینچنی چاہی میں نے جناب اسعد حسنی کی طرح ان سے بھی معذرت کر دی اور ان کو اپنے ذاتی حالات دینے کا وعدہ کر لیا، حالانکہ ان حالات میں کوئی بڑا کارنامہ شامل نہیں وہ اسپر راضی ہو گئے اور اس کو شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

اخوان المسلمین اور اس کے مرشد اعلیٰ کے بارے میں گفتگو

مغرب بعد ہم لوگ شیخ بہی الخولی کے گھر (قلعہ) گئے، اور ان کے پاس تین گھنٹے سے زیادہ بیٹھے اس میں انہوں نے جماعت کو غیر قانونی قرار دیئے جانے سے پہلے

www.abulhasanalinadwi.org

اخوان المسلمین، ان کی تنظیم و سرگرمی، اس نرم و نازک قوم کے اخلاق پر ان کی دعوت نے جو اثر ڈالا اس کے نوجوانوں نے جس قوت و ثابت قدمی ایمان و بہادری اور سنجیدگی کا مظاہرہ کیا، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ ابراہیم عبدالہادی باشا (سابق وزیر اعظم مصر) جیسے شخص کا کہنا ہے کہ ان جیسے نوجوان جنھوں نے جیل میں قسم قسم کی تکلیفیں جھیلیں اور ان کے پائے ثبات میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی میرے پاس اسٹی بھی ہوتے تو میں ان سے پوری دنیا کو چیلنج کرتا۔

شیخ بہی الخولی نے فرمایا کہ اگر یہ دعوت نہ ہوتی تو مصر یقیناً اخلاقی گراوٹ و بدکرداری کا شکار ہو جاتا اور اس کا زوال آجاتا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اسلامی دعوت کے ذریعہ اس کی تلافی کی اور یہ دعوت اس کے سامنے سنگ گراں بن گئی، پھر انہوں نے اپنے قائد شیخ حسن البنا کیساتھ اخوان کی شیفتگی اور پورے مصر میں اس کی شاخوں کے قیام اور لوگوں کے دلوں میں انکی محبت اور اطاعت و فریفتگی کا حال بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ایک مصری اخبار نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ اگر شیخ حسن البنا قاہرہ میں چھینکیں تو اخوانی "اسوان" میں یرحمک اللہ کہیں گے، بہی الخولی شیخ حسن البنا کے ساتھی تھے ان کے ساتھ ہی دارالعلوم قاہرہ میں داخل ہوئے اور آخر وقت تک ان کے ساتھی رہے، انہوں نے تحریک کی ترقی اور اس کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اب وہ جس منزل میں ہے وہ سب پر عیاں ہے، انہوں نے شیخ کی دانائی و ہوشمندی، اخلاص و سوجھ بوجھ اور دعوت سے عشق کی بہت سی مثالیں بیان کیں، ہم نے محسوس کیا کہ بہی الخولی ان سے بہت قریب ہونے کے باوجود ان کے بڑے قدرداں اور ان سے گہری محبت رکھتے ہیں، اور انکی طاقت ور شخصیت اور بیمثال فطری صلاحیتوں سے بہت متأثر ہیں، جب ان کو معلوم ہوا کہ برادرم مولانا عبیداللہ صاحب حجاز میں شیخ حسن البنا سے بار بار ملے ہیں، تو بہت خوش ہوئے، اور متعدد بار فرمایا،

www.abulhasanalinadwi.org

میرے بھائی کیا آپ نے شیخ کو دیکھا ہے؟ کیا آپ نے انھیں تقریر کرتے ہوئے سنا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ حسن البناء اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے اور محبوب لیڈر اور ہر دلعزیز قائد کی حیثیت سے ان کے قلب و جگر میں سمائے ہوئے ہیں۔

۲۱/۵/۱۳۷۰ھ - ۲۷/۲/۱۹۵۱ء

آج ہم لوگ "مجلۃ العالم العربی" کے دفتر گئے اور جناب احمد حسنی سے ملے، انھوں نے ہم سے ایک دو باتیں کیں پھر اپنے سکریٹری کو مقالہ املا کرانے لگے، مجھے ان کے اپنے ان مہمانوں سے یہ بے رخی جن سے ملاقات کا وقت خود انھیں نے مقرر کیا تھا، اچھی نہ معلوم ہوئی جب کہ ہم کسی مادی غرض سے ان کے پاس نہیں آئے تھے، انھوں نے میری طرف احمد جمال الدین کی کتاب "الدیموقراطیۃ الجدیدۃ" بڑھائی اس کی فصل "الفھم الجدید للدین" کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے اس کو پڑھنے کو کہا، میں نے اس پر ایک سرسری نظر ڈالی تو اندازہ ہوا کہ یہ کم پڑھے لکھے نوجوان ادباء کے معیار کی کتاب ہے جن کے مطالعہ میں وسعت و گہرائی نہیں ہوتی، اور جو اپنے نظریات و نتائج فکر کو ہمیشہ قرون وسطی کے تجربات کی روشنی میں قائم کرتے ہیں اور اس عہد کے سطحی خیالات کو جن میں جذباتیت زیادہ ہے اسلامی معاشرہ پر جبوں کا تیوں نافذ کرنا چاہتے ہیں اور اسلامی ملکوں میں ان اجتماعی و سیاسی مسائل کا حل تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں، جو حقیقتاً اسلامی معاشرہ اور مسلم ملکوں کے سرے سے مسائل نہیں ہیں، بلکہ وہ مسیحی دنیا کے مسائل ہیں، یہ وہ مسائل ہیں جن کو مسیحی کلیسا (چرچ) نے پیدا کیا ہے اور وہ کلیسا اور دربار شاہی کی کشمکش اور سینٹ پال کے وضع کئے ہوئے مذہب، اور گلیلیو اور کوپرنیکس کی علمی تحقیقات کی آویزش کا نتیجہ ہیں، یہ لوگ تفریق دین و سیاست کے نظریہ کو ایک مسلمہ حقیقت مانتے ہیں، اور اس پر زور دیتے ہیں کہ مذہب ایک پرائیویٹ اور نجی

www.abulhasanalinadwi.org

معاملہ ہے اس کو سیاست سے الگ کرنا اور نجی دائرہ میں محدود کر دینا وہ غلط بنیاد ہے جس پر مغربی تہذیب اور یورپ کی سیاست قائم کی گئی ہے اور اسی کے نتیجہ میں یورپ ایک مست ہاتھی کے مانند ہو گیا ہے جو نوع انسانی کے لئے ہلاکت خیز بنا ہوا ہے، کیا یہ مصنفین و صحافی یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی ممالک بھی یہی غلط اقدام کریں، اس جمہوریت کی مدح سرائی و نغمہ خوانی کب تک جاری رہے گی جو دنیا کے سامنے رسوا ہو چکی ہے؟

میں نے چاہا کہ عالم عربی کے قارئین کو جو قومیت عربیہ کے فلسفہ اور مغربی نظاموں ہی کو پڑھنے کے عادی ہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام پسند مفکرین اور مومنین مخلصین عالم عربی کو کس نظر سے دیکھتے ہیں اور اُن کو اس سے کیا امیدیں ہیں۔ چنانچہ میں نے رسالہ کے ایڈیٹر جناب احمد حسنی سے ان کے رسالہ "العالم العربی" کیلئے ایک مقالہ پیش کرنے کا وعدہ کیا جس کا عنوان ہوگا "نظرفیلسوف الشرق الدکتور محمد إقبال إلی النبی صلے اللہ علیہ وسلم والعالم العربی" انھوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا اور کسی قریبی شمارہ میں شائع کرنے کا وعدہ کیا، کیا عجب ہے کہ یہ مقالہ کچھ لوگوں کے احساسات کو جنجھوڑ دے اور دلوں میں ایمانی حرارت پیدا کر دے۔

جمعیۃ الشبان المسلمین میں میری تقریر

مغرب بعد ہم لوگ جمعیۃ الشبان المسلمین گئے آج رات کو یہاں میری تقریر تھی دروازے پر پہلے محمد الغزالی پھر معہد القاہرہ کے استاذ احمد الشرباصی ملے انھوں نے بڑے تپاک و گرم جوشی کے ساتھ خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ میں نے آپ کی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" کا مطالعہ شروع کر دیا ہے کتاب کی پسندیدگی اور اس کے مضامین سے متأثر ہونے کا اظہار کیا اور اپنی تصنیفات اور رسائل کی ایک اچھی خاصی تعداد مجھے دی، ہم لوگ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، ازہر کلیۃ اللغۃ العربیۃ اور کلیۃ الآداب

www.abulhasanalinadwi.org

کے اساتذہ، اخوان المسلمین اور دوسری دینی انجمنوں کے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد آگئی ازہر کی شاخوں کے مہتمم اور عالم شیخ عبد اللطیف دراز کلیۃ اللغۃ العربیۃ کے پروفیسر عبد المتعال الصعیدی (ادمن بالانسان) کے مصنف عبد المنعم خلاف اور "الاسلام عاتمۃ بین اھلہ" کے مصنف استاذ عبد اللہ السماک بھی آئے دوسرے اور بہت سے اساتذہ اور بہت سے صاحب علم حضرات آگئے، تقریر کا وقت ہوگیا اور جناب عبد اللطیف اور محترم شرباصی صاحب کے ساتھ میں جلسہ گاہ میں داخل ہوا۔

احمد الشرباصی کی تعارفی تقریر

شیخ احمد الشرباصی صاحب آگے بڑھے اور آج کے جلسے کے خصوصی مقرر کا تعارف کرایا، ہندوستان اور وہاں کے علمی کمالات اور خصوصیات کی تعریف کی اور فرمایا کہ حکومت پاکستان کے وجود میں آنے پر ہماری خوشی نے ہمیں یہ بھلا دیا کہ ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے، وہاں ان کے عظیم الشان کارنامے اور بہت سی علمی یادگاریں ہیں، ہندوستان بعض اسلامی یادگاروں اور مایہ ناز کتابوں میں جو ہندوستان ہی میں طبع ہوئی ہیں جیسے کشاف اصطلاحات الفنون ہمیشہ منفرد رہیگا، عرب ممالک میں شائع ہونے سے پہلے ہندوستان ہی میں سیوطی کی کتاب "الخصائص الکبریٰ" شائع ہوئی ہے۔

انہوں نے میری کتاب "ماذا خسر العالم" کو بھی سراہا۔

میری تقریر (العالم علی مفترق الطرق)

پھر میں آگے بڑھا اور (العالم علی مفترق الطرق) کے عنوان پر اپنی تقریر شروع کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخ انسانی اپنے پھیلاؤ اور پیچ وخم میں نیل کی طرح ہے

جس کا خلاصہ یہ تھا کہ تاریخ انسانی کے پھیلاؤ اور پیچ وخم کی تشبیہ اگر دریائے نیل سے دی جائے جو دور تک ایک ہی خط پر بہتا ہے، پھر مڑتا ہے اور پھر جاتا ہے تو بیجا نہ ہوگا، تاریخ بھی اسی طرح دو قسموں میں بٹی ہوئی ہے، ۱۔ دور تسلسل ۲۔ دور انقلاب، دور تسلسل تو یہ ہے کہ تاریخ ایک ہی رخ پر چلے اور ایک ہی دھارے پر بہے، کبھی کبھی یہ بہاؤ سیکڑوں ہزاروں سال تک قائم رہتا ہے، حکومت کی تبدیلی اور ردّو بدل اس پر اثر انداز نہیں ہوتا اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب فلسفۂ زندگی ایک ہو، تہذیب کی بنیاد ایک ہو اور زندگی کا نقطۂ نظر ایک ہو۔

یونانیوں کے عہد سے بازنطینیوں کے عہد تک

یہ بات یونانیوں کے عہد سے بازنطینیوں کے عہد تک برقرار رہی، اس درمیانی عہد میں زندگی کی تشکیل وتنظیم کا دارومدار حواس خمسہ اور عقل وخواہشات پر تھا، چھٹی صدی مسیحی میں اس طرز زندگی کی ناکامی اور تنگ دامانی انتہا کو پہنچ گئی، اور روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی پھر بعثت محمدی کے ساتھ اس زندگی کا نیا باب شروع ہوا اور دنیا نے عقل وحواس اور خواہشات کا سہارا چھوڑ کر وحی آسمانی اور قانون خداوندی کا سہارا لیا۔

بعثت محمدی سے یورپ کی قیادت تک

یہ رُخ صدیوں تک چلتا رہا اور انسانی دریا ایک رخ پر بہتا رہا، بس اسکی

www.abulhasanalinadwi.org

وسعت وتنگی اور قوت وضعف میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہا، اس دریا کی روانی کے سامنے دو چٹانیں آئیں جو قریب تھا کہ اس دھارے کا رخ پھیر دیتیں، پہلی چٹان تو پانچویں صدی ہجری میں صلیبی جنگوں کا سلسلہ تھا لیکن عالم اسلام جس کی قیادت کی باگ ڈور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے قوی الارادہ اور صاحب ایمان شخصیت کے ہاتھ میں تھی، اس چٹان کو ہٹانے میں کامیاب رہا، دوسری چٹان تاتاری حملہ تھا جس میں عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بج گئی لیکن اس میں اس کی روحانی اور معنوی طاقت کا بال بیکا نہ ہو سکا، دعوت اسلام تاتاریوں پر غالب اور فتحیاب ہو گئی اور وہ سب کے سب اسلام لائے، لیکن اس کے بعد ایسی بات پیش آئی جس نے اس رخ کو پوری طرح پھیر دیا اور تاریخ کے دھارے کو بدل دیا، وہ ہے عالم اسلام پر مغرب کا حملہ اور اس کے فلسفہ وحکمت، تجربات وایجادات کا تسلط، تقریباً دو سو سال تک عالم عربی ..... اپنے اس سرمایہ سے جو اس کے پاس تھا کام نکالتا رہا حالانکہ یہ دو صدیاں ہزاروں سال پر بھاری ہیں اسلئے کہ یورپ پہلی قوموں کی بہ نسبت ان سب سے کہیں کم مدت میں اپنے آلات ومادی قوت کے ذریعہ ترقی کی انتہا کو پہنچ گیا، اس نے اس تھوڑی سی مدت میں اپنی پوری صلاحیت داؤں پر لگادی اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

مغربی قیادت کا افلاس

اب انسانی قیادت اور عالم انسانیت کی قیادت میں یورپ کی کم مائیگی اور ناکامی کھل کر سامنے آگئی ہے، سرمایہ دارانہ نظام اور کمیونزم دونوں زندگی کے اصول ونظریات اور فلسفۂ حیات پر متفق ہیں، کمیونزم کی طاقت صرف سرمایہ دارانہ نظام سے پنجہ آزمائی اور اس کی غلط کاریوں پر روک لگانے کے لئے ہے، بس جس وقت سرمایہ دارانہ نظام ختم ہوگا، کمیونزم بھی ختم ہو جائے گا، انسانیت کمیونزم سے مایوس

www.abulhasanalinadwi.org

ہو جائے گی، اس وقت صرف دعوت اسلامی اور اسلام ہی کا نظام حیات باقی رہیگا۔

دنیا دوراہے پر

یورپ اپنے دونوں نظام حیات کے ساتھ نقطۂ عروج کو پہنچ چکا ہے اب وہ اس پکے ہوئے پھل کی طرح ہے جو اب اور تب گرنا چاہتا ہے اور دنیائے انسانیت دوراہے پر کھڑی ہے ؎

خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کیطرح
دیکھئے گرتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

یہ اسلامی قیادت کا دور ہے، اب اگر مسلمان آگے بڑھتے ہیں اور گم کردۂ راہ دنیا کی قیادت سنبھال لیتے ہیں تو ٹھیک، ورنہ دنیا دوسرا رُخ اختیار کرے گی اور یہ رخ صدیوں اور ہزاروں سال تک چلتا رہے گا اور اسلام انسانیت کی رہنمائی سے کٹ کر رہ جائے گا۔

تقریر کے بارے میں میرا خیال

تقریر کا موضوع ایک علمی اور تاریخی موضوع تھا، میرے لئے بہتر یہ تھا کہ تقریر قلم بند کر کے پڑھتا مگر میں نے چاہا کہ برجستہ تقریر کروں، پھر مجھے احساس ہوا کہ یہ بات ان ملکوں کے رواج کے منافی ہے، جہاں تقریر قلم بند کر کے ہی پڑھنے کا رواج ہے وہ لوگ تو اس کے منتظر رہے ہوں گے کہ تقریر میں نے قلم بند کر لی ہے واقعہ یہ ہے کہ تقریر سے خود میں مطمئن نہیں تھا، میں نے محسوس کیا کہ مافی الضمیر کو پوری طرح ادا نہیں کر سکا اور اس اہم موضوع کا حق پورا نہ ہو سکا لیکن سامعین کا تأثر اس کے برعکس تھا، انہوں نے تقریر بڑے شوق و نشاط سے سنی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مُقرّرین کے تبصرے

میری تقریر پر شیخ احمد الشرباصی پھر استاذ عبدالمتعال صعیدی نے اور انکے بعد محمد الغزالی اور پروفیسر عبدالمنعم خلاّف نے تبصرہ کیا جلسہ ختم ہوا تو مدعوین اور انجمنوں کے حضرات نے مجھے گھیر لیا شکریہ اور مبارکباد پیش کرنے لگے اور بڑھ بڑھکر مصافحہ کرنے لگے، یہ منظر دیکھ کر میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ لوگ میرے علاوہ کسی اور کو مبارکباد دے رہے ہیں اور مصافحہ کر رہے ہیں اس لئے کہ آج میں اس عزت افزائی کا مستحق نہیں ہوں۔

بدھ ۲۲/۵/۷۰ھ مطابق ۲۸/۲/۶۵۱

امیر عبدالکریم خطّابی سے باتیں

دن کے آخری حصہ میں ہم لوگ امیر عبدالکریم خطابی کے پاس "حدائق القبۃ" گئے، بارہ تیرہ سال کی عمر سے میں اسپین و فرانس سے انکی جہاد کی خبریں سن اور پڑھ رہا تھا، پھر میں نے اپنے دوست اور درس کے ساتھی شیخ محمد العربی مراکشی سے ان کی بہادری، ثابت قدمی اور جنگی حکمت عملی کے بارے میں بہت کچھ سنا، ایک مرتبہ امیر شکیب ارسلان نے میرے دوست مولانا مسعود عالم ندوی کو ایک خط لکھا، جس میں امیر کی جوانمردی، دلیری و شجاعت اور حوصلہ مندی کی بڑی تعریف کی اور ارشاد فرمایا کہ وہ اس وقت عالم اسلامی کی سب سے اہم اور بڑی شخصیت ہیں، ان تمام باتوں نے مجھے ان سے ملنے اور براہ راست انہیں سے ان کے حالات سننے کا شائق بنا دیا، ہم لوگ ان کے گھر پہنچے، مصری سپاہی گھر کا پہرہ دے رہے تھے، امیر کو ہمارے آنیکی اطلاع کی گئی انہوں نے پرتپاک خیر مقدم کیا ہم نے اپنا وطن بتا کر ان سے اپنا تعارف

www.abulhasanalinadwi.org

کرایا اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

میں نے ان کو عالم اسلامی کے حالات سے بہت باخبر اور ہندوستان کے جغرافیہ سے نہایت واقف پایا، وہ ری یونین میں اپنے جلاوطنی کے زمانہ میں بہت سے ہندوستانی مسلمانوں سے ملے تھے جہاں وہ بیس سال رہے تھے۔

ان کے جہاد سے متعلق کچھ معلومات

میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ نے اپنے دوران جہاد میں کتنے رقبہ پر قبضہ کیا، انھوں نے بتایا کہ پہلے پہل تو ہم نے پچاس مربع کلومیٹر پر قبضہ کیا، پھر بعد میں تو بہت وسیع رقبہ پر قبضہ ہوگیا، میں نے پوچھا کہ کیا "تطوان" پر بھی آپ کا قبضہ تھا، انھوں نے کہا کہ ہم نے اس پر حملہ کی تیاری کرلی تھی لیکن قبل اس کے کہ حملہ ہو صلح ہوگئی، میں نے پوچھا آپ کی زیر قیادت کتنے فوجی لڑ رہے تھے، انھوں نے کہا کہ ہم نے چار ہزار سپاہیوں کو لے کر جہاد شروع کیا تھا پھر آخر میں ۴۰ ہزار فوجی ہوگئے تھے، میں نے کہا کہ اسپینیوں کی فوج کتنی تھی، تو بتایا کہ ابتداء میں اسپینی فوج ایک لاکھ تھی، پھر آخر میں چار لاکھ ہوگئی تھی، جس محاذ پر ہم لڑ رہے تھے وہ چھ سو کلومیٹر وسیع تھا، اس وسیع علاقہ میں ہمیں دفاع اور حملہ دونوں کی ضرورت ہوتی تھی، اور دشمنوں نے ہمارے خلاف جو اندرونی فتنے اور خانہ جنگی کی آگ لگادی تھی وہ دشمنوں کے ساتھ جہاد سے کچھ کم نہ تھی، فرمایا جنگ ۱۹۲۰ء میں شروع ہوئی اور چار سال تک اسپینیوں کے ساتھ ہوتی رہی، ۱۹۲۴ء میں فرانس نے مداخلت کی اور ۱۹۲۶ء میں ذخیرہ اور فوجی رسد ختم ہو جانے نیز سردی کی شدت اور عرصہ تک حصار کی وجہ سے صلح ہوگئی، انھوں نے بتایا کہ بعض محاذوں پر ہم کو بہت بڑا جنگی ذخیرہ ملا تھا، ایک محاذ پر ہم نے چار سو توپیں دشمن سے چھین لی تھیں، ہم نے شرعی احکام اور حدود جاری کر دیئے تھے، پہلی بار چور کا ہاتھ

www.abulhasanalinadwi.org

کاٹا گیا پھر اس کے بعد چوریاں ختم ہوگئیں اور پورے طور پر امن ہوگیا، میں نے پوچھا کہ کیا آپ کے مجاہدین جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کے علاوہ کوئی اور مقصد رکھتے تھے، کیا قومیت و وطنیت کا جذبہ بھی پایا جاتا تھا؟ انھوں نے کہا کہ ان میں سے اکثر دینی جہاد کے جذبہ سے کام کر رہے تھے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم اتنے کامیاب نہ ہوتے اور دلوں پر یہ اثر و نفوذ نہ ہوتا، میں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے آپ اسپینی فوج میں کمانڈر تھے پھر کوئی ایسی بات پیش آئی جس نے آپ کی دینی حمیت اور عربی غیرت کو بھڑکا دیا اور اس نفسیاتی بغاوت کے نتیجہ میں اتنا بڑا جہاد ہوا کیا یہ صحیح ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہ میں اسپینی فوج میں کمانڈر تھا اور نہ اس میں سے کوئی بات پیش آئی۔

میں نے پوچھا کہ آپ نے جنگی فنون کیسے سیکھے اور فوج کو اس طرح مرتب کرنے ترتیب دینے ایک جدید اور مضبوط لشکر کا مقابلہ کرنے کی قوت کہاں سے حاصل ہوئی؟

انھوں نے کہا کہ جنگی فن تو ہم نے تجربہ اور مطالعہ سے سیکھا ہے، اس لئے کہ ہم ہمیشہ اسپین کے ساتھ جنگ و جہاد ہی میں رہے اور رہی جنگی ٹکنک، سوجھ بوجھ اور موقع شناسی تو یہ خداداد صلاحیت ہے اس کا تعلق مطالعہ اور کدوکاوش سے نہیں ہے، میں نے پوچھا کہ کیا مغرب اقصیٰ اور ریف کے آزاد ہونے کی کوئی امید ہے؟

انھوں نے جواب دیا کہ آزادی تو یقینی ہے لیکن فرانسیسی تنگ نظر ہیں اور انگریزوں کی پالیسی ان کے مقابلہ میں لوچدار ہے، امیر نے مجھ سے فرمایا کہ پھر ملوں تو بہت سی معلومات بہم پہونچائیں گے۔

میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ہم شہر لوٹ آئے اور پھر جمعیۃ الشبان المسلمین کے مرکز گئے جہاں شیخ احمد الشرباصی سے ملنے کا وعدہ تھا، آدھے گھنٹے سے زیادہ وہاں ٹھہرے لیکن ملاقات نہ ہوئی۔

جمعرات ۲۳/۵/۷۰ مطابق ۱/۳/۵۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

آج میں "الدر والجزر فی تاریخ الاسلام" کے ٹائٹل کا کاغذ دیکھنے اور اچھی طباعت کی تاکید کرنے کی غرض سے "مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ" گیا، ظہر سے تھوڑی دیر پہلے جب واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ شیخ احمد الشرباصی ہمارے یہاں تشریف لائے تھے اور معذرت کی کہ وہ جمعیۃ الشبان المسلمین کے دفتر میں میرا انتظار کر رہے تھے، ہمارے آنے کی انکو کسی نے اطلاع نہیں کی، ان کے ساتھ کچھ پڑھے لکھے لوگ تھے جو میری کتاب "ماذا خسر العالم" کے بارے میں بات کر رہے تھے اور میرا انتظار بھی کر رہے تھے، ان سے ملاقات نہ ہونے کا بڑا افسوس ہوا، خصوصاً جبکہ ہم دونوں ایک ہی جگہ موجود تھے، جنرل محمد صالح حرب باشا کا ملاقاتی کارڈ بھی ملا اس کا بھی بڑا قلق ہوا، وہ بیماری کی حالت میں جبکہ چڑھنا اترنا انکے لئے مشکل ہوتا ہے، ہماری عزت افزائی کے لئے آئے تھے، ہم لوگ جلد ہی ان سے ملاقات کا شرف حاصل کرکے اس کی تلافی کریں گے۔ عصر بعد ہم لوگ مشہور مصنف شیخ احمد محمد شاکر کے گھر مصر جدیدہ میں واقع شارع مقریزی گئے، تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھے اور مغرب کی نماز پڑھی، میں نے والد مرحوم کی کتاب "معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف"[1] ان کے پاس چھوڑ دی تھی، انھوں نے اس کا مطالعہ کرلیا اور پسندیدگی کا اظہار کیا اور دار المعارف کے لوگوں سے اس کی طباعت کے سلسلہ میں بات کی ان لوگوں نے اس کی طباعت سے اتفاق کیا، مگر یہ کہا کہ طباعت اگلے سال تک مؤخر ہوگی، اس لئے کہ اس سے پہلے سے کئی کتابیں طباعت کی منزل میں ہیں، انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ ادارہ کے ذمہ داروں سے دوبارہ بات کریں گے، مجھ سے پوچھا کیا آپ کو دار المعارف

---

[1] یہ کتاب "الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند" کے نام سے ۱۹۵۸ء المجمع العلمی العربی دمشق کی طرف سے شائع ہوگئی اور اس کا اردو ترجمہ "اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں" کے نام سے دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا دفتر اور سرگرمیوں کو دیکھنے کا شوق ہے، میں نے کہا جی ہاں ضرور، اس ادارہ سے میں اپنے بچپن سے واقف ہوں، میں نے اس کی بہت سی مطبوعات کا مطالعہ کیا ہے، شیخ نے ادارہ کے بعض ذمہ داروں سے رابطہ قائم کیا اور ان سے طے کیا کہ ہم لوگ دوشنبہ کو پانچ بجے شام کو ادارہ دیکھیں گے۔

دارالارقم میں میری تقریر

آج رمات کو شباب سیدنا محمدؐ کے مرکز دارالارقم میں تقریر کا وقت مقرر تھا، لہٰذا ہم لوگ وہاں گئے اور عشاء کی نماز وہیں پڑھی، حسین یوسف صاحب نے مجھے آگے بڑھایا، میں نے تقریر شروع کی اور ہندوستان میں دعوتِ اسلامی کے جو پانچ دور گزرے ہیں انھیں بیان کیا۔

ہندوستان میں دعوتِ اسلامی کے پانچ دور

پہلا دور

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ۱۰۳۴ھ کا دور ہے، انھوں نے دیکھا کہ ہندوستان جس پر ایک اسلامی خاندان حکومت کر رہا ہے، وہ ہندوؤں کی تہذیب بلکہ ہندوستانی بت پرستی کی طرف پوری طرح مائل ہے اور یہ سب ملک کے ان پڑھ بادشاہ جلال الدین اکبر کے میلان کی وجہ سے ہو رہا ہے جس میں غیر مسلموں کی تقلید ان کو خوش رکھنے اور تمام ادیان کو ضم کر دینے کا رجحان پیدا ہو گیا اور اس کی سمجھ میں آیا، بلکہ سچ بات یہ ہے کہ اس کے ہم نشینوں نے اس کو باور کرا دیا کہ نبوت محمدی کا دور ختم ہو گیا، اس پر ہزار سال گذر چکے ہیں اور اب یہ اس کا دور ہے، اس نے مختلف عقائد و عبادات اور دینی طریقوں کو اس طرح ملا دیا کہ دین و عقائد کا نیا مرکب تیار ہو گیا اور شریعت اسلامی

www.abulhasanalinadwi.org

کو ملک سے پوری طرح خارج کر دیا گیا اور اس کا پورا خطرہ ہو گیا کہ ہندوستان اپنے عظیم الشان تہذیب بادشاہ اور اس کے حاشیہ نشیں مادہ پرست علماء و ادباء کے اثر سے بت پرستی کے رنگ میں رنگ جائے۔

مجدد صاحب نے دیکھا کہ وہ فوجی انقلاب لا سکتے ہیں نہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے دوسرے ذرائع اختیار کر سکتے ہیں اس لئے کہ اس وقت مغل حکومت تازہ دم اور پورے شباب پر تھی اور اس میں ضعف و کہنگی کا کوئی اثر نظر نہ آتا تھا چنانچہ انھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا، وہ تھا دربار شاہی اور حکومت کے ذمہ داروں پر اثر ڈالنے کا راستہ، چنانچہ انھوں نے اہل حکومت سے علمی و روحانی رابطہ قائم کیا، سرہند میں بیٹھ کر ان سے خط و کتابت کرتے رہے اور ان کو اپنی نیک خواہشات اور مشورے پیش کرتے رہے بالآخر یہ پورا ماحول روحانی طور پر آپ کا گرویدہ ہو گیا، شیخ کی طاقت ور شخصیت، اخلاص و روحانیت، مادی فوائد سے بے نیازی، اپنے ہی ملک میں اسلام کی غریب الوطنی و کسمپرسی پر ان کے درد و کرب کی کیفیت نے ان سب پر بڑا اثر ڈالا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں نے آپ کے طاقت ور مؤثر خطوط کا گہرا اثر قبول کیا، حکومت کا رخ بدل گیا، ذہن و دماغ کا دھارا پلٹ گیا اور مستقبل اسلام کے لئے زیادہ بہتر و سازگار ہوتا گیا، پھر شیخ کے بیٹوں اور پوتوں کے اثر سے تیموری حکومت کے تخت پر اورنگ زیب عالمگیر جیسا نیک سیرت، انصاف پسند اور فقیہہ بادشاہ جلوہ افروز ہوا جس نے مسلمانوں سے گراں بار ٹیکسوں کو ختم کیا جزیہ مقرر کیا، شعائر کفر کو ختم، اور منارۂ اسلام کو بلند کیا، ہندوستانی فتاویٰ کی تدوین کا حکم دیا جو دستور حکومت بنا اور یہ سب کچھ شیخ اور ان کے بیٹوں اور پوتوں کی کد و کاوش ہی کا ثمرہ تھا۔

دوسرا دور

یہ دور حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی کا ہے جنھوں نے ۱۱۷۶ھ میں وفات

www.abulhasanalinadwi.org

پائی آپ نے اپنے زمانے میں شریعت کے صحیح علم کی نشر و اشاعت کی طرف توجہ کی، بدعات وخرافات کی گرم بازاری کا مقابلہ کیا، معاشرہ کو صحیح اسلامی انقلاب کے لئے ہموار کیا، اپنی کتابوں میں اسلام کے سیاسی، اجتماعی نظام کو پیش کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا جو اسلام کو اچھی طرح سمجھنے لگا اور اس کے اندر اسلامی غیرت وحمیت کا جوش فراواں اور بگڑے ماحول کی ناپسندیدگی کا زبردست جذبہ پیدا ہوگیا۔

تیسرا دور

یہ دور شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگردوں کا دور تھا جن کے سرخیل سیّد احمد شہید رائے بریلوی اور نامور مجاہد شاہ اسماعیل شہید تھے، ان حضرات نے ایک بڑی جماعت منظم کی اور اس کی بہترین دینی اور علمی تربیت کی، پھر انھیں لے کر صوبہ سرحد کی طرف ہجرت کر گئے، ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان سکھوں کو شکست دیتے ہوئے جنھوں نے پنجاب پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو بڑی اذیتیں پہنچائی تھیں، انگریزوں کو نکالنے کے لئے ہندوستان کی طرف پیش قدمی کریں اور کتاب وسنّت کے مطابق اسلامی حکومت قائم کریں چنانچہ اس میں ان کو کامیابی حاصل ہوئی اور بہت سی جنگوں میں انھوں نے سکھوں کو شکست دے کر پشاور اور اس کے گرد و نواح میں شریعت کے مطابق اسلامی حکومت قائم کر دی اور اسلام کے مالی اور انتظامی نظام کو پوری طرح نافذ کر دیا، لیکن افغانیوں نے اس نظام کو اپنے ذاتی اغراض ومقاصد اور جاہلی عقائد وعبادات سے ٹکراتا دیکھ کر ان کے خلاف بغاوت کر دی اور اس نظام کو ناکام بنا دیا اسکے بعد وادیٔ بالاکوٹ میں سکھ فوج سے مجاہدین کا معرکہ ہوا جس میں حضرت سیّد صاحب اور ان کے رفیق مولانا اسماعیل اور ان کے دوسرے بڑے بڑے ساتھی ۱۲۴۶ھ میں شہید ہوئے ان کی شہادت کے بعد جماعت کے دوسرے تمام لوگوں نے پہاڑوں میں پناہ لی، یہ حضرات اور ان کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھی ہندوستان میں رہتے ہوئے حق پر ثابت قدم رہے اور جان و مال کی قربانی دیتے رہے، ان میں کچھ حضرات شہید ہوئے کچھ جام شہادت نوش فرمانے کے منتظر رہے، لیکن ان کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ ہوئی۔

چوتھا دور

اس جماعت کے تلامذہ اور معتقدین کا دور ہے، جب انھوں نے دیکھا کہ انگریز ہندوستان پر غالب آچکے ہیں، حکومت مستحکم ہوچکی ہے، مسلمانوں پر انگریزوں کی فتح و کامرانی کا ہراس طاری ہے، جس تحریک کو انھوں نے ۱۸۵۷ء میں چلایا تھا اس کی ناکامی کے بعد ان پر مایوسی چھائی ہوئی ہے اور اب اسلامی زندگی کی حفاظت، مسلمانوں کی دینی اخلاقی تربیت، مستقبل کے متعلق ان کے دلوں میں پھر سے اعتماد بحال کرنے، نیز یورپ کی تہذیبی و ثقافتی فوجوں سے (جو مسلمانوں کے بچے کھچے سرمایہ اور دینی شعائر، تہذیب و ثقافت کو ختم کر دینا چاہتی تھیں) بچانے کی شدید ضرورت ہے تو ان سارے فتنوں کے سدباب کے لئے ان حضرات کے ذہن میں اس کے سوا کوئی اور شکل نہ آئی کہ وہ دینی مدرسے قائم کریں جو اسلام کے قلعے اور شریعت و علوم دینیہ کے لئے پناہ گاہیں ثابت ہوں، چنانچہ انھوں نے دارالعلوم دیوبند، مدرسہ مظاہر العلوم اور دارالعلوم ندوۃ العلماء قائم کیا۔

پانچواں دور

انھیں حضرات کے معتقدین اور ساتھیوں کا ہے جس کے روح رواں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ (متوفی ۱۳۶۳ھ) ہیں، اس وقت مسلمانوں میں آزادی و بے راہ روی ایمانی و روحانی افلاس اور دینی بے حسی کا جو عالم تھا اور انگریزی حکومت اور مغربی تہذیب نے ان پر جو اثر ڈالا تھا اور دنیاوی زندگی اور مادہ پرستی میں انہماک و مشغولیت کا جو

www.abulhasanalinadwi.org

حال ہو چلا تھا اس کو مولانا نے شدّت سے محسوس کیا، دینی مدارس اور حلقہائے درس اس فساد و بگاڑ کے بحر بیکراں میں چھوٹے چھوٹے ناقابل ذکر جزیروں کی حیثیت رکھتے تھے جو میدان جنگ سے بالکل الگ تھے، یہ صورتحال دیکھ کر مولانا کو خیال ہوا کہ قوم کے مختلف طبقوں سے ملنا اور رابطہ قائم کرنا اور بلا کسی انتظار کے ان لوگوں کی طرف بڑھنا ضروری ہے اس لئے کہ وہ اپنے ذہنی مرض اور افلاس کو خود محسوس نہیں کر رہے ہیں چنانچہ انھوں نے ایمان و اسلام کی بنیادی چیزوں کی دعوت کا کام شروع کر دیا۔

مولانا نے اپنی دعوت کا کام پوری قوت اور جوش عمل کے ساتھ شروع کیا، وہ اس دعوتی کام کے لئے گاؤں اور شہروں میں جماعتیں لے جاتے اور دعوت کو پھیلانے کی ترغیب دیتے، مولانا کا یہ کام ہندوستان کے اس خطّہ سے شروع ہوا جو سب سے زیادہ اجڈ، گمراہ اور اخلاقی اعتبار سے پست اور دین سے دور اور بیگانہ تھا، یہ علاقہ ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی کے جنوب میں میوات کا علاقہ تھا، مولانا نے یہاں کے لوگوں سے اپنے کام چھوڑ کر محدود وقت کے لئے وطن سے نکلنے کی دعوت دی، راہ خدا میں نکلنے کی یہ مدّت کبھی ایک مہینہ کی ہوتی، کبھی اس سے زائد کی، مولانا نے یہ محسوس کیا کہ یہ لوگ جبتک اپنے بگڑے ہوئے ماحول اور گھریلو جھگڑوں سے باہر نہ نکلیں گے اس وقت تک نہ دین سیکھ سکیں گے، نہ ان میں اخلاقی تبدیلی آئے گی، اس خطہ کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں نے مولانا کی دعوت پر لبّیک کہا اور کئی کئی مہینوں کے لئے نکلے اور ہندوستان کے مشرق و مغرب شمال و جنوب تک کی دور دراز مسافت طے کی، کبھی پیدل کبھی سواریوں پر نتیجہ یہ ہوا کہ انکے اخلاق بدل گئے، حالات زندگی کی اصلاح ہوئی ان کا دینی جذبہ بیدار ہوا اور دعوت کا کام بلا کسی مالی گرانباری اور چندہ و دفتری نظم و نسق کے ایسے سادہ طریقہ پر آگے بڑھا جو اسلام کے ابتدائی طرز دعوت و تبلیغ سے بہت ملتا جلتا تھا اور ان مخلص داعیوں (درس مجاہدین اسلام کی یاد تازہ کر دیتا تھا جو اپنے سامان ضروریات سے لدے پھندے خدا کی راہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں نکلتے تھے اور سارے اخراجات بذات خود برداشت کرتے تھے اور خالصۃ للہ مصائب ومشکلات کو جھیلتے تھے اس تقریر کے بعد میں نے اس جماعت کے لوگوں کو اس طریقہ کار کو اپنانے اور نئے تجربہ کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کی دعوت دی، بعض شہروں اور مرکزوں میں میں نے خود بھی ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ اس کا تجربہ کیا جاسکے، استاد حسین یوسف نے اس پروگرام کا خیر مقدم کیا اور وعدہ کیا کہ اپنی بعض شاخوں سے اس دینی دعوت و حرکت کے لئے وقت طے کریں گے اور سفر میں نکلنے کا جو وقت طے ہوگا، ہمیں بھی اس کی اطلاع کریں گے، میرے بعد استاذ علی عدلی مرشدی نے جو سیدہ زینب میں جماعت "انصار السنۃ المحمدیہ" کی شاخ کے صدر ہیں تقریر کی، میری تقریر پر تبصرہ کیا اور اس کے بعض اہم نقطوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا۔

جمعہ ۲۴/۵/۱۳۷۰ھ مطابق ۲/۳/۱۹۵۱ء

آج کے اخبارات مسلمانوں کے لئے مراکش کی غم ناک و دل آزار خبریں لیکر منظر عام پر آئے، فرانس نے مراکش کی وطنی پارٹی کے خلاف سخت کارروائی کی، قصر شاہی کو گھیر لیا اور ہزاروں مراکشیوں کو طوق وسلاسل پہنا دیئے مراکش کے خون آشام واقعات ہی آج لوگوں کا موضوع گفتگو بنے ہوئے تھے۔

بنہا کا سفر

ہم لوگوں کا بنہا جانا طے ہوگیا وہاں کا سفر شیخ محمد الغزالی کی معیت میں ہوا، آج پہلی بار میں نے یہاں کا اسٹیشن دیکھا، دیار مصر میں یہ میرا ٹرین کا پہلا سفر تھا، مصر میں مجھے ٹرین کے سفر کا اشتیاق تھا، ہم لوگ اپنے ملک میں ٹرین کی سیٹوں اور اسٹیشنوں کی بھیڑ بھاڑ ہی کے ماحول میں پلے بڑھے ہیں، شاید میرے ٹرین کے سفر اس وقت سے شروع ہوئے جب میں طفل شیر خوار تھا، اسٹیشن پہونچا اور ٹرین پر سوار ہوا تو بچپن کی سی فرحت

www.abulhasanalinadwi.org

محسوس ہوئی۔

مصری دیہات کا نظارہ

ٹرین روانہ ہوئی اور ہم ان مصری دیہاتوں کا نظارہ کرنے لگے جن کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا، مصری کسان ہل چلاتے ہوئے دکھائی دیئے ایک گھنٹے میں ہم لوگ بنہا پہنچے، وہاں شیخ محمد الغزالی، عبدالرؤف صاحب، مخلص اخوانی جناب سید محمد احمد صاحب جو بنہا میں سروے ڈپارٹمنٹ میں ملازم ہیں بنہا میں اخوان المسلمین کے سکریٹری جناب محمد عبدالحلیم عیسیٰ نے ہمارا استقبال کیا، ہم لوگ اپنے میزبان الحاج عبداللہ جو بنہا میں اخوان المسلمین کے صدر اور وہاں کے بزرگوں اور سربرآوردہ لوگوں میں سے ہیں کے گھر گئے وہ اخوانیوں پر باپ کی طرح شفقت کرتے ہیں ہم ان سے ملے، کچھ دیر ان کے پاس بیٹھے، وہ ہمیں مصری لطائف سے خوش کرتے رہے، وہ اپنے جذبۂ ایمانی، دینی محبت اور زندہ دلی کے سبب تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد خوش آمدید کے کلمات کہتے۔

مسجد میں میری تقریر

تھوڑی دیر بعد مسجد گئے جہاں جمعہ کی نماز پڑھی، محمد الغزالی صاحب نے خطبہ دیا، خطبہ کا موضوع تھا شخصیت کی طاقت و تاثیر جس کی طرف مومن کو توجہ کرنی چاہیئے، خطبہ میں دینی امور کے ساتھ نفسیاتی علوم پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی، نماز کے بعد میری تقریر کا اعلان ہوا میں اٹھا اور تقریر کی۔

عام انسانی زندگی اور ایمانی زندگی کا فرق

مسلمان دو پہلوؤں کے جامع ہیں عمومی انسانی زندگی جس میں دنیا کی دوسری

www.abulhasanalinadwi.org

قومیں بھی مسلمانوں کی شریک ہیں، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم زندگی کے اس پہلو کی ضرورت وتقاضے یہ ہیں کہ لوگ کھائیں پئیں، تجارت کریں، کھیتی باڑی کریں، ملازمت کریں، اسی طرح کی اور باتیں جو انسانی اور شہری زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔

دوسرا پہلو ہے مسلمانوں کے ایک خاص دعوت وپیغام کے حامل ہونے کا پہلو اور ایک خاص عقیدہ پر ان کا ایمان یہی وہ چیز ہے جس میں مسلمان دوسری قوموں سے ممتاز ہیں اور اسی میں ان کی قوت وطاقت اور خدا کے یہاں مقبولیت کا راز پنہاں ہے، انبیائے کرام اور خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم زندگی کے پہلے رُخ کی تشریح وتبلیغ اور اس کو نمایاں کرنے کے لئے نہیں، بلکہ دوسرے رُخ کی تشریح وتبلیغ اور اس کو نمایاں کرنے کیلئے تشریف لائے لہٰذا مسلمانوں کو اسی دوسرے پہلو کی زیادہ فکر، اور اہتمام ہونا چاہیئے۔

اپنے اوپر مسلمانوں کی ستم ظریفی

خود اپنے آپ پر مسلمانوں کی یہ زیادتی تھی کہ انھوں نے دوسرے پہلو سے اپنا تعلق ختم کرلیا اور پہلے ہی رُخ سے لگ لپٹ گئے اسی کی نمائندگی کرتے رہے اسی میں غرق رہنے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ آج مسلمان لوگوں کی نگاہوں میں بھی گر گئے اور خدا کے نزدیک بھی ان کی قیمت گھٹ گئی، میں نے ان کے سامنے حکومت کے ملازمین کی مثال بیان کی اور کہا کہ ایک شخص بہت معمولی اور کم درجہ کا ہوتا ہے تنخواہ بھی کم پاتا ہے لیکن اس کا تعلق سرکار سے ہے وہ سرکاری وردی پہنتا ہے اور اس کا نشان بردار ہوتا ہے، اب اگر کوئی شخص اسکی توہین کرتا ہے یا اس پر دست درازی کرتا ہے تو حکومت اس سرکاری ملازم پر زیادتی کو اپنی توہین اور ہتک خیال کرتی ہے، یہ شرف جو حکومت کے ایک ادنیٰ ملازم کو حاصل ہے، بڑے سے بڑے مالدار تاجر کو نصیب نہیں، اگر اس پر زیادتی ہو تو باوجود یکہ وہ صاحب ثروت وحیثیت ہے، حکومت کو اس سے سخت ناگواری نہ ہوگی، عہد اوّل کے مسلمان یہی حیثیت

www.abulhasanalinadwi.org

رکھتے تھے، وہ حکومت الٰہی کی نمائندگی کرتے تھے، خدا کے دین سے تعلق رکھتے تھے اور اللہ والوں میں شمار ہوتے تھے جس کا اثر یہ تھا کہ زمین کے کسی خطہ میں بھی اگر کسی مسلمان کو رسوا کیا جاتا یا کوئی شخص مسلم قوم کے ساتھ ظلم و توہین کا سلوک کرتا تو اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کی طرف سے اس سے سخت بدلہ لیتا، آج ہم ہیں کہ ہر ظلم و زیادتی اور ذلت و رسوائی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں مراکش ہی کو دیکھئے اس پر بم برسائے جا رہے ہیں، وہاں کے مسلمانوں کو رسوا کیا جا رہا ہے فرانس کی استعماری طاقت ان کی عزت و ناموس کو پامال کر رہی ہے لیکن کسی کے کان میں جوں تک نہیں رینگتی، نہ کوئی جذبۂ انتقام ابھرتا ہے، اس رسوا کن صورتحال کو درست کرنے کے واسطے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم زندگی کے اس دوسرے پہلو کی طرف لوٹیں، جو ہمارے لئے خاص ہے اور جو ہماری عزت اور ہمارے شرف کا پاسباں ہے اور وہ ہے ایمان و عقیدہ، روحانیت و پیغام رسالت کا پہلو، اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو اپنی عظمت و قوت اور عزت و سربلندی دوبارہ حاصل کر لیں گے۔ نماز و تقریر کے بعد ہم لوگ اپنی قیامگاہ آ گئے، شیخ محمد الغزالی سے ملنے کے لئے شبین الکوم کے کچھ مہمان آئے، میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں ایکسرے کے ماہر جناب عبدالسمیع محروس صالح، شعبۂ زراعت کے انجینیر جناب علی زکی لطفی بھی تھے، دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوئے تو بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، اور ایک دوسرے سے تعارف ہونے لگا، احباب نے ہندوستانی مسلمانوں کے دینی، علمی اور معاشرتی حالات پوچھے اور میں نے سب احوال بیان کئے، یہ ذکر کرنا بھول گیا کہ میں نے مسجد میں شیخ محمد عبدالدائم کو دیکھا وہ ہمارے پرانے دوست ہیں، ان سے حج میں ملاقات ہوئی تھی، وہ حرم شریف میں مصلی مالکی پر ہر روز درس دیتے تھے، وہ "الجمعیۃ الشرعیۃ" کے لوگوں میں سے ہیں، انھوں نے ایک مرتبہ مجھے مقام مالکی میں درس دینے کے لئے بلایا، حاضرین میں اکثر احباب "الجمعیۃ الشرعیۃ" سے تعلق رکھنے والے اور مصری تھے، میں نے ان کو اور انکے ساتھیوں کو مکہ مکرمہ میں اپنی قیام گاہ پر اور دینی دعوت کے موضوع پر بات کرنیکی دعوت

www.abulhasanalinadwi.org

دی، اس طرح تعلقات بڑھے ..... ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے، برادرم محمود اس وقت تک ہمارے ساتھ رہے جب تک ہم لوگ قاہرہ واپسی کے لئے ٹرین پر سوار نہیں ہوئے۔

سنیچر ۲۵/۵/۷۰ھ مطابق ۳/۳/۵۱ء

ازہر کے اخوانی طلباء میں تقریر

آج اپنی قیام گاہ ہی پر پڑھنے لکھنے میں مشغول رہا، بعد مغرب محمد دمرداشی آئے اور اپنے ساتھ ہمیں اپنے گھر لے گئے جہاں اخوان سے ملنا اور ان ہی کے ساتھ رات گزارنا طے ہو چکا تھا، ہم لوگ پہنچے تو وہاں ازہر کے طلباء کی ایک چیدہ اور منتخب جماعت پہلے سے موجود تھی، ان میں سے اکثر کلیۃ اصول الدین کے طلبہ تھے۔

دینی امانت کی حفاظت

ہماری آج رات کی تقریر اس پیغام و ذمہ داری کے متعلق تھی جس کو حضورؐ اور مسلمانوں کی پہلی نسل نے چھوڑا ہے اور جس کی ذمہ داری ایک دینی عالم پر عائد ہوتی ہے یہ دینی امانت پہلے زمانہ کے اسلامی عقیدہ اور شریعت اسلامی کی حفاظت کی مستلزم ہے، ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ کیا آج ہمارے نوجوان علماء اور فکر اسلامی کے حامل اہل قلم اور اصحاب فکر اس ورثہ کی پوری حفاظت اور نگہداشت کر رہے ہیں، کیا وہ دین میں غلو کرنے والوں، اہل باطل کی فتنہ پردازیوں جاہلوں کی بے معنیٰ تاویلات کی نقاب کشائی کر رہے ہیں؟

انھیں ذمہ داریوں میں دینی ارکان و فرائض اور واجبات کی حفاظت بھی شامل ہے، ایک سچا عالم دین اور اس کی صورت و حقیقت، نظم و ضبط دونوں ہی کا محافظ ہوتا ہے، اس میں وہ کسی آن ادنیٰ تغافل و لاپرواہی سے کام نہیں لیتا، عالم جسقدر خود ان

www.abulhasanalinadwi.org

ارکان کی پابندی کرے گا، ظاہر و باطن پر نظر رکھے گا، عوام بھی اسی قدر اس کا اہتمام کریں گے اور اگر وہ خود اس میں غفلت و تساہل کرے گا تو عوام سے اس کے اہتمام کی کوئی توقع نہیں۔

ساتھ ہی دینی روح اور قلبی کیفیات مثلاً اخلاص، خدا کی ذات پر اعتماد و بھروسہ، دعا میں اس کے سامنے رونا گڑگڑانا، نماز میں خشوع و خضوع کی کیفیات یہ بھی اس دین اور وراثت نبوی کے اہم اجزاء میں سے ہیں جس میں مسلمانوں کی پہلی نسل اور صحابہ کرام ممتاز تھے، دشمنوں پر ان کے کامیاب و فتحیاب ہونے کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، ہرقل نے ایک شخص سے جو مسلمانوں کے ساتھ قید ہوا تھا کہا کہ مجھے ان لوگوں کے حالات بتاؤ، قیدی نے کہا میں آپ کے سامنے ان کا ایسا نقشہ کھینچوں گا کہ جیسے آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں، وہ دن میں شہسوار اور رات میں عبادت گزار ہوتے ہیں، ذمیوں کے مال کو بے قیمت نہیں لیتے، کسی کے پاس آنا جانا ہوتا ہے تو سلام پہلے کرتے ہیں، اپنے حریف سے اس طرح جم کر لڑتے ہیں کہ بالادستی حاصل کرکے ہی دم لیتے ہیں، یہ باتیں سن کر ہرقل نے کہا "یہ حالات جو تم نے بیان کئے اگر یہ حقیقت ہیں تو ایک نہ ایک دن وہ ہمارے تخت و تاج پر قبضہ کرلیں گے"، ایک دوسرے قیدی نے ان کے حالات اس طرح بیان کئے ہیں، وہ رات کو عبادت گزار اور دن میں شہسوار ہوتے ہیں، اگر تم اپنے قریب بیٹھنے والوں سے بات کرو تو ان کے ذکر و تلاوت کی بلند ہونے والی آواز کی وجہ سے وہ تمہاری بات کو نہ سمجھ سکیں گے۔

علماء اور دین کے کارکنوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ سنت پر عمل کریں، مردہ سنتوں کو پھر سے زندہ کریں، ان کا رواج ڈالیں اور حدیث شریف کی رہنمائی حاصل کریں، ان کی جد وجہد، کد و کاوش، اس تحریک و دعوت کا مقصد اولیں، فرائض کا قیام، دین اور اس کے ارکان کی شیرازہ بندی ہونی چاہیئے، اللہ تعالیٰ نے اسی کو ان کے اخلاص و قبولیت کا پیمانہ (بیرومیٹر) قرار دیا ہے، وہ فرماتا ہے "الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا

www.abulhasanalinadwi.org

الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔"

وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو زمین و آسمان میں اقتدار دیدیں تو نماز قائم کریں گے زکواۃ دیں گے، بھلائی کا حکم دیں گے، برائی سے روکیں گے اور معاملات کا انجام تو خدا ہی کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ رات ہم نے پہلے سے طے شدہ وعدہ کے مطابق ان بھائیوں کے مہمان کی حیثیت سے ان ہی کے یہاں گزاری۔

اتوار ۲۶/۵/۷۰ھ مطابق ۴/۳/۵۱ء

جنرل صالح حرب پاشا سے گفتگو

آج سید ابو النصر حسینی بھوپالی ہم سے ملنے آئے، اس سے قبل ان کی قیام گاہ پر ہم لوگ ان سے مل چکے تھے، مصر آنے سے پہلے وہ ہمارے گھر پر لکھنؤ میں کچھ دن رہے تھے، آج "الرسالۃ" میں ہمارا مضمون شائع ہوا، جس کا عنوان تھا، "اسمعی یا مصر" نیت یہ تھی کہ اس کو الگ رسالہ کی شکل میں شائع کریں گے، یہ اسلامی ملک مصر کے نام ہمارا سلام محبت اور امید واندیشے پر مشتمل پیغام تھا، ساڑھے نو بجے ہم لوگ (جمعیات الشبان المسلمین) کے مرکز گئے اور اس انجمن کے صدر عمومی جنرل محمد صالح حرب پاشا سے ملے، انھوں نے بیان کیا کہ ہماری تقریر (العالم علی مفترق الطرق) کا علمی حلقوں میں بڑا چرچا ہے۔

انھوں نے ہم لوگوں سے جس انداز سے باتیں کیں وہ ان کے جوش ایمانی، سلامت فکر، دور اندیشی قومی و ملی جذبات کی آئینہ دار تھیں، میں انھیں صرف ایک فوجی جنرل اور مصر کے سربرآوردہ طبقہ کا ایک فرد سمجھتا تھا، لیکن معلوم ہوا کہ انکا مطالعہ بہت وسیع ہے، وہ بعض ایسے حقائق کو سمجھتے ہیں جس میں کبھی کبھی علماء کو زحمت پیش آجاتی ہے، ان کی تقریر بہت پر اثر ہوتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے اسلامی ممالک سے رابطہ قائم کرنے اور اس سلسلہ میں اپنے اسلامی فرائض کی ادائیگی ـــــــ میں اپنی اور جمعیات الشبان المسلمین کی کوتاہی پر معذرت کی اور کہا کہ وادیٔ نیل کے اتحاد کا مسئلہ ہمارے لئے دردِ سر بن گیا ہے، انگریزوں نے ہم کو اس میں الجھا رکھا ہے۔

مصر اور مشرق وسطی کی اہمیت

پھر انھوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ، مشرق وسطی کی سیاسی اور جنگی نقطۂ نظر سے اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس کی زرعی و غذائی پیداوار کی کثرت اور اس کے کارآمد بنانے کے مواقع اور بڑی تعداد میں محنت کرنے والوں اور لیبر کلاس کی موجودگی نیز اسوان میں نکلنے والی کان کے نتیجہ میں لوہے کے مسئلہ میں مصر کے خود کفیل ہونیکا ذکر کیا جو دنیا کی عظیم ترین کانوں میں سے ہے، پھر انھوں نے مصر اور اسوان سے اسکے الگ ہو جانے کے بارے میں انگریزوں کے فکر و اہتمام کو بتایا۔

انھوں نے کہا مشرق وسطی اور مصر سے انگریزوں کی دلچسپی کا سبب نہر سوئز نہیں ہے جیسا کہ عام طور سے لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ ان کی دلچسپی کے اصلی سبب دو ہیں، پہلا سبب اتحادیوں کی یہ خواہش ہے کہ اگر جنگ چھڑے تو مشرق وسطی کو روس پر حملہ کا فوجی مرکز بنا دیا جائے تاکہ جنگی نقصانات اور تباہیوں سے یورپ بچا رہے، دوسرا سبب یہ ہے کہ جب وہ ہندوستان سے محروم ہو گئے، انھیں مشرق سے ہاتھ دھونا پڑا اور ان کا غاصبانہ قبضہ ختم ہوا تو انھوں نے چاہا کہ اس نقصان کی تلافی افریقہ میں شہنشاہیت حاصل کرکے کی جائے، سوڈان اور اس کے آس پاس کا علاقہ اس کے لئے سب سے بہتر مرکز تھا، اس لئے کہ کانوں کی کثرت مویشیوں کی فراوانی اور لڑنے والے سپاہیوں کی بہتات میں وہ بہت فائق اور کارآمد ہے، ان میں ابھی تک فطری سادگی اور بھولا پن موجود ہے، لہٰذا یہاں کی آبادکاری

www.abulhasanalinadwi.org

ناجائز فائدہ اٹھانے کے سلسلہ میں وہ عرصہ تک کے لئے مامون ہوں گے، علاوہ ازیں یہ علاقہ عیسائیت اور مغربی تہذیب کی نشر و اشاعت کے لئے بھی سازگار ہے اور جب مصر سوڈان سے متحد ہو جائے گا تو افریقی شہنشاہیت کے سینے کی طرف تنے ہوئے نیزے کی حیثیت رکھے گا۔

معنوی طاقت کی اہمیت

پھر انھوں نے مسلمانوں کی معنوی قوت و طاقت کے متعلق گفتگو کی اور جنرل کاظم قرہ جی کی ایک تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے (جو ترکی کے مانے ہوئے جنرلوں میں سے ہیں) ہمیں بتایا کہ جب میں استنبول کے فوجی ٹریننگ کالج میں پڑھتا تھا، اس وقت جنرل کاظم قرہ جی نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ جنگ کے وقت ترکی کو اندرونی اور بیرونی دونوں طرح کی ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا جس کو بڑی سے بڑی حکومت بھی برداشت نہ کر سکتی تھی، اور نہ اپنے وجود ہی کو باقی رکھ سکتی تھی، اس وقت تمام یورپین حکومتیں ترکی سے نبرد آزما تھیں لیکن اس کے باوجود ترکی نے ان تمام طاقتوں کا مقابلہ کیا اور اپنی عزت و بقا کی حفاظت کی، ترکی کی اس کامیابی کا سہرا اس فوج کے سر ہے جو نہ تو بہت زیادہ طاقتور تھی اور نہ اچھی تربیت یافتہ اور مسلح ہی تھی لیکن وہ روحانی اور معنوی اعتبار سے ممتاز تھی، کاظم قرہ جی نے کہا، جو شخص اس روح کو ختم کرنا چاہے اور معنوی طاقت کو مٹانا چاہے وہ ترکی کا دشمن ہے اسی طرح اور بہت سی باتیں کیں۔

جنرل صالح حرب کی نظر میں قوم کا سب سے بڑا روگ

جنرل صالح حرب نے کہا کہ مصری قوم اور ہم مسلمانوں کا سب سے بڑا مرض جس نے ہم کو ہمت و جوانمردی سے محروم اور تعمیر و ترقی سے روک رکھا ہے وہ عیش و تنعم ہے جس میں

www.abulhasanalinadwi.org

ہم اس وقت مبتلا ہیں، مجھے توقع ہے کہ آپ اس موضوع کو ذہن میں رکھیں گے اور اس پر مضامین لکھیں گے۔

انھوں نے جمعیۃ الشبان المسلمین کی ہر ممکن خدمت و تعاون کی پیش کش کی ہم نے ان سے کہا کہ آپ اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے زیادہ موقع دیں اور اس کے لئے وقت معین کر دیں، انھوں نے بدھ کے روز ساڑھے نو بجے کا وقت مقرر کر دیا اور ہم سے وعدہ کیا کہ وہ اس کا ایک خاکہ تیار کر لیں گے ہم اسی کے مطابق گفتگو کریں گے، ہم لوگ عصر کے وقت بھائی عبدالخالق پاکستانی کے یہاں گئے، انھوں نے اپنے کچھ ساتھیوں اور کلیۃ اصول الدین وغیرہ کے طلبہ کو بلا رکھا تھا، ان میں سے ایک صاحب نے ہمارا مضمون "اسمی یا مصر" پڑھ کر سنایا پھر میں نے مصر کے دیہاتوں میں دعوت کے طریقۂ کار از ہر کے طلبہ اس میں کیا حصہ لے سکتے ہیں، دعوت کے کام میں ان کے لگنے کا مستقبل پر کیا اثر پڑے گا کے موضوع پر گفتگو کی، مولانا عبداللہ نے بھی بات کی، چنانچہ کچھ لوگ آئندہ جمعہ کو بعض دیہاتوں میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

ہندوستان میں علم حدیث کے موضوع پر تقریر

آج رات (الرابطۃ الاسلامیۃ) میں ہندوستان میں علم حدیث کے موضوع پر میری تقریر تھی، حاضرین کی تعداد تو زیادہ نہ تھی، لیکن اس جلسہ میں بعض اہل علم اور از ہر کے علماء شریک تھے، مثلاً شیخ احمد الشرباصی، شیخ محمود حسن ربیع، شیخ عبدالمنعم النمر فلسطین کی المجلس الاسلامی الاعلیٰ کے دینی امور کے نگران عام اور فلسطین کی مرکزی جمعیۃ العلماء کے دفتر کے ناظم شیخ محمد صبری عابدین وغیرہ صدر جلسہ استاذ محمد شاہین حمزہ نے میرا تعارف کرایا اور میں نے تقریر شروع کی۔

درس حدیث کے ادوار کبار محدثین اور ان کے یادگار کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے میں نے بتایا کہ ہندوستان میں سب سے پہلے کون علم حدیث لے کر آیا اور اسکو

www.abulhasanalinadwi.org

یہاں پھیلایا، اس سعادت میں مصر کی شرکت اور دسویں صدی ہجری میں اس کے بعض علماء کی ہند میں آمد کو میں نے سراہا، اور علمائے گجرات کا ذکر کیا، جیسے شیخ محمد طاہر پٹنی، ان کی عظیم الشان کتاب "مجمع بحار الانوار" شیخ عبدالحق بخاری دہلوی اور ہندوستان میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں انکی جد و جہد پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے بیٹوں اور پوتوں کا ذکر کیا، بارہویں صدی ہجری میں ہندوستان میں علم حدیث کے علمبردار حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب کا ذکر کیا جنھوں نے اپنے بیٹوں، شاگردوں اور خلفاء کے ذریعہ علم حدیث کی، اس ملک میں اشاعت کی، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ اس مبارک علم کی ہر طرح خدمت کی پھر میں نے شاہ صاحب کے اس تفوق اور امتیاز کا ذکر کیا جو ان کو فہم حدیث اور اس کی شرح کے سلسلہ میں نیز فقہ و حدیث کے درمیان تطبیق دینے اور صحیح و ثابت حدیث کو فقہی مذہب پر ترجیح دینے میں حاصل ہے، خواہ وہ کسی بھی امام کا مذہب ہو انھوں نے متشدد فقہا اور منکرین فقہ کے درمیان میانہ روی اور اسباب اختلاف کو بیان کرنے میں فہم صائب کا ثبوت دیا اور دین کے اسرار و رموز اور شریعت اسلامی کے اصول کو واضح اور نمایاں کرنے میں ایک مثال قائم کر دی، اس کے بعد میں نے علم حدیث کے سرخیل و سربراہ اور اس فن کے منتہا شاہ محمد اسحاق اور انکے نامور شاگردوں کا ذکر کیا جیسے شاہ عبدالغنی مہاجر مدینہ منورہ پھر ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے لے کر مولانا محمود حسن دیوبندی اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری پھر ان دونوں حضرات کے شاگردوں مثلاً مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور مولینا شبیر احمد اور مولانا حسین احمد مدنی تک کا تذکرہ کیا، اور ان حضرات کے مرکز دیوبند، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی اور شاہ عبدالغنی کے دوسرے شاگرد بخاری شریف کے محشی مولانا احمد علی اور علم حدیث میں ان کی خدمات کا ذکر کیا، قاری عبدالرحمان پانی پتی، مولانا عالم علی مرادآبادی اور ان کے شاگرد حسن شاہ رام پوری، پھر مشہور استاذ حدیث مولانا سید نذیر حسین دہلوی اور ان کے حلقۂ درس کی وسعت اور عرصۂ دراز تک خدمت حدیث سے

www.abulhasanalinadwi.org

شغف اور طلبہ کو اس فن پر تیار کرتے رہنے کا ذکر کیا، جس میں "غایۃ المقصود" کے مصنف مولانا شمس الحق دیانوی اور مولانا عبدالمنان نابینا وزیرآبادی، حافظ عبداللہ غازی پوری، مولینا عبدالرحمٰن مبارکپوری شامل ہیں، میں نے یمنی سلسلہ کو بھی بیان کیا جس کو شیخ حسین بن محسن الانصاری یمانی ہندوستان لائے نواب سید صدیق حسن خان اور انکی خدمات پر روشنی ڈالی پھر آخر میں ہندوستان میں درس حدیث کی خصوصیات اور اس فن کے علماء کی امتیازی شان اس فن سے اشتغال اور حدیث کی اصل روح سے مناسبت اور نبوی طریقہ سے لگاؤ سنت پر عمل اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر کوشاں رہنے کا نقشہ کھینچا، اور ہندوستان کے بڑے مدارس میں علم حدیث پڑھانے کی تصویر پیش کی۔

میری اس تقریر میں تاریخی معلومات اور طبقات رجال کے سلسلہ میں استفادہ اور اقتباس کی بنیاد والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" تھی، اگر یہ وقیع کتاب جو ایک وسیع کتب خانہ کی حیثیت رکھتی ہے، نہ ہوتی تو میں اس موضوع پر معلومات سے بھرپور تقریر نہ کر سکتا، اللہ ان کو جزائے خیر دے اور ان کے مراتب کو بلند فرمائے۔

فنِ حدیث میں ہندوستان کی خدمات کی تعریف

اس کے بعد شیخ محمد صبری عابدین نے میری تقریر پر تبصرہ کیا اور فن حدیث میں ہندوستان کی خدمات کو سراہا اور اس فن میں ہندوستان میں جو عدیم المثال کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کا تذکرہ کیا مثلاً بیہقی کی السنن الکبریٰ اور ابوداؤد طیالسی کی مسند اور اس کے علاوہ دائرۃ المعارف حیدرآباد کی مطبوعات، ہندوستانی مسلمانوں کی اسلامی غیرت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ دینی دعوت کی نشر و اشاعت کے لئے خود مرکز اسلام حجاز میں ہندوستانی مسلمانوں کی ایک جماعت قیام پذیر ہے، ان کے بعد استاذ عبدالمنعم اسٹیج پر آئے اور انھوں نے ان خدمات و دینی کارناموں کا اعتراف کیا اور ہند و پاک کے بعض بڑے

www.abulhasanalinadwi.org

لوگوں کے اقوال اور خدمت اسلام کے سلسلہ میں ان کے شاندار کردار کا ذکر کرتے ہوئے اسکی پوری تائید کی، آخر میں صدر جلسہ اٹھے اور مقرر کے شکریہ میں ایک بلیغ تقریر کی۔

دوشنبہ ۲۷/۵/۱۳۷۰ھ - ۵/۳/۱۹۵۱ء

جمعیۃ الشبان المسلمین کے جلسے میں

شام کو پانچ بجے ہم لوگ شارع مسیرو میں واقع دار المعارف گئے اور شیخ محمد احمد شاکر سے ملے، اور دار المعارف سے نکلنے والے رسالہ "الکتاب" کے چیف ایڈیٹر جناب عادل الغضبان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے اور دار المعارف کے ڈائرکٹر عنتری سے ملے اور پریس کے شعبوں کا معائنہ کیا اور اس کی قوت کار کو دیکھا، طباعت، حروف مرتب کرنے اور جلد سازی وغیرہ کی مشینوں کو دیکھا جو جدید ترین قسم کی مشینیں ہیں، صاحب مطبع نے مصری رسالہ "الغفران" کا ایک نسخہ ہم کو ہدیہ کیا جس کی تخریج، تصحیح اور تحقیق ڈاکٹر بنت الشاطیٔ نے کی ہے، ایک نسخہ صوفی عبداللہ کی کتاب "النساء العارفات" اور رسالہ "الکتاب" کا آخری شمارہ بھی عنایت فرمایا، دار المعارف سے شیخ احمد محمد شاکر کے ساتھ ہم لوگ جمعیۃ الشبان المسلمین کی طرف روانہ ہوگئے، آج مراکش میں فرانس کے ظلم وستم کے خلاف احتجاجی جلسہ تھا، تمام دینی پارٹیاں اور انجمنیں اس جلسہ میں مدعو تھیں اور نمائندگی کر رہی تھیں، پہلے ہم لوگ صدر کے کمرہ میں داخل ہوئے وہاں قاہرہ کے بڑے بڑے علماء مشہور لیڈران اور انجمنوں کے صدر حضرات موجود تھے جس میں مصر کے سابق مفتی اعظم حسنین محمد مخلوف، شیخ عبداللطیف دراز اور نیشنل پارٹی کے سکریٹری استاد فتحی رضوان، سوشلسٹ پارٹی کے لیڈر استاد احمد حسین اور استاد محمود محمد شاکر قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سے دوسرے لوگ مدعو تھے کچھ تجاویز ونکات لکھ لئے گئے اور جلسۂ عام کے لئے تیار کر دیئے گئے، اس مخصوص جلسہ میں مجھے ایسے مناظر نظر آئے جس سے دل دکھا، کچھ لوگ آجا رہے تھے کچھ ایک دوسرے سے دوستوں کی طرح باتیں

www.abulhasanalinadwi.org

کر رہے تھے اور لپک لپک کر مل رہے تھے حالانکہ اس جلسہ کا مقصد اہل مراکش کی مصیبت میں شرکت اور گہرے رنج وغم کے اظہار اور سامراجی ظلم کے خلاف غیظ وغضب کا مظاہرہ کرنا تھا، جو رنج وغم، درد والم اور سنجیدگی کے مظاہرہ کا متقاضی تھا، جلسہ کے اس منظر کو دیکھنے والا ہر شخص یہی سمجھتا کہ خوشی ومسرت اور مبارکباد واستقبال کی مجلس شادمانی قائم ہے، بس ایک جنرل محمد صالح حرب باشا تمام حاضرین سے زیادہ رنجیدہ خاطر اور پریشان تھے۔

ہم شیخ حسنین مخلوف کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جلسۂ عام کی طرف نکلے، ایک بہترین قاری کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ جلسہ کا آغاز ہوا، اس جلسہ کی مناسبت سے قاری نے آیات کا بہت اچھا انتخاب کیا تھا وہ سورہ حج کی یہ آیات تھیں "ان اللہ یدافع عن الذین اٰمنوا ان اللہ لایحب کل خوان کفور اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر" اور اس سے آگے کی آیتیں، تلاوت سے جلسہ پر خاموشی وخشوع قلب کی فضا چھا گئی اس کے بعد کرنل محمود لبیب بڑھے، اور حاضرین سے یہ توقع ظاہر کی کہ وہ اخوان کا نعرہ اللہ اکبر وللہ الحمد نہ لگائیں گے کیوں کہ یہ جلسہ صرف اخوان کا نہیں بلکہ تمام اسلامی پارٹیوں کی نمائندگی کر رہا ہے، لہٰذا میں یہ نہیں چاہتا کہ فرانس کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ یہ جلسہ صرف اخوان المسلمین کا جلسہ تھا پھر آواز بلند ہوئی "اللہ اکبر وللہ الحمد" اور ایک اضطراب پھیل گیا، جنرل محمد صالح حرب اٹھے اور انھوں نے ایک پُرجوش تقریر کی، درد وتأثر سے ان کے اعصاب بے قابو ہو رہے تھے، جلسہ کے احترام اور نظم کو باقی رکھنے میں اخوان کی تعریف کی اور فرمایا میں خود اس نعرہ کو پسند کرتا ہوں، لیکن اس وقت کی مصلحت کا یہ تقاضہ ہے کہ اس جلسہ پر صرف اخوان کا لیبل نہ ہو، اس کے بعد اشتراکی پارٹی کے صدر استاذ احمد حسین آگے بڑھے اور تقریر کی پھر استاذ سید قطب آئے اور اس جلسہ کی مناسبت سے ایک مقالہ پڑھا، جس میں فرانس کے مشہور نیاز مندوں کو مخاطب کیا گیا تھا، بڑی ادبی تقریر تھی جس میں ان نیاز مندوں کو بے نقاب کیا گیا تھا جو صبح وشام فرانس کی مدح وثناء میں رطب اللسان رہتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں اور اس کے بارے میں تقدس و عظمت اور بے گناہی کا تصور رکھتے ہیں اور ہمہ وقت اسکی محبت و دوستی کا کلمہ پڑھتے رہتے ہیں پھر انھوں نے ان درسی کتابوں کو نصاب تعلیم سے نکالنے کی تجویز پیش کی جن میں انقلاب فرانس اور آزادئ فکر و مساوات کے سلسلہ میں جو اثرات پڑے ہیں ان کا تذکرہ ہو، اور ان کے بجائے ایسی کتابوں کے رکھنے کی تجویز پیش کی جس میں فرانسیسی استعمار اور اس کی ریشہ دوانیوں کی تاریخ ہو دوران تقریر میں پُرجوش نعرے لگتے اور زوردار تالیاں بجتیں تھیں جس سے خطیب کی آواز درمیان درمیان میں دب جاتی تھی تھوڑے وقفہ سے حاضرین یہ نعرہ لگاتے (بے حیا ظالم فرانس مردہ باد) استاذ فتحی رضوان نے تقریر کی وہ بڑے وکلاء اور ماہر مقررین میں سے ہیں، اس کے بعد شیخ محمد الغزالی بلائے گئے، جب وہ اسٹیج پر آئے تو اخوان کے نعروں سے ہال گونج اٹھا، شیخ محمد الغزالی نے تقریر کی، اخوان کو نعرہ لگانے سے روکا اور فرمایا کہ ہم لوگ اس وقت جمعیۃ الشبان المسلمین میں ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی دوسرے کے گھر اور اس کے حلقۂ اثر میں امامت نہ کرنی چاہیئے، یہ الفاظ سن کر اخوان خاموش ہو گئے، شیخ کی ذہانت و موقعہ شناسی اور اخوان کا جذبۂ اطاعت مجھے بہت پسند آیا، جنرل محمد صالح حرب کئی بار اٹھے اور پرجوش تقریر کی جس کا بڑا اثر ہوا، انھوں نے مشرقی اور اسلامی قوموں کی خامیوں اور عیوب پر روشنی ڈالی اور ان کے عیش و عشرت اور تنعم و فارغ البالی پر اظہار افسوس کیا جو ان قوموں کو مشکلات و پریشانیوں کے جھیلنے، اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے اور اپنی عزت و آزادی کی حفاظت کرنے سے روکتی ہے، انھوں نے ترکی قوم کی فوجی اسپرٹ، بہادری و جوانمردی کو بطور مثال بیان کیا، اس کے بعد استاذ محمود محمد شاکر نے تجاویز پڑھ کر سنائیں، جب انھوں نے "الامم المتحدہ" کا نام لیا تو لوگ جوش میں آ گئے اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا یہ دیکھ کر جنرل محمد صالح اٹھے اور اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مراکش کا مسئلہ صرف مراکشیوں کا نہیں ہے بلکہ یہ تمام عرب اور اسلامی قوموں کا مسئلہ ہے یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے، ایک تجویز یہ بھی تھی کہ فرانس اور شہنشاہیت

www.abulhasanalinadwi.org

پسند حکومتوں کی فوج میں ملازمت کے سلسلہ میں بڑے بڑے علماء سے حرمت کا فتوے لیا جائے، اس تجویز پر لوگوں نے خوشی واطمینان کا اظہار کیا کہ یہ تجویز ایک ایسے دشمن کے لئے ہے جو مادہ ہی پر اعتماد کرتا ہے اور صرف سیاسی مصلحت، خطرہ اور ناکامی کو اہمیت دیتا ہے، اس قومی جلسہ نے جس کو عرب ممالک میں ہم نے پہلی بار دیکھا، ان اسلامی جلسوں کی یاد تازہ کردی جو ہندوستان میں تحریک آزادی اور تحریک خلافت کے شباب کے زمانہ میں ہوا کرتے تھے، جلسہ نے میرے اعصاب اور احساسات میں ایک حرکت پیدا کردی اس لئے کہ جب میں یورپین استعمار اور اسلامی قوموں پر اس کے ظلم وزیادتی کی کوئی خبر سنتا ہوں تو یورپین قوموں کے خلاف میرے جذبات بہت بڑھ جاتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ میری نشوونما ہندوستان کی تحریک آزادی اور دینی جوش وخروش کے عہد شباب میں ہوئی،

۲۸/۵/۷۰ھ - ۶/۳/۵۱م

آج پورے دن میں ایک مضمون کے لکھنے میں مشغول رہا، میں چاہتا تھا کہ یہ مضمون اخوان کے سامنے پیش کروں اور اپنے خیال ورائے کا اظہار کروں، میں اپنی امید وآرزو اور درد والم کو ان کے سامنے رکھوں اور میں ان چیزوں کی طرف متوجہ کروں جن کو میں بہت ضروری سمجھتا ہوں، جن کی طرف ان کو پوری توجہ اور اہتمام کرنا چاہیئے، اس مقالہ نے مجھ کو اور میرے فکر کو مشغول رکھا، ایسی جگہ سے نکلنے اور دوسرے کام میں لگنے کا موقع نہیں ملا تھا [illegible] عبدالمطلب تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھے اور شام کو ہم لوگوں کو اپنے گھر بلایا ہم نے حاضر ہونے کا وعدہ کرلیا اور ان سے پتہ لے لیا، رات میں بھی میں لکھنے اور سوچنے میں مشغول رہا۔

چہارشنبہ ۲۹/۵/۷۰ھ مطابق ۷/۳/۵۱ء

جنرل محمد صالح حرب سے گفتگو

آج صبح ساڑھے نو بجے ہم لوگ اتوار کے طے شدہ پروگرام کے مطابق جنرل

www.abulhasanalinadwi.org

محمد صالح حرب باشا کے پاس گئے اور مصر کی علمی و دینی شخصیتوں کے بارے میں ایک گھنٹہ تک ان سے گفتگو کرتے رہے ـــــ وہ مصری علماء کی دنیاداری اور ان میں علم اور خدمت دین کی لگن، اللہ اور اس کے دین کی خاطر غصہ و بیزاری کا جذبہ نہ ہونے پر تنقید کرتے رہے، میں نے تقسیم کے بعد ہندوستانی مسلمان جس انتشار و مایوسی دین و اخلاق میں جس ضعف و تنزل کی مصیبت میں پڑے ہیں اس کا ذکر کیا پھر دین کے داعیوں نے جو خدمت انجام دی اور صحیح اسلامی دعوت کے لئے یکسو ہو کر جس لگن کے ساتھ کام کیا اور ان پیش آنے والے حالات کا جس طرح مقابلہ کیا اور مسلمانوں میں امید و اعتماد کے بحال کرنے اور قوم کے ہر طبقہ سے رابطہ قائم کرنے کی جو جد و جہد کی، پھر اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے دلوں اور اخلاق پر جو خوشگوار اثر پڑا اس کو اچھی طرح بیان کیا، صالح حرب صاحب کو میری یہ گفتگو بہت پسند آئی اور انھوں نے تمناً ظاہر کی کہ کاش یہی نشاط علمائے مصر اور ازہر کے لوگوں میں ہوتا میں نے ان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ ازہر کے بڑے علماء اور ان لوگوں کو جن کا اثر و رسوخ ہے یا جن میں آپ فکر و نشاط محسوس کرتے ہیں جمع کریں تو میں اس زمانہ میں دین و علم کو جو خطرات درپیش ہیں ان سے بیان کروں، ان مشکلات کا میرے نزدیک جو حل ہے وہ ان کے سامنے پیش کروں نیز ان خطرات کے دور کرنے اور نئی دینی تحریک کو چلانے کا طریقہ بیان کروں، انھوں نے اس طریق فکر سے اتفاق رائے ظاہر کیا اور اس کو سراہا، وہ شیخ حسنین محمد مخلوف سے ملے انھوں نے شام کو آنے کا وعدہ کیا، ان کی مجلس میں رسالہ "الشبان المسلمین" کے اڈیٹر اور (جمعیۃ) کے ناظم ڈاکٹر یحییٰ احمد دردیری سے ہمارا تعارف ہوا، انھوں نے اپنی تصنیفات سے کچھ کتابیں ہم کو ہدیہ کیں، ظہر کے وقت محترم شیخ صبری عابدین ہمارے پاس آئے اور ہمارے سادہ معمولی کھانے میں شرکت فرما کر عزت بخشی، انھوں نے ہم سے ایسے ایسے قصے بیان کئے جن سے ازہر قدیم کی تصویر سامنے آگئی اور اس وقت کے زہد و قناعت، پاکبازی و خودداری، خواہش پرستی سے دوری، کمال و وقار کا نقشہ نگاہوں میں پھر گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

دارالشبان المسلمین میں

مغرب بعد ہم لوگ جمعیۃ الشبان المسلمین کے دفتر حاضر ہوئے، جنرل محمد صالح حرب کے پاس شیخ عبداللطیف دراز اور استاذ محمود محمد شاکر اور کچھ دوسرے لوگ موجود تھے، کچھ دیر بعد اشتراکی پارٹی کے صدر استاذ احمد حسین اور شیخ محمد مخلوف، شیخ احمد الشرباصی آئے اور ان تجاویز کو نافذ کرنے کے لئے کمیٹیاں بنانے میں مصروف ہوگئے جن کو کل کے جلسہ نے پاس کیا تھا پھر جنرل محمد صالح حرب میری طرف متوجہ ہوئے اور ہم دونوں الگ بیٹھ گئے، ان محترم نے مجھے بتایا کہ انھوں نے مدعوین کی ایک فہرست تیار کرلی ہے جس میں از ہر کے بڑے بڑے علماء شامل ہیں، ان لوگوں کو جمعیۃ کے مرکز میں میرے اعزاز میں دوشنبہ کو چائے پینے کی دعوت دی گئی میں نے اس عزت افزائی پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

استاد محمود محمد شاکر کے ساتھ

استاد محمود محمد شاکر کے مطالعہ و تحقیق کے متعلق مجھے جو معلومات تھیں انکی بنا پر میں چاہتا تھا کہ ان سے ملاقات ہو، میری یہ بھی خواہش تھی کہ میں ان سے ملوں اور اپنی کتاب "ماذا خسر العالم" کا ایک نسخہ ان کو ہدیہ کروں، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بغیر کسی پروگرام کے دارالجمعیۃ میں ان سے ملاقات ہوگئی، وہ بڑی کشادہ دلی سے ملے اور مجھ سے مانوس ہوئے، انھوں نے بتایا کہ وہ میری کتاب "ماذا خسر العالم" پڑھ چکے ہیں اور خصوصیت سے باب "العصر الجاہلی" کو انھوں نے سب سے زیادہ پسند کیا ہے اور فرمایا کہ اس موضوع پر میں ایک مستقل کتاب لکھوں جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارا ترکی کے سفر کا ارادہ ہے تو مصری سفارت خانہ کے مشیر استاذ یحییٰ حقی سے ملنے کی دعوت دی جو ان کے اس وقت مہمان تھے، انھوں نے کہا کہ ہم ان سے ملاقات کا کوئی وقت مقرر کرلیں گے اور آپ کو فون سے اطلاع کردیں گے، جناب محمود محمد

www.abulhasanalinadwi.org

شاکر میں پختہ دینی رنگ وسعت علم اور دیانت پائی مجھے انکی ملاقات سے خوشی ہوئی۔

شیخ محمد حسنین مخلوف

اسی طرح شیخ حسنین محمد مخلوف کسے بھی اچانک ملاقات ہوئی، ہم لوگوں نے جمعہ کے دن حلوان میں ان سے ملنے اور انھیں کے ساتھ کھانا کھانے کا پروگرام طے کر لیا تھا، لیکن چونکہ جمعہ کے دن کئی وعدوں کی وجہ سے مشغولیت تھی، اس لئے اس پروگرام میں تبدیلی ہوگئی اور میں نے ان سے معذرت کر دی مگر ان سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا، دراصل وہ ہیں بھی ان لوگوں میں جو مجھے پسند آئے اور جن میں میں نے علم وصلاح، سنجیدگی، اخلاقی پختگی، اور خوش خلقی دیکھی، اس طرح میں نے استاذ حسنین سے عرض کیا کہ ملاقات کا کوئی وقت مقرر فرما دیں مگر چونکہ قریبی تمام دنوں کے اوقات گھرے ہوئے تھے، پروگرام طے تھے، اس لئے کوئی وقت ہم لوگ طے نہ کرسکے، عنقریب ان سے مل کر کوئی وقت انشاء اللہ طے کروں گا۔

جب اپنی قیام گاہ واپس آئے تو عبدالوہاب البنا اور استاذ علی عدلی المرشدی کو منتظر پایا، دونوں حضرات تھوڑی دیر بیٹھے، ہم لوگوں نے دعوت اسکی حکمت عملی اور طریقۂ کار کے موضوع پر گفتگو کی، ان دونوں حضرات نے جمعہ کے دن صبح کے ناشتہ پر آنے کا وعدہ کیا۔

جمعرات ۱۵ / ۳ / ۸ - ۵۷۰ / ۵ / ۳۰

آج پورے دن میں اس مقالہ کی تیاری میں لگا رہا جو اخوانی حضرات کے سامنے پڑھنا تھا، میں سوچتا تیز اور لکھتا سست ہوں، لہٰذا بڑا وقت لگ گیا اور مقالہ ابھی تک مکمل نہیں ہوا۔

شام کو پانچ بجے اپنے دوست محمد رشاد عبدالمطلب کے گھر گئے، اور مغرب بعد تک ان کے پاس رہے، ان کے کتب خانہ میں سیرۃ ابن ہشام اور تاریخ طبری دیکھی اور ان دونوں کتابوں سے وہ بعض اقتباسات لئے جن کی مجھے اس مقالہ میں ضرورت تھی، جو میں تیار

www.abulhasanalinadwi.org

کر رہا تھا۔

جمعہ یکم جمادی الثانی سنہ مطابق ۹/۳/۱۹۵۱ء

جمعہ ہم لوگوں نے مسجد موئید میں پڑھا، ہماری جائے قیام سے یہی قریب کی مسجد تھی، ہم چاہتے تھے کہ ایسی مسجد میں جمعہ پڑھیں جو پر سکون اور شور وغل سے خالی ہو اس مسجد میں ہمیں سورہ کہف کو باآواز بلند اور لحن کے ساتھ پڑھنے کے سوا کوئی اور ناپسندیدہ چیز نہیں نظر آئی (الاخوان الشرعیون) کی مسجدوں کے علاوہ یہ مصر کا ایک طریقہ اور رواج چلا آرہا ہے، مؤذن امام سے کچھ فاصلہ پر لکڑی کی ایک چھوٹی سی چوکی پر بیٹھا ہوا، دونوں خطبوں کے درمیان کوئی وظیفہ پڑھتا، مگر اس کا پڑھنا سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا پڑھتا ہے۔

"جمیعۃ مکارم اخلاق" میں

ہم لوگ الحاج جلال حسین کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے جمیعۃ مکارم اخلاق گئے جہاں انھوں نے اپنے بعض دوستوں اور اسلامی جماعتوں کے سربراہوں کو ہم سے ملنے کے لئے بلایا تھا کہ میں ان کے سامنے ہندوستان میں دینی دعوت کے طریقۂ کار کی تشریح و وضاحت کروں، ٹی پارٹی کے بعد میری تقریر ہوئی جس کا موضوع تھا، (رسالۃ المسلمین فی ھذا العصر)

علماء اور دینی انجمنوں کے صدر حضرات کے ساتھ

اس جلسہ میں شباب سیدنا محمدؐ کے سکریٹری استاذ حسین یوسف انکے ساتھی استاذ عبدالوہاب اور جمیعۃ العشیرۃ المحمدیۃ کے صدر استاذ زکی ابراہیم اور الشبان المسلمین کے صدر عمومی جنرل محمد صالح حرب باشا، شیخ احمد الشرباصی، برجستہ شعر کہنے والے شاعر صاوی شعلان،

www.abulhasanalinadwi.org

بخارا کے عالم اور زعیم سید مبشر الطرازی اور جمعیۃ مکارم الاخلاق کے بعض اراکین شریک ہوئے، استاذ صاوی شعلان علماء ہند کی خوبیوں اور ان کے علمی کارناموں کا ذکر کرنے لگے، ڈاکٹر محمد اقبالؒ، سید سلیمان ندویؒ اور علامہ شبلی نعمانی کا بار بار ذکر کیا اور ان حضرات کی کتابوں کے مطالعہ اور ان سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور ان حضرات کے بارے میں جو مضامین و مقالات نشر کئے گئے ہیں ان کا ذکر کیا، شیخ جلال حسین نے جلسہ کا آغاز کرتے ہوئے میرا حاضرین سے تعارف کرایا اور ہندوستان میں تبلیغی جماعت کی دعوت و جد وجہد کا ذکر کیا جس کو وہ ہم لوگوں کے اس کام سے لگاؤ اور تعلق کی وجہ سے مصر میں "الدعوۃ الندویۃ" کہتے ہیں جس کا سبب ہم لوگوں کے ناموں کے ساتھ لفظ ندوی کا لگا ہونا ہوتا ہے، جو ندوۃ العلماء سے انتساب کو ظاہر کرتا ہے، انھوں نے اس دعوت سے اپنے گہرے تعلق اور ہندو پاک کی بعض شخصیتوں سے ملاقات کا ذکر کیا اس کے بعد ہم لوگ اٹھ کر ٹی پارٹی میں شریک ہوئے، چائے سے فارغ ہو کر میں نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ ہندوستان عالم عربی کی تربیت کے منصب بلند پر نہ تھا اور نہ ہے، خصوصاً مصر کی رہنمائی کے منصب پر جو کہ علم اور دینی تحریکوں سے بھرا ہوا ہے لیکن عہد آخر میں کچھ حالات اور واقعات کی بنا پر ہندوستان کو امتیاز حاصل ہوا ان حالات اور واقعات نے ہندوستان میں دینی نشاۃ ثانیہ کی فکر و توجہ پیدا کی جس کے اثر سے ہندوستان کو اہم نتائج حاصل ہوئے اور وہاں کے لوگوں کو ایسے طریقۂ کار اور نظام کو اپنانے کی توفیق ملی جو ہر اسلامی ملک میں اختیار کرنے کے لائق اور مفید ہے۔

ہندوستان اور عرب ملکوں کی مثال

ہندوستان اور عرب ملکوں کی مثال ان دو بچوں کی سی ہے جن میں سے ایک بچہ ماں باپ کے زیر سایہ ان کے پیار و محبت کی گود میں پلتا ہے اور ناز و نعم میں جوان ہوتا ہے، اور اس کو زندگی کے بہتر مواقع حاصل ہوتے ہیں، اس کو غور و فکر اور جدت خیال کی ضرورت

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں پڑتی اور وہ سکون واطمینان قلب کے ساتھ نشو ونما پاتا ہے۔

یہ ان ملکوں کی مثال ہے جو اپنی آزاد حکومتیں رکھتے ہیں، دوسرا بچہ غریب و بے سہارا ہے اس کو ماں باپ کے ورثہ میں کچھ نہیں ملا، اب وہ فطری طور پر سوچنے اور خطرات مول لینے کی جد وجہد اور اپنے ارادے و قوت کے بل بوتے پر زندگی کے میدان میں راہ پیدا کرنے پر مجبور ہوتا ہے، جس کو مالداروں اور حکام کے لڑکے نہیں حاصل کر پاتے، یہی مثال ہندوستان کی ہے، اب اگر ہندوستان کی دینی ترقی اور اس کی اسلامی تحریکات میں کوئی ایسی چیز ہے جو نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور قدر وتقلید کا استحقاق رکھتی ہے تو اس کا سبب یہی ہے۔

پھر میں نے ان اسباب کو بیان کیا اور ان کی وضاحت کی جنھوں نے ہندوستان کو دینی دعوت کے بارے میں سوچنے پر مجبور کیا اور نئے تجربات کی صلاحیت بخشی۔

کچھ مشترک ومختلف باتیں

پھر میں نے اس عام دینی دعوت کی نشو ونما کی اساس اور ابتدائی چیزوں کا ذکر کیا، اس کے بعد اس دعوت اور عالم اسلام اور عرب ممالک کی اصلاحی دعوتوں میں جو چیزیں مشترک ہیں یا اس دعوت سے مختلف ہیں ان کا ذکر کیا جو چیزیں مشترک ہیں ان کو تو میں نے چھوڑ دیا اور جو چیزیں مختلف ہیں ان کی وضاحت وتشریح کی منجملہ ان تمام باتوں کے جس میں ہندوستان کی دینی دعوت ممتاز ہے، مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کے بیج بونے اور اس کی فکر کرنے کو سب سے مقدم رکھنا ہے پھر بغیر کسی انتظار وتاخیر کے عوام کے پاس خود جانا اور ان میں اسلام کے عہد اوّل کے طریقہ اور اس زمانے کے داعیوں کے طرز پر دعوت کو پھیلانا، میری گفتگو کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ فضا میں نماز مغرب کے لئے مؤذن کی صدا گونجی اور میں نے اپنی تقریر جاری رکھی پھر یہ طے ہوا کہ اس تقریر کی تکمیل منگل کے دن (جمیعۃ الشبان المسلمین)

www.abulhasanalinadwi.org

میں اسلامی انجمنوں کے سربرآوردہ لوگوں کی موجودگی میں ہو، اس کے بعد ہم لوگ نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

جمیعۃ میں میری تقریر (عہد حاضر میں مسلمانوں کا پیغام)

انھوں نے کہا کہ ۹ مارچ مصر کی تاریخ کا یادگار ورق ہے، اسی تاریخ کو مصر کے تین آدمیوں نے انگریزوں کو ملک سے نکلنے اور مصر کی آزادی کا مطالبہ کیا تھا، یہ مصر کا قومی دن ہے مگر یہ تاریخی دن بھولا بسرا اور ناقابل ذکر ہوگیا ہے، ہمیں اس سے خوشی ہوگی کہ ہم جمیعۃ مکارم الاخلاق کی سرگرمی اور اس کے نئے دور کا آغاز آج کے مبارک دن سے کریں، اسی طرح ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ آج مبارک دن ہم اپنی سرگرمیوں کا افتتاح آپ کے مقالہ سے کریں اس کے بعد انھوں نے دینی دعوت اور پاکستان سے اپنے تعلق وہاں کی سرگرمی اور مفید نتائج کا ذکر کیا، مغرب کے بعد جب دوبارہ جلسہ ہوا تو مجھ سے فرمائش کی گئی کہ میں اپنی تقریر شروع کروں چنانچہ میں نے اپنی تقریر شروع کی، تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں، ایک فطری اور پیدائشی پہلو ہے جو ہر انسان کے لئے یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ کھائے پئے اور روزی حاصل کرے، بیمار ہو تو دوا علاج کرے، علاوہ ازیں انسانی زندگی کو دوسری فطری اور طبعی چیزیں۔

دوسرا پہلو ایمان کا پہلو ہے اور وہ ہے احکام کا اپنے خالق سے لینا اور اس پر عمل کرنا، انسان یہ سمجھے کہ کیا حرام ہے اور کیا حلال، کہاں سے کمائیں، کمانے اور روزی حاصل کرنے اور مال جمع کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہے اور وہ کون سے طریقے ہیں جن کا اختیار کرنا ممنوع ہے، اس زندگی کا مقصد کیا ہے اس عالم کا انجام کیا ہوگا، کس چیز سے اللہ خوش ہوتا ہے اور کس بات سے ناراض ہوتا ہے، انبیاء کرام انسانی زندگی کے پہلے رخ کو بیان کرنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ یہ تو ایک فطری پہلو ہے، انسان اپنی فطری صلاحیت کی بنا پر ان کو معلوم کر لیتا ہے اور واقف ہو جاتا ہے، (واوحی ربلک الی النحل ان اتخذی من الجبال

www.abulhasanalinadwi.org

بیوتا) اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو سمجھایا کہ تو پہاڑوں میں گھر بنا۔ انبیاء کرام اسکے اندر نشاط اور گرمی پیدا کرنے اور اس کی طرف زیادہ توجہ دینے کے لئے نہیں بھیجے گئے، دنیا اس ایمانی پہلو پر اس طبعی پہلو کے غالب آنے کو برداشت کرتی رہی، بارہا یہ پہلو زیادہ وسعت اختیار کر گیا اور اس پہلو کے زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے انسانیت طرح طرح کے امراض، مصائب اور زلزلوں سے دوچار ہوئی! انبیاء کرام اس غرض سے بھیجے جاتے ہیں کہ دوسرے پہلو کی وضاحت کریں، حد سے بڑھے ہوئے مادی پہلو سے اس پہلو کا حق دلوائیں اور دونوں پہلوؤں کے درمیان صحیح توازن قائم کریں۔

اگر آپ مسلمانوں کے پیغام کو جاننا چاہتے ہیں تو اس زمانے پر نظر ڈالئے اور اسکا جائزہ لیجئے جس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے پھر اس زمانے کی زندگی کا جائزہ لیجئے۔ اگر آپ یہ پائیں .... کہ زندگی مکمل اور مالا مال تھی بلکہ یہ انسان کی زندگی کے ایمانی پہلو پر بھی چھاگئی تھی اور اس کا خاتمہ کر کے اس کو بھولا بسرا بنا دیا تھا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تجدید فرمائی، اس کو حیات نو بخشی اور اس کی طرف دعوت دی اور ایک ایسی قوم کو وجود بخشا جو برابر اس کی داعی اور محافظ رہی اور اس پر اپنی توجہ صرف کرتی رہی، اگر یہ بات آپ کو نظر آتی ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ وہی مسلمانوں کا ہر زمانے میں پیغام ہے اور یہی اس زمانے کا بھی پیغام ہے، غزوۂ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے حق میں دعا و سفارش میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا تھا، "اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد" اے خدا اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر کبھی تیری عبادت نہ ہوگی، اس دعا میں آپ نے وہ حقیقی مقصد بیان فرما دیا، جسکے لئے مسلمان قوم وجود میں آئی اور جو انھیں کے دم سے قائم رہے گا۔

---

www.abulhasanalinadwi.org